اسلام

کی امتیازی خصوصیات

www.KitaboSunnat.com

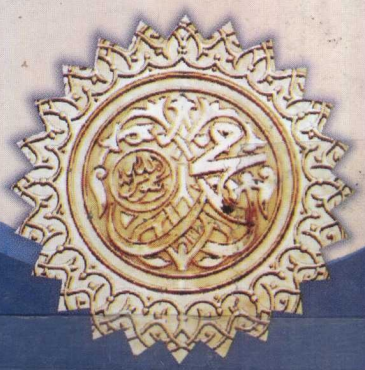

مولانا محمد جرجیس کریمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

459

اسلام کی امتیازی خصوصیات

459

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطبوعات ہیومن ویلفیر ٹرسٹ (رجسٹرڈ) نمبر ۱۲۰۵

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب : اسلام کی امتیازی خصوصیات

مصنف : مولانا محمد جرجیس کریمی

صفحات : ۲۱۲

اشاعت : مارچ ۲۰۱۲ء

تعداد : ۱۱۰۰

قیمت : -/۱۰۰ روپے

ناشر : **مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز**

ڈی ۳۰۷، دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی-۱۱۰۰۲۵

فون: ۲۶۹۷۱۶۵۲، ۲۶۹۵۴۳۴۱ فیکس: ۲۶۹۴۷۸۵۸

E-Mail : mmipublishers@gmail.com
Website : www.mmipublishers.net

مطبوعہ : ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرز، نئی دہلی

ISBN-81-8088-337-8

Book No. 2023

ISLAM KI IMTIYAZI KHOSUSIYAT (Urdu)

By : Maulana Muhammad Jarjees Karimi

Pages:212

Price : 100/-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

پیش لفظ ۹

باب اوّل: وحی پر مبنی دین ۱۱

قرآن کا دعویٰ ۱۱

وحی کے معنی ۱۸

وحی کے طریقے ۲۰

وحی خاص کی قسمیں ۲۴

وحی کے مترادف الفاظ ۲۶

وحیِ محمدیؐ کی خصوصیات ۳۰

وحی کا نزول پیشگی توقع کے بغیر ۳۰

نزول وحی کے وقت گرانی ۳۱

وحی آپؐ کی ذات سے الگ مستقل چیز تھی ۳۱

وحی اور معجزہ ۳۳

قرآن کی تاثیر ۳۳

باب دوم: محفوظ ماٰخذِ دین ۳۵

قرآنی دعویٰ ۳۵

یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتب کی تحریفات ۳۶

ہندومت کی مذہبی کتابیں اور ان کا استناد ۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وید کا تعارف	۴۱
پارسیوں کی مذہبی کتاب اور اس کا استناد	۴۲
جمع وتدوین قرآن	۴۳
جمع وتدوینِ قرآن - خلافت صدیقی میں	۴۷
جمع وتدوینِ قرآن - خلافت عثمانی میں	۴۹
سنت کی محفوظیت	۵۱
حواشی	۵۶
باب سوم: مدلّل ومبرہن دین	۵۹
دلیل کے معنی اور اس کے مترادفات	۵۹
دین کے بنیادی عقائد اور ان کے دلائل	۶۴
عقیدۂ توحید اور اس کے دلائل	۶۵
کائنات کا وجود اپنے خالق پر دال ہے	۶۵
توحید ربوبیت کے دلائل	۷۱
توحید الوہیت کے دلائل	۷۳
توحیدِ ربوبیت دلیلِ الوہیت ہے	۷۳
تخلیق	۷۳
بادشاہت	۷۵
نفع وضرر	۷۵
اللہ تعالیٰ صفات کمال سے متصف ہے	۷۶
بطلان شرک کے دلائل	۷۷
عقیدۂ رسالت اور اس کے دلائل	۸۰
غیب کی باتیں اور نبوت ورسالت	۸۱
معجزات	۸۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی امتیازی خصوصیات	۵
نصرت وغلبہ	۸۵
سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۸۶
اعجاز قرآن	۸۷
عقیدۂ آخرت کے دلائل	۸۸
جزاوسزا کے دلائل	۹۳
خلاصہ بحث	۹۵
حواشی	۹۶
باب چہارم: دینِ فطرت	۹۷
فطرت کے لغوی معنی	۹۸
فطرت سے مراد	۹۸
اسلامی تعلیمات فطرت کے عین مطابق ہیں	۹۹
عقیدۂ توحید اور فطرت	۱۰۰
عقیدۂ آخرت اور فطرت	۱۰۱
دین میں کوئی جبر نہیں	۱۰۲
عقل انسانی اور فطرت	۱۰۳
عبادت کے طریقے فطرت سے مطابقت رکھتے ہیں	۱۰۴
لباس اور فطرت	۱۰۵
حرام اشیاء فطرت سے میل نہیں کھاتیں	۱۰۷
محرمات سے نکاح فطرت سے مغایر ہے	۱۰۹
صفائی ستھرائی انسان کا فطری داعیہ ہے	۱۱۰
مردوں کی تدفین کا فطری طریقہ	۱۱۱
عدل وانصاف اور فطرت	۱۱۲
عام انسانی برادری سے تعلقات رکھنے کی اجازت ہے	۱۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض اسلامی احکام کے بارے میں اعتراضات پر ایک نظر ۱۱۵
انسان بقدرِ طاقت احکام کا مکلف ہے ۱۱۶
حواشی ۱۱۷
باب پنجم: معتدل ومتوازن دین ۱۱۹
اعتدال کے معنی ۱۱۹
کائنات اعتدال پر قائم ہے ۱۱۹
انسان کا وجود اعتدال وتوازن پر مبنی ہے ۱۲۱
اعتدال کا حکم ۱۲۲
عقائد میں اعتدال ۱۲۴
انسانی زندگی سے متعلق متوازن نقطۂ نظر ۱۲۷
انسانی زندگی کی اہمیت ۱۲۹
انسان کی بنیادی خواہشات وجذبات میں اعتدال ۱۳۰
حقوق وفرائض میں اعتدال ۱۳۸
انفرادیت واجتماعیت کے درمیان اعتدال ۱۳۹
اعتدال کا عام حکم ۱۴۳
حواشی ۱۴۴
باب ششم: مصالح اور حکمتوں پر مبنی دین ۱۴۵
اسلام میں مصالح اور علماء کی آراء ۱۴۵
مصالح کے فوائد ۱۴۷
مصلحت کا معنی ومفہوم ۱۴۹
مصلحت کی قسمیں ۱۵۰
مصلحتِ ضروریہ ۱۵۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دین وعقیدہ کی حفاظت ۱۵۱
جان کی حفاظت ۱۵۲
نسل کی حفاظت ۱۵۳
مال کی حفاظت ۱۵۴
عقل کی حفاظت ۱۵۴
مصلحتِ حاجیہ ۱۵۶
مصلحتِ تحسینیہ ۱۵۷
مصالحِ دین انھیں اقسام میں محدود نہیں ہیں ۱۵۸
مصالحِ دین اور عقل ۱۵۹
احکام پر عمل حکمتوں کے جاننے پر موقوف نہیں ۱۶۰
خلاصۂ بحث ۱۶۰
حواشی ۱۶۱

باب ہفتم: دینِ سعادت ۱۶۳
سعادت کے معنٰی ۱۶۳
سعادت کے مترادف الفاظ ۱۶۴
دنیا کی سعادت ۱۶۵
آخرت کی سعادت ۱۶۷
کیا سعادت وشقاوت تقدیر سے ہے ۱۶۹
سعادت کے باعث اعمال ۱۷۳
شقاوت کے باعث اعمال ۱۷۶
سعادت وشقاوت کی معرفت کی شاہ کلید ۱۷۹

باب ہشتم: مہذب دین ۱۸۱
خودکشی تذلیلِ انسانیت ہے ۱۸۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی اعضاء کو کھانا بھی تذلیلِ انسانیت ہے	۱۸۳
سینہ کوبی بدتہذیبی ہے	۱۸۴
ہدیہ کی واپسی مکروہ ہے	۱۸۵
بے ستری ناپسندیدہ ہے	۱۸۶
لباس کے ذریعہ جنس کی تبدیلی کی مذمت	۱۸۷
استنجا کے شائستہ طریقے	۱۸۸
صفائی ستھرائی کا اعلیٰ شعور مطلوب ہے	۱۸۹
گفتگو میں بدتہذیبی کے مظاہر	۱۹۰
گھروں میں داخلہ سے پہلے اجازت کی شرط	۱۹۱
سرگوشی کے ناپسندیدہ پہلو	۱۹۳
کھانے پینے کے بعض آداب	۱۹۳
فضول گوئی کی مذمت	۱۹۵
خلاصۂ بحث	۱۹۶
حواشی	۱۹۶
باب نہم: مکمل دین	۱۹۷
شعبہ ہائے زندگی	۱۹۸
کتب ستہ کے تراجم ابواب پر ایک نظر	۱۹۸
ابواب کا تجزیاتی مطالعہ	۲۰۳
دینی مسائل پر تراجم ابواب	۲۰۴
دُنیوی مسائل پر تراجم ابواب	۲۰۶
مسائل کی انفرادی واجتماعی تقسیم	۲۰۸
اسلامی نظامِ حیات کی بعض خصوصیات	۲۰۹
کتابیات	۲۱۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

عصر حاضر میں میں اسلام کا مطالعہ مختلف پہلوؤں اور مقاصد کے تحت کیا جا رہا ہے۔ ان میں سب سے خطرناک اور قابلِ تشویش پہلو اور مقصد یہ ہے کہ یہ ثابت کیا جائے کہ دین از کار رفتہ ہو چکا ہے اور اب زمانے کا ساتھ دینے کی اس کے اندر صلاحیت نہیں ہے اور بلا وجہ مسلمان اپنے مذہب کا راگ آلاپ رہے ہیں۔ اس رجحان کو اتنی تقویت دی گئی کہ عام لوگوں کے ساتھ بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں کے نزدیک یہ بات مسلّمہ سمجھی جانے لگی۔ ایسی صورت حال میں اسلام کی ان خصوصیات کو اجاگر کرنا وقت کا تقاضا ہے جن سے اسلام کی دائمی حقانیت اور ہمہ گیری واضح ہو اور غلط فہمی میں رہ کر کوئی شخص دین حق سے محروم نہ رہ جائے۔

مغرب کی طرف سے مسلمانوں پر جو ہمہ گیر یلغار ہوئی ہے اس کا ایک عام اور فوری اثر اور نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ بہت سے مسلمانوں کا اپنے دین پر ایمان و اعتماد کمزور پڑ گیا ہے یا پڑتا جا رہا ہے، حتیٰ کہ امت میں ایک طبقہ ایسا پیدا ہو گیا ہے جس نے اپنے دین کے تعلق سے معذرت خواہی کا رویہ اختیار کر لیا ہے اور مغربی افکار کی صراحتاً یا کنایتہً وکالت شروع کر دی ہے۔ ایسی صورت حال میں بھی ضرورت ہے کہ اسلام کی ان خصوصیات کو نمایاں کیا جائے جن سے ایسے مسلمانوں کا اعتماد و ایمان بحال ہو اور وہ اپنے دین کی حقانیت و صداقت اور ہمہ گیری کے بارے میں شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔

زیرِ نظر کتاب میں اسلام کی چند اہم اور نمایاں خصوصیات کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اسلام کی کل اتنی ہی خصوصیات اور امتیازی خوبیاں ہیں۔ اس کی اور بھی بہت سی خصوصیات موجود ہیں۔ زیرِ نظر کتاب کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کی خصوصیات اور محاسن کی تلاش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورِ مطالعے کا ایک رجحان پیدا ہو جائے۔ ان شاء اللہ ان چند خصوصیات کا تذکرہ ان کی طرف رہ نمائی کا کام کرے گا۔

اس کتاب کی تیاری کے سلسلے میں میں ذمے داران ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ خصوصاً صدر ادارہ مولانا سیّد جلال الدین عمری مدظلہ العالی کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، جنھوں نے نہ صرف اس موضوع پر کام کرنے کی منظوری عنایت فرمائی، بلکہ اس کے متعدد ابواب کو سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ میں شائع فرما کر حوصلہ افزائی بھی کی۔ سکریٹری ادارہ ڈاکٹر صفدر سلطان اصلاحی زید مجدہ کا بھی تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں، جنھوں نے اس موضوع کی تکمیل کے دوران تمام مادی و معنوی سہولیات بہم پہنچائیں۔ برادر کبیر ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی حفظہ اللہ کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے اس کتاب کے اکثر مباحث کا مختلف اوقات میں مطالعہ فرمایا اور اوّلین مرحلہ میں اصلاحات اور مفید مشوروں سے نوازا، جن سے ان کو بہتر بنانے میں از حد مدد ملی۔ ادارہ تحقیق کے دیگر وابستگان و کارکنان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجموعی طور پر ادارے میں علمی ماحول فراہم کیا۔

بڑی ناشکری ہوگی اگر اپنے بزرگ والدین حفظھما اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری سے پہلو تہی کروں۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کی بے شمار قربانیوں اور دعاؤں ہی کا نتیجہ ہے کہ ٹوٹی پھوٹی تحریریں لکھنے کے قابل ہوا۔ اپنی اہلیہ محترمہ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے بچوں کی دیکھ بھال اور دیگر گھریلو ذمے داریوں کی طرف سے بے نیاز کر رکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے مسلسل یک سوئی حاصل رہی اور اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکا۔ میں اپنے بچوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے مجھے دین کا ادنیٰ خادم سمجھ کر میری ہر طرح خدمت کی۔ جزاھم اللہ احسن الجزاء.

ان اللہ ھو الموفق والمستعان.

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ
۴؍ مئی ۲۰۱۰

محمد جرجیس کریمی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

وحی پر مبنی دین

قرآن کا دعویٰ

دنیا میں سیکڑوں مذاہب ونظریات پائے جاتے ہیں۔ان میں سے بعض انسانی ذہن کی پیداوار ہیں اور بعض کا دعویٰ ہے کہ وہ الہامی ہیں، یا ان کا نزول اللہ کی طرف سے ہوا ہے۔ اسلام کا تعلق دوسری قسم سے ہے۔

قرآن مجید کی متعدد آیات میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ قرآن اور اس کی تعلیمات اس عظیم ذات کی نازل کردہ ہیں جو ساری کائنات کا خالق و مالک اور رب ہے، علام الغیوب اور اپنی مخلوقات کی جملہ ضروریات کا جاننے والا ہے، اس کے قبضۂ قدرت میں ساری کائنات ہے اور اس کی طرف سب کو پلٹ کر جانا ہے۔ اس سلسلے کی بعض تصریحات ملاحظہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ ○ (النمل:۶)

اے (نبیؐ) بلاشبہ تم یہ قرآن ایک حکیم وعلیم ہستی کی طرف سے پا رہے ہو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

الٓمّٓ ○ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

(السجدہ:۱-۲)

ا۔ل۔م۔ اس کتاب کی تنزیل بلاشبہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔[۱]

[۱] مزید ملاحظہ کیجیے بنی اسرائیل:۱۰۲، الفرقان:۱، یونس:۳۷ وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن مجید کا نزول شروع ہوا اور اس کی آیات اہل مکہ کے کانوں تک پہنچنے لگیں تو وہ ان کی مختلف توجیہات کرنے لگے۔ کبھی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام سنا رہے ہیں وہ ایک طرح کی شاعری ہے، کبھی کہتے کہ یہ جنون کی حالت میں کہی ہوئی باتیں ہیں، کبھی اسے گزشتہ قوموں کی کہانیاں تو کبھی شیطان کے کلام سے تعبیر کرتے۔ قرآن نے ان سب باتوں کی پرزور تردید کی اور واضح کیا کہ یہ اللہ کا کلام ہے۔ ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ اِفْتَرٰهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

(الفرقان:۴-۶)

جن لوگوں نے نبی کی بات ماننے سے انکار کردیا وہ کہتے ہیں کہ یہ فرقان ایک من گھڑت چیز ہے جسے اس شخص نے اپنے آپ ہی گھڑ لیا ہے اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس کام میں اس کی مدد کی ہے۔ بڑا ظلم اور سخت جھوٹ ہے جس پر یہ لوگ اتر آئے ہیں۔ کہتے ہیں یہ پرانے لوگوں کی لکھی ہوئی چیزیں ہیں جنھیں یہ شخص نقل کراتا ہے اور وہ اسے صبح و شام سنائی جاتی ہے۔ اے نبی، ان سے کہو کہ اسے نازل کیا ہے اس نے جو زمین اور آسمانوں کا بھید جانتا ہے، بے شک وہ بڑا غفور اور رحیم ہے۔

اس کے کلام شیاطین ہونے کی تردید ان الفاظ میں کی گئی ہے:

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝ (الشعراء:۲۱۰-۲۱۲)

اس (کتاب مبین) کو شیاطین لے کر نہیں اترے ہیں اور نہ یہ کام ان کو زیب دیتا ہے اور نہ وہ ایسا کر ہی سکتے ہیں۔ وہ تو اس کی سماعت تک سے دور رکھے گئے ہیں۔

شاعری کے الزام کے بارے میں کہا گیا:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○ (الحاقۃ: ۴۰-۴۳)

یہ ایک رسول کریم کا قول ہے۔ کسی شاعر کا قول نہیں ہے، تم لوگ کم ہی ایمان لاتے ہو۔ اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے، تم لوگ کم ہی غور کرتے ہو۔ یہ ربُّ العالمین کی طرف سے نازل ہوا ہے۔

قرآن میں مختلف انبیاء ورسل اور ان کی قوموں کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔ ان کے متعلق قرآن کا دعویٰ ہے کہ یہ غیب کی وہ خبریں ہیں جو وحی کے ذریعے بتائی جارہی ہیں، جن کے بارے میں صحیح علم، اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نہ آپ کو پہلے تھا اور نہ آپ کی قوم اس سے واقف تھی۔ ارشاد ہے:

تِلْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهَآ اِلَیْکَ ۚ مَا کُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ (ہود: ۴۹)

اے نبیؐ یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف وحی کررہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم ان کو جانتے تھے اور نہ تمھاری قوم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کا نزول ہونے لگا تو اہل کتاب نے مختلف اعتراضات کیے۔ قرآن نے ان کے جواب میں یہ دلیل پیش کی کہ تم لوگ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور ان سے قبل کے انبیاء کے سلسلہ میں مانتے ہو کہ وہ اللہ کے رسول تھے اور ان پر وحی نازل ہورہی تھی، مگر وہی وحی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری جارہی ہے تو اس کا انکار کرتے ہو۔ ان سے قبل کے انبیاء پر وحی آتی تھی تو ان پر وحی کا نزول کیوں نہیں ہوسکتا؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِیْسٰی وَاَیُّوْبَ وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ ۭ وَکَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۚ○ رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○ (النساء: ۱۶۳-۱۶۵)

اے نبیؐ، ہم نے تمھاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد پیغمبروں کی طرف بھیجی۔ ہم نے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی۔ ہم نے داؤدؑ کو زبور دی۔ ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی نازل کی جن کا ذکر ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور ان رسولوں پر بھی جن کا ذکر تم سے نہیں کیا۔ اللہ نے موسیٰؑ سے اس طرح گفتگو کی جس طرح گفتگو کی جاتی ہے۔ یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال تک معمول کی زندگی گزاری، پھر جب آپؐ کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا گیا اور آپؐ پر وحی کا نزول ہوا تو اہل مکہ حیرت و تعجب کا اظہار کرنے لگے۔ اس پر آپؐ نے انھیں مخاطب کر کے فرمایا کہ ذرا سوچو! چالیس سال تک میں تمھارے درمیان رہا ہوں، لیکن اس سے قبل میں نے تمھیں ایسا کلام کبھی نہیں سنایا۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ نہ ہوتا اور مجھے سنانے کا حکم نہ دیا جاتا تو آج بھی میں تمھیں اسے نہ سناتا۔ میں تو حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اور اللہ کی طرف سے عائد کردہ فریضے کو ادا کر رہا ہوں۔ اس میں اپنی خواہش کا کوئی دخل نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (یونس: ۱۶)

اور کہو "اگر اللہ کی مشیت یہی ہوتی تو میں یہ قرآن تمھیں کبھی نہ سناتا اور اللہ تمھیں اس کی خبر تک نہ دیتا۔ آخر اس سے پہلے میں ایک عمر تمھارے درمیان گزار چکا ہوں، کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟"

قرآن مجید میں نوع انسانی کے لیے اعلیٰ تعلیمات پیش کی گئی ہیں، توحید، رسالت اور آخرت کے عقائد بیان کیے گئے ہیں، نیز کفر، شرک اور نفاق کی شدید مذمت کی گئی اور ان کے خلاف دلائل قائم کیے گئے ہیں۔ کفار مکہ نے اس پر سخت ناگواری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بغض و عناد کا مظاہرہ کیا اور آپ کو مختلف طریقوں سے اذیتیں پہنچائیں۔ وہ آپ سے مطالبہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے کہ قرآن کی تعلیمات میں تھوڑی سی تبدیلی کردیں اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا نہ کہیں تو سارا جھگڑا ختم ہوجائے گا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے دوٹوک انداز میں واضح کردیا کہ یہ تعلیمات میری خودساختہ نہیں ہیں، بلکہ اللہ رب العالمین کی طرف سے ہیں:

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِمْ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَیْرِ هٰذَاۤ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآیِٔ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ (یونس:۱۵)

جب انھیں ہماری صاف صاف آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس کے بجائے کوئی اور قرآن لاؤ یا اس میں کچھ ترمیم کردو، اے نبیؐ ان سے کہو: میرا یہ کام نہیں ہے کہ اپنی طرف سے اس میں کوئی تغیر وتبدل کرلوں، میں تو بس اس وحی کا پیرو ہوں جو میرے پاس بھیجی جاتی ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک بڑے ہول ناک دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اہل مکہ کے سامنے قرآنی آیات پیش کرنی شروع کیں تو وہ آپؐ سے مختلف مطالبات کرنے لگے۔ کبھی کہتے کہ اگر آپؐ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے تو اس سے کہیے کہ وہ آسمان سے خزانے بھی نازل کرے، یا آسمان سے فرشتوں کو اتارے جنھیں ہم دیکھ سکیں، یا ایسی تختیاں بھیجے جنھیں ہم پڑھ سکیں۔ اس کے جواب میں قرآن نے کہا کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر منحصر ہیں۔ نبیؐ کا کام بس یہ ہے کہ اسے اللہ کی طرف سے جو احکام ملیں ان کی تعمیل کرے:

قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ ؕ (الانعام:۵۰)

اے نبیؐ ان سے کہو "میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔

مزید ملاحظہ کیجیے سورۂ ہود: ۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اہل مکہ سمجھتے تھے کہ وحی کا نزول ایسے شخص پر ہونا چاہیے جو دنیاوی اعتبار سے اثر ورسوخ رکھنے والا ہو، اس کی بڑی شہرت ہو، معاشی اعتبار سے وہ نمایاں حیثیت کا مالک ہو۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چیزیں حاصل نہیں ہیں اس لیے آپ اللہ کے رسول نہیں ہو سکتے، آپ پر وحی کا نزول ممکن نہیں۔ قرآن نے اس کا مدلّل جواب دیا اور بتایا کہ نبوت و رسالت کسی کے ذاتی اختیار و انتخاب کی چیز نہیں ہے، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتی ہے، جس میں کسی کی خواہش و آرزو یا اعتراض وانکار کا دخل نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ○ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَةَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ○ (الزخرف:۳۱-۳۲)

کہتے ہیں: یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟ کیا تیرے رب کی رحمت یہ لوگ تقسیم کرتے ہیں؟ دنیا کی زندگی میں ان کی گزر بسر کے ذریعے تو ہم نے ان کے درمیان تقسیم کیے ہیں اور ان میں سے کچھ لوگوں کو کچھ دوسرے لوگوں پر بدرجہا فوقیت دی ہے، تاکہ یہ ایک دوسرے سے خدمت لیں اور تیرے رب کی رحمت (یعنی نبوت) اس دولت سے زیادہ قیمتی ہے جو یہ سمیٹ رہے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے نزول پر اہل مکہ کو سب سے بڑا اشکال یہ تھا کہ وہ ہماری طرح کے ایک انسان ہیں، کھاتے پیتے ہیں، شادی بیاہ کر رکھی ہے، ان کے بال بچے ہیں، وہ ہماری طرح بیمار پڑتے ہیں اور ضروریات زندگی کے محتاج ہیں۔ بھلا ان پر وحی کا نزول کیسے ہوسکتا ہے؟ وہ سمجھتے تھے کہ وحی کا نزول کسی مافوق الفطرت ہستی، جن یا فرشتے پر ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کا ازالہ کیا اور واضح کیا کہ انسانوں کے لیے جن رسولوں کو بھی بھیجا گیا وہ انہی میں سے ہوتے تھے۔ اگر اللہ چاہتا تو فرشتے بھی بھیج سکتا تھا، مگر یہ اس کے طریقے کے خلاف ہوتا۔ اس لیے کہ انسانوں کی ہدایت انسانوں ہی کے ذریعے ہوسکتی ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا○ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا○ [۱]

(بنی اسرائیل: ۹۴-۹۵)

لوگوں کے سامنے جب کبھی ہدایت آئی تو اس پر ایمان لانے سے ان کو کسی چیز نے نہیں روکا، مگر ان کے اسی قول نے کہ کیا اللہ نے بشر کو پیغمبر بنا کر بھیج دیا۔ ان سے کہو: اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ضرور آسمان سے کسی فرشتے ہی کو ان کے لیے پیغمبر بنا کر بھیجتے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کی بشریت کو دوٹوک انداز میں واضح کیا ہے اور منکرین رسالت کے اشکالات کا جواب دیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ○ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ○ (الانبیاء: ۷-۸)

اے نبیؐ ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی رسول بھیجے ہیں آدمی ہی بھیجے ہیں۔ جن کی طرف ہم اپنے پیغامات وحی کیا کرتے تھے۔ اہلِ ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔ ان رسولوں کو ہم نے کوئی ایسا جسم نہیں دیا تھا کہ وہ کھاتے نہ ہوں اور نہ وہ سدا جینے والے تھے۔

قرآن میں ایسی بہت سی آیات ہیں جن میں نہ صرف قرآن کے منزّل من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے، بلکہ اس پر دلیل بھی قائم کی گئی ہے اور انس و جن کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر وہ اس کتاب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خود ساختہ قرار دیتے ہیں تو اس جیسا کلام خود تصنیف کر کے دکھائیں۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا○

(بنی اسرائیل: ۸۸)

کہہ دو کہ اگر انسان اور جن سب کے سب مل کر اس قرآن جیسی کوئی چیز لانے کی کوشش کریں تو نہ لا سکیں گے، چاہے وہ سب ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوں۔

ایک دوسری جگہ قرآن کی مرتب و منظم تعلیمات کا حوالہ دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اللہ کے علاوہ کسی اور کی دی ہوئی ہوتیں تو ان میں بہت سارے اختلافات ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا ○ (النساء:۸۲)

کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ اختلاف بیانی پائی جاتی۔

اس تفصیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کے ذریعہ اتارا گیا ہے۔ ذیل میں مختصراً قرآن کے اتارے جانے کی مختلف کیفیات اور اس بارے میں قرآن میں مستعمل بعض اصطلاحات کی تشریح کی جاتی ہے۔

نبوت ورسالت کا آغاز نزول وحی سے ہوتا ہے۔ قرآن میں اس اصطلاح کا کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے وحی کے معنیٰ ومفہوم کو واضح کر دیا جائے۔

وحی کے معنیٰ

وحی کے لغوی معنیٰ ہیں لطیف اور مخفی اشارہ، دل میں کوئی پیغام ڈالنا، چھپ کر بات کرنا، کتابت، کتاب اور مکتوب۔ اہل لغت کے نزدیک وحی کا اصل معنیٰ یہ ہے کہ کسی سے اس طرح چپکے چپکے باتیں کی جائیں کہ کوئی دوسرا نہ سن پائے۔[۱]

وحی کے اصطلاحی معنیٰ ہیں وہ غیبی ذریعہ جس کے سبب اللہ تعالیٰ کے خاص لطف وکرم اور فضل وعنایت سے کسی نبی کو کوئی علم حاصل ہوتا ہے۔ اس کے حصول میں کسی نبی یا رسول کے اپنے غور وفکر، کوشش اور خواہش کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بنیادی طور پر وحی کی دو اقسام ہیں: وحی عام اور وحی خاص، وحی عام کا اطلاق وحی کے لغوی معنیٰ میں ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کے درج ذیل ارشادات:

وَاَوْحَیْنَآ اِلٰٓی اُمِّ مُوْسٰٓی اَنْ اَرْضِعِیْہِ ج (القصص:۷)

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اسے دودھ پلاؤ۔

---

[۱] لسان العرب لابن منظور، مادہ وحی، النہایۃ فی غریب الحدیث لابن الاثیر الجزری، مفردات القرآن للاصفہانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ
(المائدۃ:۱۱۱)

اور جب میں نے (عیسیٰ کے) حواریوں کو بذریعہ الہام (حکم دیا کہ) مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔

وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ
(الانعام:۱۲۱)

اور بے شک شیطان اپنے دوستوں کے دلوں میں چپکے چپکے (شک و اعتراض کی) باتیں ڈالتے ہیں، تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں۔

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ (النحل:۶۸)

آپ کے رب نے شہد کی مکھی کو القا کیا کہ تو گھر بنا پہاڑوں میں، درختوں میں اور انگور کی بیلوں میں۔

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۝ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ۝
(الزلزال:۴-۵)

اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔ یہ اس لیے کہ آپؐ کے رب نے اسے یہی حکم دیا ہے۔

ان تمام آیات میں لفظ وحی اپنے لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

وحی کی دوسری قسم وحی خاص ہے جو صرف انبیاء و رسل کو کی جاتی ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے۔ وحی خاص یا وحی نبوت اپنی خصوصیات کے لحاظ سے دوسری تمام اقسام وحی سے مختلف ہوتی ہے اور نبی کو پورا یقین اور شعور ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔ یہ وحی علم و ہدایت پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس میں قصص، اخبار، عقائد، عبادات، احکام اور قوانین سب شامل ہوتے ہیں۔ اس کا مقصد نبی کے ذریعے سے بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مِنْ عِبَادِنَا ط وَاِنَّکَ لَتَهْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۙ

(الشوریٰ:۵۲)

اور اسی طرح (اے نبیؐ) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمھاری طرف وحی کی ہے، تمھیں کچھ پتا نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہ نمائی کر رہے ہو۔

وحی کے طریقے

قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں وحی کے متعدد طریقے بیان کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ط اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ (الشوریٰ:۵۱)

اور کسی آدمی کے لیے ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے ہم کلام ہو مگر بذریعہ وحی یا پردے کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے، پس وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے وحی پہنچا دے، بے شک اللہ تعالیٰ عالی شان اور حکمت والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے خطاب کے تین طریقے بیان فرمائے ہیں:

۱۔ بذریعۂ الہام: اللہ تعالیٰ براہ راست رسول و نبی کے دل میں بات ڈالتا ہے چاہے نیند کی حالت میں ہو یا بیداری کی حالت میں۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کے دل میں 'زبور' القا کیا تھا۔ اسی طرح بعض رسولوں کو خواب میں بعض احکام دیے گئے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس طریقے سے وحی آتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَ اِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (الشوریٰ:۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح اللہ غالب وحکیم تمہاری طرف اور تم سے پہلے گزرے ہوئے (رسولوں) کی طرف وحی کرتا رہا ہے۔

۲- بواسطۂ حجاب- اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے نبی سے کلام کرتا ہے، مگر حجاب کے واسطہ سے۔ چاہے اللہ کا یہ کلام زمین میں واقع ہو، جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔[۱] یا آسمان میں جیسے معراج کے موقع پر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا گیا۔[۲]

۳- بذریعۂ فرشتہ: وحی کا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا پیغام فرشتے کے ذریعے سے بھیجتا ہے۔[۳] ان اقسام کے حوالے سے امام رازی فرماتے ہیں:

واعلم ان كل واحد من هذه الاقسام الثلاثة وحي، الا أنه تعالىٰ خصّص القسم الاول باسمه الوحي لانّ ما يقع في القلب على سبيل الإلهام فهو يقع دفعة، فكان تخصيص لفظ الوحي به اولىٰ، فهذا هوالكلام في تمييز هذه الاقسام بعضها عن بعض.[۴]

جان لو کہ ان میں سے تینوں قسمیں وحی ہیں مگر آیت میں پہلی قسم کو وحی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دل میں الہام کے طریق پر اچانک واقع ہوتی ہے۔ بنا بریں اس کو وحی کے لفظ سے خاص کیا گیا ہے۔ اور ان اقسام میں باہم تمیز کی یہی صورت ہے۔

---

[۱] النساء: ۱۶۴، الاعراف: ۱۴۳

[۲] النجم: ۱۰

[۳] علماء نے وحی کی ایک چوتھی قسم بھی بیان کی ہے اور وہ ہے بلا واسطہ بحجاب یعنی اللہ تعالیٰ تمام واسطوں، پردوں اور حجابوں کو اٹھا کر جلوہ نما ہو اور اپنے نبی سے ہم کلام ہو۔ وحی کے اس طریقے پر ان کا اختلاف ہے کہ یہ ممکن ہے یا نہیں؟ بعض اہل علم اس بات کے قائل ہیں کہ معراج کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ کے روبرو ہو کر ہم کلام ہونے کا شرف حاصل ہوا، جب کہ بعض علماء رویت بصری سے انکار کرتے ہیں۔

[۴] التفسیر الکبیر بذیل آیت مذکورہ ج ۲۱-۲۸/ ۱۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی کے بنیادی طور پر یہی تین طریقے ہیں۔ احادیث میں اس کے نزول کی بعض کیفیات کا ذکر ہوا ہے۔ ذیل میں اس کی تھوڑی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔ اس سے اس بحث کی مزید وضاحت ہوگی۔

۱- رویائے صادقہ یعنی سچے خواب،[۱] آپؐ پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا، آپؐ جو خواب دیکھتے وہ دن کے اجالے کی طرح حقیقت بن کر نظر آجاتا۔ صحیح بخاری میں ایک روایت اس طرح وارد ہے:

عن عائشة ام المومنین انها قالت اول ما بدئ به رسول الله صلی الله علیه وسلم من الوحی الرویا الصالحة فی النوم۔ فکان لایری رویا الاجاءت مثل فلق الصبح .[۲]

حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] خوابوں کی مختلف حیثیتیں ہیں۔ احادیث میں کہا گیا ہے کہ خواب تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک اللہ کی طرف سے، دوم شیطان کی طرف سے اور سوم آدمی کے اپنے نفس کی طرف سے۔ ایک روایت میں وارد ہے: الرویا الصادقة من الله والحلم من الشیطان (بخاری، کتاب التعبیر، باب الرویا من اللہ) [سچے خواب اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور برے خواب شیطان کی طرف سے ہے]۔ ایک دوسری روایت میں وارد ہے: الرویا الحسنة من الرجل الصالح جزء من ستة واربعین من النبوة (حوالہ سابق، باب رؤیا الصالحین) [اچھے خواب صالح شخص کو نظر آتے ہیں جو نبوت کا ۴۶واں حصہ ہے]۔ اس روایت کی روشنی میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ نبوت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نظر آنے والے خواب رجل صالح کے خواب ہوتے تھے۔ روایت مذکورہ کے ذیل میں علامہ قرطبی فرماتے ہیں: "المسلم الصادق الصالح هوالذی یناسب حاله حال الانبیاء فاکرم بنوع مما اکرم به الأنبیاء وهوالاطلاع علی الغیب ولو صدقت رؤیا الکافر والفاسق احیانا فذاک کماقد یصدق الکذوب، ولیس کل من حدث عن الغیب یکون خبره من اجزاء النبوة کالکاهن والمنجم"۔ (حوالہ سابق، حاشیہ نمبر-۱، مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ القاہرۃ) [سچے صالح مسلم کا حال انبیاء کے حال کے مثل ہے جس طرح انبیاء کو غیب کی خبریں بتائی جاتی ہیں ویسے ہی رجل صالح کو غیب کی اطلاع دی جاتی ہے۔ اگرچہ بعض وقت کافر و فاسق کے خواب بھی سچے ہوتے ہیں تو یہ ایسے ہی جیسے بہت جھوٹا شخص بھی بعض وقت سچ بولتا ہے، لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ غیب کی خبر دینے والے ہر شخص کی بات نبوت کے اجزاء میں سے ہو جیسے کاہن اور نجومی]۔

[۲] بخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر وحی کا آغاز سچے خواب کی شکل میں ہوا۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے اس کی سچائی دن کے اجالے میں حقیقت بن کر سامنے آجاتی۔

۲۔ بغیر نظر آئے فرشتہ آپ کے قلب وذہن میں کوئی بات ڈال دیتا تھا۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روح القدس (حضرت جبریلؑ) نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ کوئی اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ اپنا حصۂ رزق پورا نہ کرلے لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو اور طلب رزق کے لیے اچھا طریقہ اختیار کرو۔[۱]

۳۔ نزول وحی کے وقت گھنٹی کی سی آواز (صلصلۃ الجرس) پیدا ہوتی۔ یہ شدید ترین صورتِ وحی ہوتی تھی، جس کی وجہ سے سخت سردی کے موسم میں بھی آپ پسینے سے تر ہوجاتے تھے۔ اگر آپؐ اونٹ پر سوار ہوتے تو وہ بھی بوجھ سے بیٹھ جاتا تھا۔[۲]

۴۔ فرشتہ کسی انسان کی شکل وصورت میں نمودار ہوکر آپؐ سے بات کرتا، یہاں تک کہ وہ بات مکمل طور پر آپؐ کو یاد ہوجاتی۔ اس صورت میں کبھی کبھی صحابہ کرامؓ نے بھی اس فرشتے کو دیکھا ہے، جیسا کہ حدیثِ جبریل سے معلوم ہوتا ہے۔[۳]

۵۔ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں آتا اور اللہ تعالیٰ کا پیغام آپؐ تک پہنچاتا تھا۔ آپؐ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی شکل میں دو تین مرتبہ مشاہدہ فرمایا ہے [دیکھئے النجم: ۱۳] ایک مرتبہ غار حرا میں پہلی وحی کے وقت، پھر فترۃ وحی کے آخری دن فضائے آسمانی میں کرسی پر بیٹھے ہوئے اور تیسری مرتبہ معراج کے وقت سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔

۶۔ کسی فرشتے یا آواز کے توسط کے بغیر اللہ تعالیٰ کا راہ راست اپنے نبی پر وحی کرنا۔ جیسا کہ معراج کے موقع پر آپؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نماز پنج گانہ کی فرضیت اور دیگر احکام دیے گئے۔

---

[۱] المستدرک للحاکم، ج ۲ / ۴، کتاب البیوع

[۲] بخاری، کتاب بدء الوحی، باب ۲

[۳] دیکھئے بخاری، کتاب الایمان، باب سوال جبریل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الایمان والاسلام، والاسلام، والاحسان، وعلم الساعۃ الخ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی خاص کی قسمیں

وحی کے معنیٰ 'موحیٰ بہٗ' (یعنی وہ احکام جو بہ ذریعہ وحی نازل ہوتے ہیں) کے ہیں۔ اس اعتبار سے وحی خاص کی دو قسمیں ہیں: وحی متلو اور وحی غیر متلو۔

(الف) وحی متلو: وحی متلو سے مراد قرآن مجید ہے، جس کے معانی اور الفاظ دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں جس میں تصرف کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝

(الشعراء: ۱۹۲-۱۹۳)

یہ قرآن رب العالمین کا نازل کردہ ہے۔ روح الامین اس کو لے کر اترتے ہیں۔

اس وحی کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تلاوت خواہ حالت نماز میں ہو یا غیر نماز میں، عبادت اور باعث اجر ہے۔ اس کی روایت بالمعنیٰ قطعاً جائز نہیں۔

(ب) وحی غیر متلو: وحی غیر متلو سے مراد وہ کلام ہے جو مروی اور منقول ہے اور قرآن کی طرح دو دفتیوں کے درمیان مرتب و منظم نہیں ہے۔ وحی کی یہ قسم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اخبار پر مبنی ہے، جس کی تلاوت باعث اجر و ثواب نہیں ہے اور اعجاز سے خالی ہے، لیکن بہر حال وہ بھی وحی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ (النجم: ۳-۴)

وہ (رسول) اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا۔ یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

قرآن کی بہت سی آیات میں کتاب کے ساتھ حکمت کا حوالہ آیا ہے کہ یہ دونوں چیزیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہیں۔ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝[۱] (النساء: ۱۱۳)

---

[۱] ایسی متعدد آیات ہیں جن میں کتاب کے ساتھ حکمت عطا کیے جانے کی بات ہی کہی گئی ہے۔ دیکھئے الاحزاب: ۳۴، الجمعہ: ۲، وغیرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

459

اور اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی اور آپؐ کو وہ باتیں بتلائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپؐ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

اس آیت میں اور اس جیسی دوسری آیات میں کتاب سے مراد قرآن مجید اور حکمت سے مراد سنت نبویؐ ہے۔ حافظ امام ابن القیمؒ لکھتے ہیں:

الكتاب هو القرآن والحكمة هي السنة باتفاق السلف.[۱]

کتاب سے مراد قرآن ہے اور حکمت سے مراد سنت ہے۔ سلف کے اس پر اتفاق ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض ارشادات میں اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ قرآن کے ساتھ مجھے ایک چیز اور دی گئی ہے۔ حضرت مقدام بن معدی کربؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ألا إني اوتيت الكتاب ومثله معه، ألا يوشك رجل شبعان على أريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فاحلوه وما وجدتم فيه حرام فحرموه.[۲]

آگاہ رہو مجھے قرآن دیا گیا ہے اور اس کے مثل ایک اور چیز ممکن ہے ایک آسودہ شکم شخص مسند سے ٹیک لگا کر یوں کہے کہ قرآن کا دامن تھامے رہو جو چیز اس میں حلال ہو اس کو حلال سمجھو اور جو حرام ہو اسے حرام سمجھو۔

مثلہ معہ سے مراد سنت ہے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی نے امام بیہقی کے حوالے سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام جس طرح قرآن کی آیات لے کر اترتے تھے اسی طرح احادیثِ نبویہ بھی لے کر اترتے تھے۔ روایت ہے:

كان جبرئيل ينزل على النبي ﷺ بالسنة كما ينزل عليه بالقرآن.[۳]

---

[۱] کتاب الروح، ص ۱۱۹، طبع ثانی حیدر آباد الدکن

[۲] ابوداؤد، کتاب السنۃ، باب فی لزوم السنۃ

[۳] فتح الباری ۱۳/ ۲۹۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم ﷺ کے پاس سنتوں کو لے کر آتے تھے جیسے قرآن کی آیات لے کر آتے تھے۔

حدیث کے وحی ہونے کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو آپ وحی کا انتظار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ پر وحی کا نزول ہوتا اور اس مسئلے کی آپ توضیح فرماتے تھے اور یہ وضاحتیں قرآن کی آیات کے علاوہ ہوتی تھیں۔ روایات میں ایسے متعدد واقعات ہیں۔[1]

بہر حال اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جس طرح قرآن شریعت کی بنیاد ہے اور وحی پر مبنی ہے اسی طرح سنتِ رسول یا احادیثِ رسولؐ بھی شریعت کی بنیاد ہیں اور وہ بھی وحی پر مبنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی متعدد آیات میں اطاعت رسول کا مطلق حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

(الحشر: ۷)

اور رسول تمھیں جو کچھ بھی دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روک دیں اس سے رک جاؤ

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ○ (التغابن: ۱۲)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو، لیکن اگر تم اطاعت سے منہ موڑتے ہو تو ہمارے رسول پر صاف صاف حق پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں۔

قرآن میں ایسی متعدد آیات ہیں جن میں اطاعت رسولؐ کا مستقل حکم دیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے آل عمران: ۳۲، ۱۳۲ - النساء: ۵۹ - المائدۃ: ۹۲، الانفال: ۱، ۲۰، ۶۴ - النور: ۵۴ وغیرہ

وحی کے مترادف الفاظ

نزولِ قرآن کی کیفیت کے اظہار کے لیے لفظ وحی کا استعمال بطور اصطلاح کثرت سے ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بعض دوسری اصطلاحیں بھی مستعمل ہیں۔ ذیل میں ان کی مختصر تشریح کی جاتی ہے۔

[1] ایضاً، ۱۳/ ۲۹۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱- نزول، تنزیل، انزال: اتارنا، نازل کرنا، قرآن میں یہ اصطلاح بھی کثرت سے آئی ہے۔ نزول کے لفظ میں بلندی سے پستی کی طرف اتارنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ اسی طرح لفظ تنزیل میں رفتہ رفتہ اتارنے کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جبرئیل قرآن کو آسمان سے لے کر زمین پر اترتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ۝ (الشعراء: ۱۹۲-۱۹۴)

یہ رب العالمین کی نازل کردہ چیز ہے۔ اسے لے کر تیرے دل پر امانت دار روح اتری ہے تاکہ تو ان لوگوں میں شامل ہو جو ڈرانے والے ہیں۔

۲- ارسال، ترسیل، رسالت: بھیجنا، اللہ تعالیٰ اپنا پیغام حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعے بھیجتا تھا۔ ارشاد ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝ (الانبیاء: ۲۵)

ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھی بھیجا ہے۔ اس کو یہی وحی کی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس تم لوگ میری ہی بندگی کرو۔

رسالت و نبوت کے منکرین بھی جانتے تھے کہ رسولوں کے پاس پیغام لے کر فرشتے آتے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ آپ کے پاس جو پیغام آتا ہے اس کو ہم نہیں مانتے۔ ارشاد ہے:

وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ (ابراہیم: ۹)

انھوں نے کہا جس پیغام کے ساتھ تم بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔

۳- قص، قصص: قصہ بیان کرنا، واقعہ بتانا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے انبیائے سابقین کے قصص بتائے جاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ (الکہف: ۱۳)

ہم ان کا اصل قصہ تمھیں بتاتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ

(ھود:۱۲۰)

اور اے نبیؐ یہ پیغمبروں کے قصے جو ہم تمھیں سناتے ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جن کے ذریعہ سے ہم تمہارے دل کو مضبوط کرتے ہیں۔

۴- نبوت: نبوت رسالت کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۝

(الانعام:۸۹)

وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی تھی۔

۵- ندا: پکارنا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کو بعض وقت پکارنے کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ۚ

(النازعات:۱۵-۱۶)

کیا تمھیں موسیٰ کے قصے کی خبر پہنچی ہے؟ جب اس کے رب نے اسے طویٰ وادی میں پکارا تھا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ

(الصآفات:۱۰۴-۱۰۵)

اور ہم نے ندا دی کہ اے ابراہیم تو نے خواب سچ کر دکھایا۔

۶- قرأ، قراءت: پڑھنا۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ کے پیغام کو رسول کے سامنے پڑھ کر سنایا جاتا تھا۔ اس کو قراءت کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ. اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ.

فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۝ (القیامۃ:۱۸-۱۹)

اے نبی اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو، اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں تو اس وقت تم اس کی قراءت کو غور سے سنتے رہو، پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

سَنُقْرِئُکَ فَلَا تَنْسٰٓی ۙ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ ؕ اِنَّہٗ یَعْلَمُ الْجَھْرَ وَمَا یَخْفٰی ؕ (الاعلیٰ:۶-۷)

اور ہم تمھیں پڑھوا دیں گے پھر تم نہیں بھولو گے، سوائے اس کے جو اللہ چاہے وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو پوشیدہ ہے اس کو بھی۔

۷- تلاوت: وحی کو قرآن کے بعض مقامات پر 'تلاوت' کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ (البقرہ:۲۵۲)

یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم ٹھیک ٹھیک تم کو سنا رہے ہیں اور اے محمدؐ تم یقیناً ان لوگوں میں سے ہو جو رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

نَتْلُوْا عَلَیْکَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ (القصص:۳)

ہم موسیٰ اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک تمھیں سناتے ہیں، تاکہ ایمان لانے والے ایمان لائیں۔

۸- اِلقاء: دینا، بتانا۔ وحی کو القاء کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنَّکَ لَتُلَقَّی الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ عَلِیْمٍ ۝ (النمل:۶)

اور (اے نبیؐ) بلاشبہ یہ قرآن ایک حکیم وعلیم ہستی کی طرف سے پا رہے ہو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ ۙ (المومن:۱۵)

اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے روح (وحی) نازل کر دیتا ہے، تاکہ وہ ملاقات کے دن سے خبردار کر دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹- تعلیم: سکھانا۔ وحی کا اطلاق تعلیم پر بھی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ (الرحمٰن:۱-۲)

نہایت مہربان خدا نے علم سکھایا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ ۚ

(المائدہ:۱۱۰)

میں نے تجھ کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

وحیِ محمدیؐ کی خصوصیات

بنی نوعِ انسان کی ہدایت کے لیے وحی کا جو سلسلہ پہلے نبی حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا وہ آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اختتام پذیر ہوا۔ اس دوران ہزاروں انبیاء و رسل مبعوث ہوئے جنھوں نے اپنی اپنی قوموں کو ہدایت کا پیغام سنایا۔ یہاں تک کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دین کی تکمیل کا اعلان ہوا اور سلسلۂ وحی اب قیامت تک کے لیے موقوف کر دیا گیا۔ قرآن کی شکل میں قیامت تک کے انسانوں کی ہدایت کا سامان کر دیا گیا ہے۔ اب کوئی نیا نبی اور رسول مبعوث ہونے والا نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ وحی محمدیؐ کی حقیقت کی معرفت حاصل کی جائے اور اس پر ایمان لایا جائے۔ اسی پر انسانیت کی کامیابی اور نجات کا دارو مدار ہے۔ ذیل میں وحی محمدیؐ کے چند خصائص کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

۱- وحی کا نزول پیشگی توقع کے بغیر

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تاریخ و سیرت کی کتابوں میں جو تفصیلات مندرج ہیں ان سے پتا چلتا ہے کہ چالیس سال کی عمر تک آپؐ نے ایک عام انسان کی طرح سادہ زندگی گزاری۔ اپنی رفیقۂ حیات کے مال سے تجارت کے کاموں میں مصروف رہتے اور اپنی اولاد کی پرورش و پرداخت کر رہے تھے۔ آپ قطعی طور پر اس کے متمنی، متوقع اور تیاری میں نہیں تھے کہ آپؐ کو نبوت و رسالت ملنے والی ہے۔ طبیعت میں تحنث (عبادت گذاری) کے رجحانات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پائے جاتے تھے۔ اس بنا پر آپؐ غارِ حرا میں جا کر گوشہ نشیں ہو جاتے اور کائنات پر غور و فکر کرتے۔ اسی دوران ایک دن اچانک وحی کے فرشتے حضرت جبرئیل نمودار ہوئے اور آپؐ کو نبوت سے سرفراز کیا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ آپ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝ (القصص:۸۶)

اور اے پیغمبرؐ تمھیں امید نہ تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل ہوگی، مگر تمہارے پروردگار کی رحمت اور مہربانی سے نازل ہوئی۔ سو تم ہرگز کافروں کی تائید نہ کرنا۔

مزید ملاحظہ کیجیے سورۂ یونس:۱۶ اور سورۂ شوریٰ:۵۲۔

آپؐ پر جب غارِ حرا میں پہلی بار وحی کا نزول ہوا تو آپؐ انتہائی گھبراہٹ کے عالم میں گھر تشریف لائے اور اپنی رفیقۂ حیات سے اپنی تشویش کا اظہار کیا، آپ نے گھبراہٹ میں چادر بھی اوڑھ لی۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد دوسری بار جب حضرت جبرئیل آسمان اور زمین کے درمیان کرسی پر بیٹھے نظر آئے تو اس وقت بھی آپؐ کے اوپر رعب طاری ہو گیا اور آپؐ نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبوت و رسالت آپؐ کے لیے ایک غیر متوقع چیز تھی۔

۲- نزول وحی کے وقت گرانی

آپؐ پر جب وحی کا نزول ہوتا تھا تو چہرۂ مبارک متغیر ہو جاتا، سانسیں تیز چلنے لگتیں، پسینے سے شرابور ہو جاتے، سواری پر بیٹھے ہوتے تو سواری بوجھ سے دب جاتی، آپؐ کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ یا گھنٹی بجنے کی سی آواز آتی۔ ان باتوں سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ پر وحی کا نزول آپ کے ذاتی اختیار و پسند کے بغیر ہوتا تھا۔

۳- وحی آپؐ کی ذات سے الگ مستقل چیز تھی

نزول وحی کے وقت آپؐ پر بعض جسمانی کیفیات طاری ہوتیں ان کے علاوہ بسا اوقات وحی کے انقطاع کا واقعہ بھی پیش آیا۔ اس دوران آپؐ اپنی مرضی سے وحی کے نزول پر قادر نہ ہوئے۔ اس سلسلے میں فترت وحی کا واقعہ مشہور ہے۔ پہلی وحی کے نزول کے بعد کچھ دنوں تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی موقوف رہی۔ (بعض روایتوں میں ڈھائی تین سال کی مدت بھی بیان کی گئی ہے) اس دوران آپؐ بار بار آسمان کی طرف دیکھا کرتے اور امید کرتے کہ اب دوبارہ وحی نازل ہوگی، مگر دوبارہ فرشتۂ وحی اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت ہی سے نازل ہوا۔[۱]

اس کے علاوہ بعض مواقع پر بعض سنگین مسائل پیش آئے جن کے حل کے لیے آپؐ کو وحی کا انتظار رہتا، مگر آپؐ کی خواہش کے مطابق وحی کا نزول فوراً نہیں ہوتا تھا، بلکہ اس کے لیے بعض وقت مہینوں انتظار کی گھڑیاں گننی پڑتی تھیں۔ بطور مثال واقعۂ اِفک کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر الزام تراشی کی گئی جس کے نتیجے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی زوجۂ مطہرہ اور ان کے گھر والے سخت ذہنی اذیت میں مبتلا رہے، مگر اس بارے میں وحی کا نزول تقریباً ایک ماہ کے بعد اس وقت ہوا جب اللہ کی مشیت ہوئی۔ اسی طرح ایک موقع پر بعض کفارِ مکہ نے آپؐ سے کچھ سوالات کیے، آپؐ نے اگلے روز ان کا جواب دینے کا وعدہ کیا، مگر آئندہ پندرہ دنوں تک وحی نازل نہیں ہوئی اور آپؐ ان کا جواب دینے سے قاصر رہے، یہاں تک کہ سوال کرنے والے چہ می گوئیاں کرنے لگے، پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول ہوا اور کفار کے سوالات کے جوابات دیے گئے۔[۲] ایک بار نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ میرے پاس کثرت سے آیا کیجیے اور اللہ کی آیات سنایا کیجیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۝[۳] (مریم:۶۴)

اے نبیؐ، ہم تمہارے رب کے حکم کے بغیر نہیں اترا کرتے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ پیچھے ہے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے ہر چیز کا مالک وہی ہے اور تمہارا رب بھولنے والا نہیں ہے۔

---

[۱] دیکھیے بخاری، کتاب کیف کان بدء الوحی

[۲] دیکھیے سیرۃ النبی لابن ہشام ۱/۳۲۱

[۳] بخاری، کتاب التفسیر، سورہ مریم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴-وحی اور معجزہ

دیگر انبیاء و رسل کو وحی کے ساتھ بعض حسّی معجزات بھی دیے جاتے تھے جن کو وہ اپنی نبوت و رسالت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے تھے۔ لیکن خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوئی اسی کو معجزہ قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اس جیسا کلام انس و جن مل کر بھی پیش نہیں کرسکتے۔ چنانچہ جب قرآن کا نزول شروع ہوا تو سابقہ قوموں کے مثل کفار مکہ نے بھی آپؐ سے معجزات کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسولؐ پر جو کلام نازل ہو رہا ہے وہ معجزہ ہے، یعنی اس جیسا کلام کوئی انسان پیش نہیں کرسکتا۔ یہ اس کے وحیِ الٰہی ہونے کی دلیل ہے، لہٰذا اگر تم نے اس کا انکار کیا تو عذاب نازل ہوگا۔ ارشاد ہے:

وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ○

(الانعام:۱۲۴)

جب ان کے سامنے کوئی آیت آتی ہے تو کہتے ہیں ''ہم نہ مانیں گے جب تک کہ وہ چیز خود ہم کو نہ دی جائے جو اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے'' اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی پیغمبری کا کام کس سے لے اور کس طرح لے۔ قریب ہے وہ وقت جب یہ مجرم اپنی مکاریوں کی پاداش میں اللہ کے ہاں ذلت اور سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

مزید ملاحظہ کیجیے: الاسراء، آیت ۸۸-۹۶

۵-قرآن کی تاثیر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی اتر رہی تھی وہ دلوں کو مسخر کر رہی تھی۔ ماننے والے بھی اس سے متاثر تھے اور نہ ماننے والے بھی اس کی تاثیر کی زد میں آ رہے تھے۔ کتبِ تاریخ و سیرت میں قرآن سے لوگوں کے متاثر ہونے کے بہت سے واقعات درج ہیں۔ ایک واقعہ عتبہ بن ربیعہ کے حوالے سے مذکور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ قریش کے بڑے بڑے سردار ایک جگہ جمع ہوئے اور طے کیا کہ کسی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے کے لیے بھیجا جائے کہ اگر وہ مال و دولت کے خواہاں ہیں، یا کسی حسین و جمیل عورت سے شادی کرنا چاہتے ہیں، یا ملک و ریاست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے طلب گار ہیں تو ہم انھیں یہ چیزیں دینے پر تیار ہیں، مگر وہ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنا بند کر دیں۔ اس موقع سے عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کیا گیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور گفتگو کی تو آپؐ نے سورۂ حٰمٓ السجدہ کی چھ آیات سنائیں۔ اس سے وہ اتنا متاثر ہوا کہ مزید گفتگو نہ کر سکا اور خوف کے مارے واپس چلا گیا۔ اس نے روسائے قریش کو بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام غیر معمولی کلام ہے۔[1] اسی طرح ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق کا وہ واقعہ مشہور ہے جس میں ان تینوں نے طے کیا کہ اب وہ محمدؐ کے گھر کے پاس آ کر آپؐ کے قرآن پڑھنے کو انہیں سنا کریں گے، مگر قرآن کی تاثیر یہ تھی کہ ان میں سے ہر ایک چھپ کر آتا اور کلام اللہ سنتا تھا، یہاں تک انھوں نے اس بات کا اقرار کیا کہ محمدؐ کے پاس وحی کا نزول ہوتا ہے جس کی تاثیر سے بچنا آسان نہیں ہے۔[2] اسی طرح ابن الدغنہ کا واقعہ بھی مشہور ہے کہ انھوں نے حضرت ابوبکر کو پناہ دی تھی، مگر ان کی تلاوت قرآن سے ان کے پڑوسی متاثر ہونے لگے جس پر ان کی شکایت کی گئی، چنانچہ ابن الدغنہ نے اپنی پناہ ختم کر دی۔ اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات تاریخ و سیرت کی کتابوں میں درج ہیں۔ اہل ایمان کے قرآن سے متاثر ہونے کی شہادت خود قرآن نے پیش کی ہے۔ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ (الزمر: ۲۳)

اللہ نے بہترین کلام اتارا ہے۔ ایک ایسی کتاب جس کے تمام اجزا ہم رنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں۔ اسے سن کر ان لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے رب سے ڈرنے والے ہیں اور پھر ان کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔

قرآن کی یہی اثر پذیری تھی کہ مختصر وقت میں نہ صرف پورا جزیرۂ عرب دائرۂ اسلام میں داخل ہو گیا، بلکہ دنیا کے ایک بڑے حصے میں کلمۂ توحید کی آواز بلند ہونے لگی۔

---

[1] دیکھیے سیرۃ النبی لابن ہشام، ۱/ ۳۱۳-۳۱۴

[2] سیرۃ النبیؐ لابن ہشام، ۱/ ۲۳۸-۲۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

محفوظ ماٰخذِ دین

دنیا کے دیگر ادیان و مذاہب کے مقابلے میں دین اسلام کی خصوصیات اور امتیازات کا مطالعہ کیا جائے اور ان کی فہرست تیار کی جائے تو ان میں اس دین کے مآخذ کی محفوظیت کا معاملہ سرفہرست ہوگا۔ یعنی اسلام کے بنیادی مآخذ و مراجع (قرآن و حدیث) پوری طرح محفوظ اور قابلِ اعتماد ہیں۔ قرآن جیسے اور جتنا نازل ہوا تھا ویسے اور اتنا موجود ہے اور اس میں کسی انسانی کوشش سے تحریف و ترمیم ممکن نہیں ہوسکی ہے، جب کہ دیگر مذاہب کے بنیادی مآخذ، جیسے توریت، انجیل، وید، پُران وغیرہ میں تحریف و ترمیم اور حذف و اضافہ کے بارے میں ناقابلِ تردید ثبوت و دلائل موجود ہیں۔ اسی طرح احادیثِ رسول کی حفاظت کے سلسلے میں جو اہتمام امتِ مسلمہ نے کیا ہے وہ دنیا کی کسی قوم نے اپنے پیغمبر کے اقوال و ارشادات کو محفوظ رکھنے میں نہیں کیا ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ اسلام کی عظیم خصوصیت ہے۔

ذیل میں اس موضوع کا کسی قدر تفصیلی مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

قرآنی دعویٰ

قرآن اپنے بارے میں جہاں یہ دعویٰ کرتا اور اس پر دلائل فراہم کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ہے وہیں اس نے اس کا بھی دعویٰ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے وہ ویسے ہی محفوظ ہے اور اس کی حفاظت کا ذمہ اس کے نازل کرنے والے نے لے رکھا ہے، اس لیے یہ کتاب ضائع ہوسکتی ہے نہ کسی انسانی کوشش سے اس میں تحریف و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترمیم کی جاسکتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ○ (الحجر:۹)

اس ذکر (قرآن) کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○ (حٰمٓ السجدۃ:۴۲)

باطل نہ سامنے سے اس پر آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ یہ ایک حکیم وحمید کی نازل کردہ چیز ہے

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ○ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ○ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ

(القیامۃ:۱۶-۱۹)

اے نبیؐ، اس وحی کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ اس کو یاد کرا دینا اور پڑھوا دینا ہمارے ذمہ ہے۔ لہٰذا جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں تو اس وقت تم اس کی قرأت کو غور سے سنتے رہو۔ پھر اس کا مطلب سمجھا دینا بھی ہمارے ذمہ ہے۔

یہ قرآن مجید کی محفوظیت پر دلالت کرنے والی چند آیات ہیں۔ آگے اس کے مزید دلائل پیش کیے جائیں گے۔ یہاں اس تعلق سے ایک روایت نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مخاطب کر کے فرمایا:

وانزلت عليك كتابا لا يغسله الماء۔ [۱]

اور میں نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جو پانی سے دھل کر مٹ نہیں سکتی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سینوں میں محفوظ رہے گا۔ وہ فنا نہیں ہوسکتا، بلکہ صدیاں گزرنے کے باوجود باقی رہے گا۔ [۲]

یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتب کی تحریفات

ایک طرف تو قرآن مجید نے اپنے محفوظ ہونے کا اعلان کیا ہے، دوسری طرف یہ بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صراحت کی ہے کہ اس سے پہلے کی مذہبی کتابیں محفوظ نہیں رہیں اور انسانی تحریفات کی وجہ سے وہ قابلِ اعتماد نہیں رہ گئی ہیں۔ یہاں اس سلسلے کے دو ایک حوالے دیے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ○

(البقرۃ:۷۵)

(اے مسلمانو) اب کیا ان لوگوں سے تم یہ توقع رکھتے ہو کہ یہ تمہاری دعوت پر ایمان لے آئیں گے، حالاں کہ ان میں سے ایک گروہ کا شیوہ یہ رہا ہے کہ اللہ کا کلام سنا اور پھر خوب سمجھ بوجھ کر دانستہ اس میں تحریف کی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ○ [۳] (البقرۃ:۷۹)

ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شرع کا نوشتہ لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے، تاکہ اس کے معاوضے میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیں۔ ان کے ہاتھوں کا یہ لکھا بھی ان کے لیے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لیے موجب ہلاکت ہے۔

بائبل میں تحریفات کی تائید و توثیق علماء اہل کتاب کے ان بیانات سے بھی ہوتی ہے جو انھوں نے اپنی مختلف تصنیفات میں درج کیے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (ایڈیشن ۱۹۴۶) کے مضمون 'بائبل' کا مصنف لکھتا ہے:

''اناجیل میں ایسے نمایاں تغیرات دانستہ کیے گئے ہیں۔ جیسے بعض پوری پوری عبارتوں کو کسی دوسرے ماخذ سے لے کر کتاب میں شامل کر دینا یہ تغیرات صریحاً کچھ ایسے لوگوں نے بامقصد کیے ہیں جنھیں اصل کتاب کے اندر شامل کرنے کے لیے کہیں سے کوئی مواد مل گیا اور وہ اپنے آپ کو اس کا مجاز سمجھتے رہے کہ کتاب کو بہتر یا زیادہ مفید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنانے کے لیے اس کے اندر اپنی طرف سے اس مواد کا اضافہ کردیں جہت سے اضافے دوسری صدی ہی میں ہوگئے تھے اور کچھ نہیں معلوم کہ ان کا ماخذ کیا تھا''۔[۴]

ایک دوسرے ممتاز مسیحی عالم سی۔جی کیڈوکس اپنی کتاب 'حیات مسیح' میں لکھتے ہیں:

''اناجیل اربعہ وہ واحد ذریعہ ہونے کے باوجود جن کے ذریعہ (عیسائی عقائد وتعلیمات کے) اس خاکے میں رنگ بھرا جاسکتا ہے جو دوسرے ذرائع سے ہمیں حاصل ہوتا ہے ان (اناجیل اربعہ) کا مواد سند واعتبار کے لحاظ سے نہایت مختلف فیہ اور مشتبہ ہے۔ان (اناجیل اربعہ) میں بے یقینی اور ظن وتخمین کی کیفیت اس طرح رچی بسی ہوئی ہے کہ (ایک محقق کے لیے) اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تحقیق وتجسس ترک کرکے یہ اعتراف کرلیا جائے کہ انجیل کو کلام الٰہی ثابت کرنے کا یہ کام ناممکن ہے''۔[۵]

بائبل کے استناد کے بارے میں اور بھی متعدد ممتاز عیسائی علماء نے شبہ کا اظہار کیا ہے۔ یونائیٹڈ کالج بریڈفورڈ کے پرنسپل ریورنڈ رای۔گرفتھ جونز۔بی اے، ڈی ڈی اپنے ایک مضمون 'انجیل۔اس کا مفہوم اور اس کا مقصد' میں لکھتے ہیں:

''دوسری بات یہ ہے کہ بائبل اپنی موجودہ صورت میں ادب کا ایک ایسا نمونہ ہے جس میں لاتعداد افراد نے اصلاح وترمیم کی ہے۔ہر مرتب نے اپنے سے قبل موجود مواد میں پوری آزادی کے ساتھ حذف وترمیم اور قطع وبرید کی ہے اور اکثر یہ ترامیم نہایت بھونڈے انداز میں کی گئی ہیں''۔[۶]

توریت یہود کی مذہبی کتاب ہے۔اس کے بارے میں خود ان کے درمیان اختلاف ہے کہ اصل توریت وہ ہے جو سامریوں کے پاس ہے یا وہ ہے جو دیگر عام یہودیوں کے پاس ہے۔علامہ ابن حزم نے اس اختلاف کا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

اول ذلک ان بایدی السامریة توراة غیر التوراة التی بایدی سائر الیهود یزعمون انها المنزلة ویقطعون ان التی بایدی الیهود محرّفه مبدّلة وسائر الیهود یقولون ان التی بایدی السامریة محرّفة مبدّلة۔[۷]

پہلی بات یہ ہے کہ سامریوں کے پاس جو توریت ہے وہ اس کے علاوہ ہے جو دیگر یہود کے پاس ہے۔اسے یہ لوگ منزل من اللہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عام یہود کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاس موجود توریت محرف اور تبدیل شدہ ہے۔ اس کے برعکس عام یہود سامریوں کی توریت کو محرف و تبدیل شدہ قرار دیتے ہیں۔

آگے علامہ موصوف نے تفصیل سے مثالوں اور دلائل کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ توریت میں کیا تحریفات ہوئی ہیں اور کیا تضادات پائے جاتے ہیں۔[۸] آخر میں لکھتے ہیں:

هنا انتهى ما اخرجناه من توراة اليهود وكتبهم من الكذب الظاهر والمناقضات اللائحة التى لاشك معه فى انها كتب مبدّلة محرّفة مكذوبة وشريعة موضوعة مستعملة من اكابرهم، ولم يبق بايديهم بعد هذا شئ اصلاً ولا بقى فى فساد دينهم شبهة بوجه من الوجوه۔[۹]

یہاں تک ہم نے یہ بحث کی ہے کہ یہود کی توریت اور ان کی دیگر کتب میں جھوٹ و تضادات ظاہر و باہر ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی کتابیں محرّف اور تبدیل شدہ اور ان کی شریعت جھوٹی اور گھڑی ہوئی ہے۔ یہ چیز ان کے اکابر سے منتقل ہوئی ہے اور آج ان کے ہاتھوں میں جو توریت موجود ہے اس میں کہیں کوئی اصلیت باقی نہیں ہے۔ اس اعتبار سے ان کے دین میں فساد واقع ہو جانے میں کوئی شبہ باقی نہیں ہے۔

اقتباسات بالا میں توریت کی تحریفات کا حوالہ آیا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ انجیل ان سے خالی ہے۔ علامہ موصوف نے انجیل میں جو تحریفات ہوئی ہیں ان کا بھی بالتفصیل جائزہ لیا ہے اور مثالوں اور دلائل کے ذریعہ انھیں ثابت کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

ونقول ان كفار بنى اسرائيل بدّلوا التوراة والزبور فزادوا و نقصوا وابقى الله تعالىٰ بعضها حجة عليهم كما شاء وبدل كفار النصارىٰ الانجيل كذلك فزادوا ونقصوا وابقى الله تعالىٰ بعضها حجة عليهم كماشاء۔[۱۰]

ہم کہتے ہیں کہ جس طرح کفار بنی اسرائیل نے توریت اور زبور میں تبدیلیاں کیں اور ان میں حذف و اضافہ کیا ان میں سے بعض چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ان کے خلاف حجت کے لیے باقی رکھا۔ اسی طرح کفار نصاریٰ نے انجیل میں تبدیلیاں کیں اور اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حذف واضافہ سے کام لیا۔اس میں سے بعض چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے جیسا کہ اس نے چاہا ان کے خلاف حجت کے لیے باقی رکھ دیا۔

امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب 'الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح' میں تفصیل سے جائزہ لیا ہے کہ انجیل میں کیسی تحریفات کی گئی ہیں اور کس طرح صحیح دین کی تعلیمات میں تبدیلیاں کر کے ایک نیا دین گھڑا گیا ہے۔اس تعلق سے مذکورہ کتاب کے چند ذیلی عناوین ملاحظہ کر لینا کافی ہے۔

فصل فی بطلان قیاس کتبهم علی القرآن۔ (۳/۲)

فصل فی ان الغلط إنما وقع فی الترجمة(۱۶/۲)

فصل فیما حدث فی التوراة من تغییر (۱۸/۲)

فصل فیما حدیث فی الانجیل من تبدیل (۲۰/۲)

فصل فی کیفیة التغییر الذی حدث فی الانجیل (۲۶/۲)

امام موصوف نے ٹھوس دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ توریت، انجیل اور زبور محرّف شدہ کتب ہیں۔ان میں اللہ کے کلام اور انسانوں کے کلام کے درمیان تمییز کرنا مشکل ہے۔

ہندومت کی مذہبی کتابیں اور ان کا استناد

ہندو مذہب کا شمار دنیا کے قدیم مذاہب میں ہوتا ہے۔آج بھی دنیا کے کئی ممالک میں اس کے ماننے والے موجود ہیں۔جیسے ہندوستان، نیپال، سری لنکا، بھوٹان وغیرہ اور ان کی تعداد بلاشبہ کروڑوں میں ہے۔اس مذہب کا مذہبی ادبی لٹریچر بھی کافی وسیع ہے، بلکہ دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اس کے پاس کثیر تعداد میں بنیادی مذہبی کتب موجود ہیں۔ان میں چند کے نام یہ ہیں: وید، پران، سمرتی، مہابھارت، اپنشد، بھگوت گیتا، رامائن اور شاستر وغیرہ۔ان کتب میں ہندو عقیدے کے مطابق وید کو ازلی تصور کیا جاتا ہے۔باقی دیگر کتب کی ترتیب و تدوین کا انتساب انسانی شخصیات کی طرف کیا جاتا ہے۔لہٰذا ذیل میں صرف وید پر مختصر تبصرہ درج کیا جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وید کا تعارف

وید کے معنیٰ ہیں اس چیز کو جان لینا جو معلوم نہ ہو، ہندوؤں کے نزدیک وید وہ کلام ہے جو برہما کے منہ سے نکلا ہے۔ وید میں اوامر و نواہی اور ترغیب و ترہیب کے مضامین ہیں۔ وید کا لکھنا شروع میں جائز نہیں سمجھا جاتا تھا اس لیے وہ بار ہا ضائع ہو چکی ہے۔ موجودہ وید کو پراشر کے بیٹے بیاس نے از سر نو تیار کیا ہے، پھر کشمیر کے ایک پنڈت بسکر کشمیری نے اس کو قلم بند کیا اور اس کی شرح لکھی۔ کہا جاتا ہے کہ وید کو بیاس نے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے جن کے الگ الگ نام ہیں۔ ریگ وید، یجر وید، سام وید، اتھر وید۔[۱۱]

ہندو مذہب کے ماننے والے وید کی ازلیت اور قدامت کے دعوے دار ہیں۔ مگر ایک ہندو مصنف پروفیسر انباش چندراوت رقم طراز ہیں:

> ''ایک ہندو، جسے پہلے پہل سنسکرت لٹریچر سے متعارف کرایا جائے، یہ دیکھ کر پریشانی محسوس کرے گا کہ متضاد مطالب اور موضوعات پر مختلف مستند کتابیں ہیں، لیکن ان سب کا نام وید یا سمرتی ہے۔ یہ اس لیے کہ وید اپنے وسیع مفہوم کے اعتبار سے کسی خاص کتاب کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ نام ہے دو ہزار سال کے طویل عرصہ پر پھیلے ہوئے لٹریچر کا۔ چونکہ یہ لٹریچر مظہر ہے اس علمی تگ و دو کے حاصل کا جسے ہندوستان کے رہنے والوں نے مختلف اطراف و جوار میں اس قدر طویل عرصے میں جمع کیا۔ اس لیے اسے لازماً متضاد عناصر کا مجموعہ ہونا چاہیے''۔[۱۲]

ایک دوسرے مصنف سوامی شروانند اسسٹنٹ سکریٹری رام کرشن مٹھ اینڈ مشن فرماتے ہیں:

> ''وشنو پران کے بیان کے مطابق اصل وید ابتداءً رشیوں پر الہام کیے گئے تھے۔ ان میں ایک لاکھ اشلوک اور چار حصے تھے۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ یہ حصے گڈمڈ ہو گئے اور وید کا بہت بڑا حصہ تاریکی میں غائب ہو گیا''۔[۱۳]

سوامی شروانند مزید فرماتے ہیں: اندرونی شہادت سے بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ دوسرے سمتھاؤں (ویدوں) میں رگ وید کے بعض حصوں کو کم و بیش کر کے اور بڑا کر کے بیان کر دیا گیا ہے۔ یجر وید اور سام وید معمولی اضافوں اور تبدیلیوں کے ساتھ رگ وید کے قابل لحاظ حصوں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشتمل ہیں اتھروید، جو سب سے آخری وید ہے، اس میں بھی رگ وید کے بہت سے منتر ہیں۔ خود ''تریائی'' کا لفظ جو ویدک کتابوں کی نشان دہی کے لیے استعمال ہوتا ہے، اس بات کو واضح کرتا ہے کہ وید اصل میں تعداد کے اعتبار سے صرف تین تھے اور اتھروید بعد کا اضافہ ہے۔[۱۴]

رگ وید کی بیس شاکھاؤں میں سے صرف شاکل شاکھا ہی رائج ہے، باقی شاکھائیں اب نہیں ملتیں۔ شاکل شاکھا کے آخری منتر اور باشکل سنگھتا کے آخری رچا میں فرق پایا جاتا ہے، منتروں کی تعداد مساوی نہیں۔ شاکل میں صرف ۱۰۱۷ سوکت ہیں، جب کہ باشکل میں ۱۰۲۵۔ مشکل یجروید کی دو خاص شاکھاؤں میں ۱۱۱ منتروں کا فرق پایا جاتا ہے۔ کرشن یجروید کی ۸۵ شاکھاؤں میں سے آج صرف ۴ شاکھائیں ملتی ہیں۔ سام وید کی ۱۵۰۴ رچائیں رگ وید سے لی گئی ہیں۔ پرانوں کے مطابق سام وید کی تعداد ایک ہزار تھی اس وقت صرف تیرہ کے نام ملتے ہیں۔ جن میں تین ہی محفوظ رہ سکے ہیں۔ ویدوں میں منتروں کی تکرار بھی پائی جاتی ہے۔ یجروید کے کل منتروں کی تعداد دیانند کے نزدیک ۱۹۷۵ ہے تو ساتولیکر کے نزدیک ۱۴۰۰، شیوشنکر کے نزدیک ۱۹۸۷ اور سوامی ہری پرشاد کے نزدیک ۱۰۰۰۔ سب سے زیادہ تحریف سام وید میں ہوئی ہے۔ اجمیر میں شائع شدہ سام وید کے منتروں کی تعداد ۱۸۲۴ ہے، تو جیوانند کے مطبوعہ نسخہ میں ۱۸۰۸، پنڈت شیوشنکر آریہ کے نزدیک منتروں کی تعداد ۱۵۴۹ ہے اور پنڈت ولیکر کے نزدیک صرف ۷۰ ہے، انھوں نے شائع شدہ ویدوں میں تحریفات کی مثالیں پیش کی ہیں۔ منتروں کے علاوہ قدیم نسخوں میں اختلافِ الفاظ کی بھی کثرت ہے۔ پروفیسر وہٹی نے ساین بھاش کے اتھروید کا دوسرے قلمی نسخوں سے مقابلہ کیا تھا تو انھیں پہلے ہی کانڈ میں تین سو سے زائد اختلاف ملے۔[۱۵]

خلاصہ یہ ہے کہ ہندومت کی بنیادی کتاب وید محفوظ اور قابل اعتماد نہیں ہے۔ اس کا اعتراف بہت سے ہندو محققین نے کھلے عام کیا ہے۔

پارسیوں کی مذہبی کتاب اور اس کا استناد

دنیا کے قدیم مذاہب میں پارسی مذہب کا بھی شمار ہوتا ہے اس کے بانی زردشت کا زمانہ ۵۸۵ تا ۶۶۰ قبل مسیح مانا جاتا ہے۔ اس کی بنیادی مذہبی کتاب ''ژند''[۱۶] ہے۔ یہ کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زردشت کے عہد سے ہی نادر الوجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ژند کے پچیس ابواب تھے، اب صرف انیسواں باب 'وندیداد' پایا جاتا ہے۔ ژند کے بعد اس کا درجہ پاژند[۱۷] نے حاصل کرلیا۔ لیکن سکندر مکڈونی کی فتحِ ایران کے بعد وہ بھی عنقا ہوگئی۔ سکندر کے بعد تین سو سال تک طوائف الملوکی رہی اور مذہبی حالت بھی بہت خراب تھی جب اردشیر بابکان ایران کا بادشاہ بنا تب ژند و پاژند کی جگہ دساتیر لکھی گئی اور اس کو آسمانی کتاب کا درجہ دیا گیا۔ لیکن جب مانی نے اپنا مذہب چلایا تب دساتیر کو بھی ختم کردیا گیا۔ مانی کے بعد مزدک نے اپنا مذہب ایجاد کیا اور اس نے پارسیوں کی مذہبی کتابوں کو اچھی طرح سے تباہ و نابود کردیا۔[۱۸]

دنیا کے اہم اور مشہور مذاہب کے مآخذ و مراجع کی محفوظیت سے متعلق اس مختصر تبصرے کے بعد آیئے دیکھیں کہ اسلام کے مآخذ و مراجع یعنی قرآن و حدیث کی حفاظت کی کیا تاریخی کوششیں ہوئی ہیں۔

جمع و تدوینِ قرآن

دوسری سماوی کتب کے برعکس قرآن کا نزول چونکہ تدریجاً تیئس سال کے عرصہ میں ہوا ہے۔ لہٰذا یہ سوال پیدا ہونا فطری ہے کہ قرآن کی حفاظت اور اس کی جمع و تدوین کا کام کب اور کیسے انجام پایا؟ اس کی تفصیلات سے قطع نظر یہاں بعض مستند نصوص کو پیش کیا جاتا ہے جن سے حفاظتِ قرآن کی تاریخ پر روشنی پڑتی ہے۔

عہدِ نبوی میں جب تک قرآن کا نزول ہوتا رہا اس کی کتابت و حفاظت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے براہ راست اپنی نگرانی میں کرائی اور نازل شدہ ہر آیت کو متعلقہ سورت میں درج کرایا۔ حفاظتِ قرآن کے آخری درجے کے اہتمام کے پیشِ نظر ہی آپؐ نے اپنے ارشادات و اقوال کو ضبطِ تحریر میں لانے سے منع کردیا تھا تاکہ آیاتِ قرآنی سے وہ خلط ملط نہ ہوں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتکتبوا عنّی ومن کتب عنّی غیر القرآن فلیمحہ۔[۱۹]

مجھ سے صادر ہونے والا کوئی کلمہ سوائے قرآن کے نہ لکھا کرو اور اگر کسی نے لکھا ہو تو وہ اس کو مٹادے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی یہ ممانعت نزول قرآن کے اول دور میں تھی بعد میں آپؐ نے اس کی اجازت دے دی تھی چنانچہ متعدد صحابہ نے آپ کی احادیث کو ضبط تحریر میں لا کر ان کے مجموعے تیار کر لیے تھے۔

کتابتِ قرآن کے تعلق سے حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں:

أرسل إليّ ابوبكرؓ قال انک کنت تکتب الوحی لرسول اللّٰہ ﷺ فاتبع القرآن [۲۰]

حضرت ابوبکرؓ نے مجھے بلا بھیجا اور فرمایا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی (قرآن) کی کتابت کرتے تھے۔ اس لیے اب قرآن کو یکجا کرنے کا کام کرو۔

اس روایت میں کتابت وحی کے سلسلے میں صرف زید بن ثابت کا ذکر آیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف وہی قرآن مجید کے کاتب تھے بلکہ ان کے علاوہ ایک پوری جماعت اس مبارک کام کو انجام دیتی رہی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں:

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی کی کتابت زید بن ثابتؓ کے علاوہ ایک پوری جماعت نے کی ہے۔ مکہ میں قرآن کا جو بھی حصہ نازل ہوا اس کی کتابت زید بن ثابت کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کی، کیوں کہ زید بن ثابت نے ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ مدینہ میں اگرچہ زیادہ تر زید بن ثابتؓ وحی کی کتابت کرتے تھے، کیونکہ وہ اس کام کے لیے وقف تھے۔ مگر ان کی عدم موجودگی میں دوسرے صحابہ کرامؓ نے بھی وحی کی کتابت کی ہے۔ چنانچہ یہ بات معلوم ہے کہ زید بن ثابت سے پہلے ابی بن کعب نے وحی کی کتابت کی، بلکہ مدینہ میں پہلے کاتبِ وحی وہی تھے۔ اور مکہ میں پہلے کاتبِ وحی قریش کے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح تھے جو مرتد ہو گئے تھے مگر بعد میں پھر اسلام قبول کر لیا تھا۔ فی الجملہ کاتبان وحی میں خلفاء اربعہ کے علاوہ زبیر بن العوام، خالد اور ابان (یہ دونوں سعید بن العاص بن امیہ کے بیٹے ہیں) حنظلہ بن الربیع الأسدی، معیقیب بن ابی فاطمہ، عبداللہ بن الأرقم الزہری، شرحبیل بن حسنہ اور عبداللہ بن رواحہ وغیرہ تھے''۔ [۲۱]

حافظ ابن حجرؒ نے امام احمد بن حنبل، اصحابِ سنن ثلاثہ، ابن حبان اور حاکم کے حوالے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے ایک روایت نقل کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو وحی نازل ہوتی تھی اس کی کتابت کی خدمت متعدد اصحاب انجام دیتے تھے۔ وہ روایت اس طرح ہے:

عن عثمان بن عفانؓ قال كان رسول الله ﷺ مما ياتي عليه الزمان ينزل عليه من السور ذوات العدد فكان اذا نزل عليه الشئ يدعو بعض من يكتب عنده، فيقول: ضعوا هذا في السورة التي يذكر فيها كذا۔[۲۲]

حضرت عثمان بن عفانؓ سے مروی ہے کہ بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ساتھ متعدد سورتیں نازل ہوتیں، پس جب کوئی چیز نازل ہوتی تو آپ کاتبانِ وحی میں سے کسی کو بلا کر کہتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں فلاں جگہ لکھو۔

حفاظتِ قرآن کے تعلق سے کتابتِ وحی کا مکمل اہتمام کیا گیا تھا مگر اس کا مدار صرف کتابت پر نہیں تھا بلکہ حفظ بھی ایک اہم ذریعہ تھا جس کو صحابہ کرامؓ نے اختیار کیا۔ سیکڑوں صحابہ کرام تھے جو ''قرّاء قرآن'' کے لقب سے مشہور تھے چنانچہ واقعۂ بئر معونہ میں ستر قرّاء شہید ہوئے، جنگ یمامہ میں کثیر تعداد میں قراء کی شہادت کا ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ روایتوں میں آتا ہے کہ آپؐ نے بعض قبائل کو دین کی تعلیم دینے کے لیے متعدد قراء بھیجے۔ صحابہ کرامؓ کو قرآن کریم سیکھنے اور اسے یاد رکھنے کا اتنا جذبہ وشوق تھا کہ ان میں اس بارے میں مسابقت ہوتی تھی کہ کون قرآن کا زیادہ حصہ یاد کرتا ہے۔ بعض عورتوں نے اپنی شادی میں مہر طے کیا کہ ان کا شوہر انھیں قرآن سکھا دے۔ غرض کہ صحابہ کرام نے قرآن کی حفاظت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ بعض صحابہ اس میں بہت ممتاز تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے قرآن سیکھنے کا حکم دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

خذوا القرآن من اربعة، من عبدالله ابن مسعود و سالم و معاذ و ابی بن كعب۔[۲۳]

چار اصحاب سے قرآن سیکھو۔ عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ اور ابی بن کعب۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ قرآن مجید کے ممتاز عالم تھے۔ حضرت مسروق فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال عبداللہؓ واللہ الذی لا إلہ غیرہ، ما انزلت سورۃ من کتاب اللہ إلا أنا اعلم این انزلت، ولا انزلت آیۃ من کتاب اللہ إلا أنا أعلم فیمن انزلت، ولو اعلم احداً اعلم منی بکتاب اللہ تبلغہ الابل لرکبت إلیہ۔[۲۴]

عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ قرآن کی کوئی سورت نازل نہیں ہوئی مگر مجھے علم ہے کہ وہ کہاں نازل ہوئی اور قرآن کی کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اگر میں جانتا ہوتا کہ قرآن کے بارے میں مجھ سے زیادہ کوئی علم رکھنے والا ہے اور وہ کسی دور دراز علاقے میں رہتا ہے جہاں تک اونٹ کی سواری پہنچ سکتی ہے تو میں ضرور اس تک پہنچ کر وہ علم حاصل کرتا۔

اسی ماخذ میں ایک دوسری روایت میں ابن مسعود سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی ستر سے زائد سورتیں یاد کیں اور باقی سورتیں آپؐ کے اصحاب سے سیکھی۔[۲۵]

علماء اسلام نے ان صحابہ کرام کے نام گنائے ہیں جن کو عہد نبویؐ میں پورا قرآن حفظ تھا۔ یا جنہوں نے اسے تحریری شکل میں جمع کیا تھا۔[۲۶]

صحابہ کرامؓ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حفاظتِ قرآن کی فکر رہتی تھی۔ چنانچہ جب وحی کا نزول ہوتا تو آپؐ اس کو یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی دہرانے لگتے تھے جس سے آپ کو منع کر دیا گیا اور وعدہ کیا گیا کہ قرآن کی حفاظت اور اسے آپ کو یاد کرانا اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ چنانچہ روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل ہر سال رمضان میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرآن کا مذاکرہ و مدارسہ کرتے تھے۔ یعنی وہ قرآن کے نازل شدہ حصے کو پڑھ کر آں حضرتؐ کو سناتے تھے آخری سال حضرت جبرئیلؑ نے دوبار پڑھ کر سنایا تاکہ آپؐ کو پورا قرآن ازبر ہو جائے اور کسی آیت کے بھولنے کا ذرا بھی امکان نہ رہ جائے۔ نیز سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کا صحیح تعین بھی ہو جائے۔ حضرت فاطمہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے ان سے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان جبرئیل کان یعارضنی بالقرآن کل سنة وإنه عارضنی العام مرتین ولا أراه إلا حضر اجلی۔ [۲۷]

حضرت جبرئیل ہر سال (رمضان میں) ایک بار مجھے قرآن پڑھ کر سناتے تھے مگر امسال دوبار انھوں نے سنایا۔ اس سے مجھے خیال ہوتا ہے کہ اب میری وفات کا وقت قریب آ گیا ہے۔

اس روایت کی تشریح میں حافظ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ بعض روایتوں سے پتا چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دوبار پڑھ کر قرآن سنایا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا۔ [۲۸]

جمع وتدوینِ قرآن-خلافت صدیقی میں

عہدِ نبویؐ میں قرآن کی حفاظت کا پورا اہتمام کیا گیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کو کتابی شکل میں یکجا نہیں کیا گیا، بلکہ آیاتِ قرآنی لوگوں کے ذہنوں میں محفوظ اور مختلف اجزاء میں منتشر تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ابھی نزول قرآن کا سلسلہ جاری تھا۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں یہ ممکن تھا نہ مناسب کہ نزول مکمل ہونے سے پہلے اجزاء قرآن کو یکجا کتابی صورت میں جمع کر دیا جاتا مگر جب آپؐ کی وفات ہوگئی تو اب اس کی ضرورت متقاضی ہوئی چنانچہ اس مبارک کام کو خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے انجام دیا اور اجزاء قرآن جو مختلف اشیاء پر مکتوب اور لوگوں کے سینوں میں محفوظ تھے ان کو ایک کتابی صورت میں جمع کر دیا اس کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک روایت میں موجود ہے۔ جس میں حضرت ابوبکر وعمر کی طرف سے جنگ یمامہ میں کثیر تعداد میں قراء قرآن کی شہادت پر تشویش کا اظہار، جمع قرآن کے تعلق سے ان کی فکرمندی اور قرآن کو کتابی صورت میں جمع کرنے سے متعلق حضرت زید بن ثابت سے مکالمہ اور ان کی آمادگی درج ہے۔ اس روایت کا آخری حصہ یہ ہے:

فتتبعت القرآن اجمعه من العسب واللخاف وصدور الرجال حتی وجدت آخر سورة التوبة مع ابی خزیمة الانصاری لم اجدها مع احد غیره (لقد جاء کم رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

من انفسکم عزیز علیه ما عنتم) (التوبۃ:۱۲۸) حتی خاتمة براء ۃ فکانت الصحف عند ابی بکر حتی توفاه الله ، ثم عند عمر حیاته، ثم عند حفصة بنت عمر۔[۲۹]

چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کریم کو جمع کیا۔ یہاں تک کہ سورۂ توبہ کی آخری آیات (لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ماعنتم الخ) ابوخزیمہ انصاری کے پاس ملیں یہ (لکھی ہوئی شکل میں) اور کسی کے پاس نہیں تھیں۔ پھر تیار کردہ صحف حضرت ابوبکر کے پاس رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہوگیا، ان کے بعد حضرت عمر کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کی بیٹی حضرت حفصہؓ کے پاس رہے۔

جمع وتدوینِ قرآن کے تعلق سے مذکورہ روایت انتہائی اہمیت کی حامل ہے۔ اس مرحلہ میں جمع قرآن کی حقیقت کو جاننے کے لیے حضرت زید بن ثابتؓ کے طریق کار کا گہرائی سے مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں بعض نکات کی طرف سطور ذیل میں اشارے کیے جاتے ہیں:

۱- حضرت زید بن ثابتؓ خود حافظ قرآن تھے۔ وہ اپنی یادداشت کی بنیاد پر بھی قرآن مجید کی جمع وتدوین کا کام کر سکتے تھے، ان کے علاوہ دیگر سیکڑوں حفاظ کرام سے مدد لے سکتے تھے، نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں مکتوب یکجا مصاحف کی مدد سے بھی جمع وتدوین کا کام انجام پا سکتا تھا مگر انھوں نے احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے کسی ایک طریقہ پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ تمام ذرائع کو استعمال کیا اور اس وقت تک کوئی آیت زیر تدوین مصحف میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی جو آیات دیگر صحابہ کرامؓ سے اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابہ کرام کے پاس محفوظ تھیں۔ حضرت زید نے انھیں یکجا کیا۔ اس سلسلے میں اعلان عام کر دیا گیا کہ جس شخص کے پاس کوئی آیت تحریری شکل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوا سے حضرت زید کے پاس لے آئے۔ جب کوئی شخص اس طرح کی کوئی آیت لے کر آتا تو اس کی اچھی طرح جانچ پرکھ کر لی جاتی چنانچہ اس سلسلے میں یہ شرط لگا دی گئی تھی کہ اس طرح کی کوئی تحریر دو گواہوں کے ساتھ ہی قبول کی جائے گی۔ یہ گواہی اس بات پر ہوتی تھی کہ متعلقہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی ہے۔

۳- جمع و تدوین قرآن کی یہ ذمہ داری حضرت زیدؓ پر تنہا نہیں ڈالی گئی تھی، بلکہ حضرت عمرؓ کو بھی اس میں شریک کیا گیا تھا۔ روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں کو مسجد کے دروازے پر بٹھا دیا اور لوگوں کو تحریری شکل میں موجود آیاتِ قرآنی لانے کا حکم دیا۔ گویا کوئی بھی آیت حضرت زید محض اپنے اختیار سے قرآن میں شامل نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت عمرؓ کی اس پر توثیق ہوتی تھی اور دو گواہ پیش کیے جاتے تھے تب اس کا اندراج ہوتا تھا۔

۴- اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ کے لکھے ہوئے مختلف مجموعوں کا موازنہ کیا جاتا تھا اور ایک کی دوسرے سے تصدیق و توثیق کی جاتی تھی۔ یہ طریقہ محض غایت درجہ احتیاط کے پیش نظر اختیار کیا گیا تھا۔[۳۰]

اس طرح قرآن جو الگ الگ چیزوں میں مرقوم تھا بین الدفتین یکجا کیا گیا اور وہ خلیفہ دوم حضرت عمر بن الخطابؓ تک سرکاری نگرانی میں رہا، مگر ان کے انتقال کے بعد ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس آ گیا۔

جمع و تدوین قرآن - خلافت عثمانی میں

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں اسلامی سلطنت کی سرحدیں کافی وسیع ہو گئی تھیں پھر حضرت عثمانؓ کے عہد میں ان میں مزید وسعت پیدا ہوئی، جس سے نئے نئے علاقوں کے لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے، ان کی مادری زبان عربی نہ تھی مگر دین سیکھنے کے لیے قرآن پڑھنا ضروری تھا۔ یہ بات معلوم ہے کہ قرآن کو سات قراءتوں کے ساتھ پڑھنے کی اجازت تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف صحابہ کرامؓ اور ان سے ان کے تلامذہ نے قرآن کو مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا۔ اس طرح قراءتوں کا یہ اختلاف مملکت اسلامیہ کے دور دراز علاقوں تک پہنچ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گیا۔ اختلاف قراءت کی حقیقت سے لوگوں کی واقفیت بھی کم ہوتی گئی جس کی وجہ سے ان میں تنازعات پیدا ہونے لگے۔ بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دوسرے کی قراءت کو غلط قرار دینے لگے۔ بلکہ اس سے آگے آپس میں ایک دوسرے کی تکفیر تک کرنے لگے ایسی صورت میں ضرورت تھی کہ قرآن کی ایسی تدوین کی جائے کہ یہ اختلاف ختم ہوں۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے یہ فریضہ انجام دیا جس کی وجہ سے قراءتوں کے اختلافات ختم ہوگئے۔ اگرچہ وہ قراءتیں آج بھی متعارف ہیں، مگر مصحف ایک قراءت کے مطابق مرقوم ہے۔ اس واقعہ کا صحیح بخاری کی ایک روایت میں تفصیلاً ذکر ہوا ہے۔[۳۱] حضرت عثمانؓ کی جمع وتدوین قرآن کے حوالے سے دوسری عظیم خدمت مصحف صدیقی کے متعدد نسخے تیار کرانے سے متعلق ہے جیسا کہ پچھلی سطور میں یہ بات آ چکی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعہ سے ایک نسخہ تیار کرایا تھا جو ان کے پاس رہا پھر حضرت عمرؓ کے پاس اور ان کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس رہا۔ حضرت عثمانؓ نے ان سے وہ نسخہ منگوایا اور اس سے مزید سات نسخے تیار کرائے اور ان کو مختلف علاقوں کے مراکز میں بھیج دیا گیا اور لوگوں کو اسی نسخے کے مطابق قراءت کرنے کی تاکید فرمادی۔ بلکہ دیگر نسخوں کو نذرِ آتش کر دینے کی بات بھی روایتوں میں وارد ہے۔[۳۲] ظاہر ہے کہ اب ان منتشر اجزاء کی ضرورت نہیں تھی جو متعدد صحابہ کے پاس موجود تھے۔ حضرت عثمان کی اس خدمت کو صحابہ کرامؓ نے استحسان کی نظر سے دیکھا اور تمام صحابہ کرام نے ان کی حمایت وتائید کی۔ اس بارے میں حضرت علیؓ کا یہ قول مشہور ہے:

لاتقولوا فی عثمان الا خیرا فوالله مافعل الذی فعل فی المصاحف الا عن ملأ منا۔[۳۳]

حضرت عثمان کے بارے میں کوئی بات ان کی بھلائی کے سوا نہ کہو کیوں کہ اللہ کی قسم انھوں نے مصاحف کے معاملہ میں جو کام کیا وہ ہم سب کی موجودگی میں اور ہمارے مشورے سے کیا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو قرآن آج ہمارے پاس موجود ہے وہ وہی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترا تھا اس میں کوئی کمی بیشی واقع نہیں ہوئی ہے اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔[۳۴] علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القرآن المکتوب فی المصاحف فی شرق الارض وغربها لایشکون ولا یختلفون فی ان محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب اتی به واخبر ان الله عز وجل اوحی به إلیه وان من اتبعه اخذه عنه کذلک ثم اخذ عن اولئک حتی بلغ الینا۔[۳۵]

جو قرآن مصاحف میں تحریری شکل میں موجود اور مشرق و مغرب میں رائج ہے اس کے بارے میں کسی کو کوئی شک اور اختلاف نہیں ہے کہ یہ وہی قرآن ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب لے کر آئے اور ان کے بارے میں خبر دی کہ وہ ان پر اللہ عزوجل کی طرف سے وحی کیا گیا ہے۔ آپؐ کے اصحاب نے آپؐ سے یہی قرآن پایا اور ان کے بعد دوسرے لوگوں تک یہ منتقل ہوا۔ یہاں تک کہ ہم تک پہنچا۔

سنت کی محفوظیت

قرآن کی تشریح و توضیح سنتِ رسول سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَنزَلنَآ اِلَیکَ الذِّکرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَانُزِّلَ اِلَیهِم (النحل:۴۴)

اور ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے۔

سنت کے بغیر شریعت کے احکام پر عمل ممکن نہیں۔ ایسی صورت میں یہ لازمی بات ہے کہ قرآن کی حفاظت کے ساتھ سنت کی حفاظت کا بھی ایسا اہتمام ہو کہ اس پر اعتماد قائم رہے اور اس پر عمل کرنے میں اطمینان حاصل ہو۔

سنت یا احادیث کی حفاظت کے تعلق سے ایک شبہ یہ پیدا کیا جاتا ہے کہ نبی کریمؐ نے قرآن کی حفاظت بذریعہ کتابت کا جس طرح اہتمام فرمایا تھا اور اس کام کے لیے متعدد صحابہ کو متعین کیا تھا ایسا اہتمام آپؐ نے احادیث کی حفاظت کے تعلق سے نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ احادیث لکھنے سے منع کرتے تھے۔[۳۶]

اس شبہے کا جواب یہ ہے کہ کسی چیز کی حفاظت کے لیے تحریر کی شرط کہاں سے ضروری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار پا گئی، اگر ایسا ہوتا تو توریت و انجیل میں تحریف نہ ہوئی ہوتی، کیوں کہ ان کو یہود و نصاریٰ کے علماء لکھتے تھے۔ اس کے باوجود ان میں تحریف و تبدیلی واقع ہوئی۔ اگر کتابت محفوظیت کا واحد ذریعہ ہوتی تو ایسا نہ ہوتا۔ علماء نے محفوظیت کا جو بنیادی اصول بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ احادیث کے حاملین عادل و ثقہ ہوں اور اپنے ہی جیسے ثقہ و عادل اشخاص تک ان کو منتقل کریں۔ صحابہ کرامؓ اور بعد کے رواۃ حدیث پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح نکھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ احادیث کے منتقل کرنے والے انہی اوصاف سے متصف تھے۔ امام ابن تیمیہؒ صحابہ کرامؓ اور بعد کے رواۃ کی ثقاہت اور عدالت پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''صحابہ کرام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث بیان کرنے میں سب سے زیادہ سچے ہیں ان کے بارے میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ان میں سے کسی نے کبھی آپؐ کی طرف جھوٹی بات منسوب کی ہو، باوجود اس کے کہ ان سے بعض لغزشیں سرزد ہوئیں اور وہ گناہ سے معصوم نہیں تھے۔ نقد و جرح کرنے والوں نے ان کی بیان کردہ احادیث کو اچھی طرح جانچنے کے باوجود کسی کے بارے میں یہ نہیں پایا کہ کسی نے قصداً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کر دی ہو''۔ [۳۷]

یہ صحابہ کرامؓ کی ثقاہت و عدالت کے بارے میں ابن تیمیہؒ کی شہادت تھی۔ ان کے بعد تابعین عظامؒ کا طبقہ آتا ہے ان کی ثقاہت و عدالت کو بھی علماء نقد و جرح نے پرکھا ہے اور اس کی تصدیق کی ہے۔ امام موصوف آگے لکھتے ہیں:

> ''مکہ، مدینہ، شام اور بصرہ میں جتنے تابعین تھے ان میں سے کسی کا جھوٹا ہونا معروف نہیں ہے، لیکن غلطی سے کوئی انسان محفوظ نہیں ہے۔ اس بنا پر ان میں سے بعض کو ضعیف قرار دیا گیا ہے اور بعض کے بارے میں اہل علم (اصحاب جرح و تعدیل) نے کلام کیا ہے۔ مگر یہ کلام ان کے حافظہ یعنی یادداشت کی کمی کے بارے میں ہے جس کی وجہ سے انھوں نے غلطی کی یا بھول گئے۔ ان میں سے کسی کے بارے میں عمداً جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے''۔ [۳۸]

رواۃ حدیث کی ثقاہت و عدالت کے تسلسل کے حوالے سے امام موصوف لکھتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین اسلام کی حفاظت کا انتظام تھا کہ کسی طبقۂ رواۃ میں عمداً جھوٹ بولنے والے کی اللہ تعالیٰ نے پردہ دری کر دی اور اس کا معاملہ لوگوں پر واضح ہو گیا۔ [۳۹]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبقات رواۃ اور سلسلۂ سند پر نظر ڈالنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ احادیثِ نبوی کی کیسی غیر معمولی حفاظت ہوئی ہے۔ رواۃ کے افادہ واستفادہ کا ایک مربوط ومضبوط سلسلہ ہے جس کے درمیان کہیں خلا نہیں ہے۔ امام موصوف طبقات رواۃ کے تسلسل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''میرا مقصد یہ ہے کہ میں علم کے طرق (یعنی دین خصوصاً احادیث ایک سے دوسرے تک پہنچنے کے ذرائع) کو واضح کردوں۔ خلفاء اربعہ کے بعد لوگوں نے جن صحابہ کرامؓ سے علم سیکھا ان میں ابی بن کعب، ابن مسعود، معاذ بن جبل، ابودرداء، زید بن ثابت، حذیفہ، عمران بن حصین، ابوموسیٰ، سلمان، عبداللہ بن سلام اور ان جیسے دوسرے اصحاب رسولؐ ہیں۔ پھر ان کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ، ابن عباس، ابن عمر، عبداللہ بن عمرو، ابوسعید اور جابر بن عبداللہ وغیرہم ہیں۔''[۴۰]

یہاں صحابۂ کرام کے تین طبقات کا ذکر ہے، اسی طرح تابعین عظام اور تبع تابعین کے بھی مختلف طبقات ہیں، ان کا تذکرہ امام موصوف نے یوں کیا ہے:

صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین میں حدیثِ رسولؐ کے سیکھنے والے فقہاء کرام اور ان کے علاوہ دوسرے اصحاب علم ہیں۔ ان میں سعید بن المسیب، عروۃ بن الزبیر، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ، قاسم بن محمد، سالم بن عبداللہ، ابوبکر بن عبدالرحمان بن الحارث بن ہشام، علی بن الحسین، خارجہ بن زید بن ثابت، سلیمان بن یسار، اسی طرح علقمہ، اسود، شُریح القاضی، عبیدہ السلمانی، حسن البصری اور محمد بن سیرین اور ان جیسے دوسرے بہت سے لوگ ہیں۔ ان کے بعد کے طبقہ میں امام زہری، قتادہ، یحییٰ بن ابی کثیر، مکحول الشامی، ایوب السختیانی، یحییٰ بن سعید الانصاری، یزید بن ابی حبیب المصری اور ان کے معاصرین ہیں۔ ان کے بعد کے طبقہ میں امام مالک، ثوری، حماد بن زید، حماد بن ابی سلمہ، لیث، اوزاعی، شعبہ، زائدہ، سفیان بن عیینہ وغیرہ آتے ہیں۔ ان کے بعد کے طبقہ میں یحییٰ القطان، عبدالرحمان بن مہدی، ابن المبارک، عبداللہ بن وہب، وکیع بن الجراح، اسماعیل بن علیہ، ہُشیم بن بشیر، ابویوسف القاضی، امام شافعی، احمد بن حنبل، حمیدی، اسحاق ابن راہویہ، قاسم بن سلام، ابوثور، ابن معین، ابن المدینی، ابوبکر بن ابی شیبہ اور ابوخثیمہ زہیر بن حرب وغیرہ ہیں۔ ان کے بعد بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابوزرعہ، ابوحاتم، عثمان بن سعید

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الدارمی، محمد بن مسلم بن وارہ، ابوبکر الأثرم، ابراہیم الحربی، بقی بن مخلد اندلسی اور محمد بن وضاح جیسے ائمہ حدیث ہیں۔ ان کے معاصرین میں عبدالرحمٰن النسائی، ترمذی، ابن خزیمہ، محمد بن نصر المروزی، محمد بن جریر الطبری، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم قابل ذکر ہیں۔ ان کے بعد کے طبقہ میں ابوحاتم البستی، ابوبکر النجاد، ابوبکر النیسا پوری، ابوالقاسم الطبرانی، ابوالشیخ الاصبہانی اور ابو احمد العسال الاصبہانی وغیرہ آتے ہیں۔ ان کے بعد ابوالحسن الدار قطنی، ابن مندہ، الحاکم، ابوعبداللہ، عبدالمغنی بن سعید اور ان جیسے بے شمار اشخاص ہیں، جنھوں نے حفاظت حدیث کی ذمہ داری اٹھائی، ان طبقات کا ذکر کرنے کے بعد امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

''یہ حضرات اور ان جیسے دیگر اصحاب علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ واقف تھے، اگرچہ ان میں بعض ایسے ہیں جنھوں نے دوسروں سے زیادہ روایت کی ہے اور بعض کو احادیث کی صحت وضعف کا زیادہ علم ہے اور وہ متن حدیث کو زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ (یعنی ان میں ان پہلوؤں سے تفاوت ہے باوجود اس کے وہ احوال رسولؐ سے سب سے زیادہ واقف ہیں''۔ [۴۱]

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ حدیث کی تدوین تیسری صدی ہجری میں ہوئی اور اصحاب کتب ستہ خصوصاً امام بخاری و مسلم نے حدیث کی تدوین کی اگر یہ حضرات حدیث کی حفاظت کے لیے کھڑے نہ ہوتے تو آج حدیث باقی نہ رہتی۔ امام ابن تیمیہ اس شبہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کسی حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کی روایت بخاری و مسلم نے کی ہے یہ محض اس روایت کی صحت کی ایک علامت ہے نہ یہ کہ محض بخاری و مسلم کے روایت کرنے کی وجہ سے وہ صحیح ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بخاری و مسلم نے جن احادیث کی تخریج کی ہے ان کی روایت ان کے علاوہ بے شمار علماء و محدثین نے کی ہے جن کی تعداد اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ کسی حدیث کی روایت کرنے میں وہ دونوں منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ ہر وہ حدیث جو انھوں نے روایت کی ہے ان سے پہلے، ان کے زمانے میں، اور ان کے بعد، کثیر تعداد میں لوگوں نے روایت کی ہے۔ اگر امام بخاری اور امام مسلم پیدا نہ ہوئے ہوتے تو بھی اس دین میں کوئی کمی نہ رہ جاتی کیونکہ ان کی روایت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کردہ احادیث صحیح اسناد کے ساتھ پہلے سے موجود تھیں۔"[۴۲]

حفاظتِ حدیث کے سلسلے میں محدثین کرام کی کوششوں کو تمام قدیم وجدید علماء نے سراہا ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ عصر حاضر کے مشہور مفکر مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ کا ایک اقتباس پیش کیا جارہا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"محدثین کرام نے عہد رسالت اور عہد صحابہ کے آثار واخبار جمع کرنے اور ان کو چھانٹنے اور ان کی حفاظت کرنے میں وہ محنتیں کی ہیں جو دنیا کے کسی گروہ نے کسی دور کے حالات کے لیے نہیں کیں۔ انھوں نے احادیث کی تنقید وتنقیح کے لیے جو طریقے اختیار کیے وہ ایسے ہیں کہ کسی دور گذشتہ کے حالات کی تحقیق کے ان سے بہتر طریقے عقل انسانی نے آج تک دریافت نہیں کیے۔ تحقیق کے زیادہ سے زیادہ معتبر ذرائع جو انسان کے امکان میں ہیں، وہ سب اس گروہ نے استعمال کیے اور ایسی سختی کے ساتھ استعمال کیے ہیں کہ کسی دورِ تاریخ میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ درحقیقت یہی چیز اس امر کا یقین دلاتی ہے کہ اس عظیم الشان خدمت میں اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق شامل رہی ہے اور جس خدا نے اپنی آخری کتاب کی حفاظت کا غیر معمولی انتظام کیا ہے اسی نے اپنے آخری نبی کے نقوشِ قدم اور آثارِ ہدایت کی حفاظت کے لیے بھی وہ انتظام کیا ہے جو اپنی نظیر آپ ہے۔"[۴۳]

حفاظتِ حدیث کے حوالے سے فن اسماء الرجال کی ایجاد ہوئی۔ اس کے تحت لاکھوں شخصیات کی سوانح محفوظ ہوگئی ہیں۔ اس کا اعتراف بعض غیر مسلم محققین نے بھی کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانیؒ نے معروف مستشرق ڈاکٹر اسپرنگر کا یہ اعتراف نقل کیا ہے:

"نہ کوئی قوم دنیا میں ایسی گزری ہے نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح اسماء الرجال سا عظیم الشان فن ایجاد کیا جس کی بدولت آج پانچ لاکھ شخصوں کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔"[۴۴]

مسلمانوں کا یہی وہ زرّیں کارنامہ ہے جس کی بدولت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ آج منقح صورت میں ہمارے سامنے موجود ہیں اور کسی بھی روایت کی صحت یا ضعف کا ہمیں پورا یقینی علم حاصل ہوجاتا ہے جس کی بنا پر ہمارے لیے شریعتِ اسلامیہ پر عمل پورے شرحِ صدر کے ساتھ ممکن ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

[۱] مسلم کتاب الجنۃ، باب الصفات التی یعرف بھا فی الدنیا اھل الجنۃ واھل النار، ۷۲۰۷، مسند احمد: ۴/ ۱۶۲

[۲] شرح نووی علی صحیح مسلم، دار الریان للتراث قاہرہ، ۱۹۸۷ء، ۱۷/ ۱۹۸، فمعناہ محفوظ فی الصدور لا تیطرق الیہ الذھاب، بل یبقی علی مر الزمان۔

[۳] مزید ملاحظہ کیجیے۔ البقرۃ: ۱۵۹، آل عمران: ۷۸، النساء: ۴۲

[۴] بحوالہ تفہیم القرآن، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ۵/ ۴۶۴، تفسیر سورۃ الصف

[۵] عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں، عبدالوحید خان، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی، ص ۱۲۵، بحوالہ لائف آف جیسس، ۱۶-۱۷

[۶] حوالہ سابق، ص ۱۲۶

[۷] الفصل فی الملل والاھواء والنحل، ابن حزم، ۱/ ۱۱۷

[۸] تفصیل کے لیے مطالعہ کیجیے محولہ بالا کتاب، صفحہ ۱۱۸ تا ۲۲۴

[۹] الفصل فی الملل.....۱/ ۲۲۴

[۱۰] حوالہ سابق، ۱/ ۲۱۲، بائبل میں اغلاط، اختلافات اور تحریفات کے لیے ملاحظہ کیجیے ''اظہار الحق'' علامہ رحمت اللہ کیرانوی- اس کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ اردو ترجمہ 'بائبل سے قرآن تک' کے عنوان سے پاکستان سے شائع ہوا ہے۔ مترجم محمد اکبر سہارن پوری۔

[۱۱] کتاب الہند للبیرونی، اردو ترجمہ سید اصغر علی، ترقی اردو بیورو

[۱۲] ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر ڈاکٹر عبدالرشید، مطبوعہ طاہر سنس اردو بازار کراچی، ۲۰۰۴ء، بحوالہ Anbash chndarawat, Reg- Vedic India

[۱۳] وید اور اس کی قدامت، اکبر شاہ نجیب آبادی، حواشی سید حامد علی، ص ۲۹، بحوالہ The Cultural Heritage of India- V:1, P:3,4

[۱۴] حوالہ سابق، ص ۳۶

[۱۵] وید کا تعارف، محمد فاروق خاں ملخصاً، ص ۷-۱۰، وید میں موجود دیگر تضادات و تحریفات کی تفصیل کے لیے دیکھیے محولہ بالا کتاب۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۱۶] ژند کے معنی سنگِ چقماق کے ہیں۔ جس سے آگ نکلتی ہے۔

[۱۷] پازند کے معنی لوہے کی سیخ کے ہیں جس کو چقماق پر آگ نکالنے کے لیے ماری جاتی ہے پازند، ژند کی شرح ہے۔

[۱۸] رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، فرید بک ڈپو، دہلی، ۱۹۹۹ء، ۳/ ۲۷۳

[۱۹] صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب التثبت فی الحدیث

[۲۰] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کاتب النبیؐ

[۲۱] فتح الباری، ابن حجر عسقلانی، دار المعرفۃ بیروت، ۹/ ۲۲

[۲۲] ایضاً، ۹/ ۲۲

[۲۳] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب القراء من اصحاب النبیؐ

[۲۴] بخاری، حوالہ سابق

[۲۵] فتح الباری، ۹/ ۴۸

[۲۶] اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے فتح الباری، کتاب فضائل القرآن، ۹/ ۱۰-۵۰، الاتقان، ج ۱/ ۵۷

[۲۷] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[۲۸] فتح الباری، ۹/ ۴۴

[۲۹] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن

[۳۰] اس پوری بحث کے لیے دیکھیے فتح الباری، ۹/ ۱۴، وبعد، الاتقان ۱۵/ ۵۷ وبعد

[۳۱] بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن

[۳۲] حوالہ سابق

[۳۳] فتح الباری، ۹/ ۱۸

[۳۴] اردو میں جمع وتدوین قرآن کے موضوع پر بیش قیمت کتب موجود ہیں جیسے ملاحظہ کیجیے جمع وتدوین قرآن، سید صدیق حسن، دار المصنفین اعظم گڑھ، تاریخ القرآن، مفتی عبد اللطیف رحمانی، شاہ ابو الخیر اکادمی، دہلی، قرآن مجید، مولانا اسحاق بھٹی، اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور، ج ۱۶/ ۱، ص ۳۱۸، علوم القرآن، مفتی محمد تقی عثمانی، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند۔

[۳۵] الفصل فی الملل والنحل، ۲/ ۸۱

[۳۶] جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البر، باب ذکر کراھۃ کتابۃ العلم وتخلیدہ فی الصحف

[۳۷] منہاج السنۃ النبویۃ، ابن تیمیہ، ۲/ ۳۵۷، محقق ایڈیشن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۳۸] حوالہ سابق، ص ۴۵۹-۴۵۸

[۳۹] حوالہ سابق، ص ۴۵۸

[۴۰] حوالہ سابق، ص ۴۵۸

[۴۱] منہاج السنۃ النبویۃ، ۷/ ۴۲۶-۴۲۸

[۴۲] منہاج السنۃ النبویۃ، ۷/ ۲۱۵

[۴۳] تفہیمات، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱/ ۳۵۴-۳۵۵

[۴۴] سیرۃ النبیؐ، شبلی نعمانی، دار المصنفین اعظم گڑھ، ۱/ ۳۹، دیکھیے حاشیہ نمبر ۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب سوم

مدلّل ومبرہن دین

دینِ اسلام اپنے بارے میں جہاں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کی تعلیمات اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں اور وہ پوری طرح محفوظ ہیں وہیں اس نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ اس کی عطا کردہ تعلیمات مدلّل ومبرہن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو ظاہری وباطنی دلائل اور واضح ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ (الحدید:۲۵)

''ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔''

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ (البقرۃ:۱۸۵)

رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔

دلیل کے معنی اور اس کے مترادفات

دلیل کے لغوی معنی ہدایت دینے والے اور راستہ بتانے والے کے ہیں۔ اور اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصطلاحی معنی ہیں ایسی چیز کا علم جس سے ایک دوسری چیز کا علم حاصل ہو، جیسے دھواں کی دلالت آگ پر یا دن کی دلالت سورج کے طلوع ہونے پر۔ قرآن میں دلیل کے الفاظ بعض وقت علامت اور نشانی کے طور پر وارد ہوئے ہیں، جیسے: یہ آیت

اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاکِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَیْهِ دَلِیْلًا ۝ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَیْنَا قَبْضًا یَّسِیْرًا ۝ (الفرقان:۴۵-۴۶)

تم نے دیکھا نہیں کہ تمھارا رب کس طرح سایہ پھیلا دیتا ہے؟ اگر وہ چاہتا تو اسے دائمی سایہ بنا دیتا۔ ہم نے سورج کو اس پر دلیل بنایا (پھر جیسے جیسے سورج اٹھتا جاتا ہے) ہم اس کے سایے کو رفتہ رفتہ اپنی طرف سمیٹتے چلے جاتے ہیں۔

دلیل کے لفظ کا دوسرا استعمال ہدایت و رہنمائی کے معنی میں ہوا ہے، جیسے ذیل کی آیت:

فَلَمَّا قَضَیْنَا عَلَیْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰی مَوْتِهٖۤ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْکُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ (سبا:۱۴)

پھر جب سلیمان پر ہم نے موت کا فیصلہ نافذ کیا تو جنوں کو اس کی موت کا پتا دینے والی کوئی چیز اس گھن کے سوا نہ تھی جو اس کے عصا کو کھا رہا تھا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّکُمْ عَلٰی تِجَارَةٍ تُنْجِیْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ۝ (الصف:۱۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو کیا میں تمھیں اس تجارت کی رہ نمائی کر دوں جو تمھیں عذاب الیم سے بچا دے؟

قرآن میں دلیل کا لفظ کہیں بھی معروف معنی میں ثبوت کے لیے نہیں ہوا ہے کہ جس سے عقائد کا اثبات کیا جائے۔ اس کے لیے قرآن میں درج ذیل دوسرے الفاظ استعمال ہوئے ہیں برہان، حجت، سلطان، بصیرت، آیت اور بینہ وغیرہ۔ ذیل میں ان کی مختصر تشریح درج کی جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱-البرہان

واضح دلیل وحجت کو کہتے ہیں۔جس سے کسی چیز کی صداقت مؤکد طور سے ثابت ہو۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ○ (النساء:۱۷۴)

لوگو تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ہم نے تمھاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمھیں صاف صاف دکھانے والے ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ (المؤمنون:۱۱۷)

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے گا، جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں، تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے۔

۲- الحجۃ

حجت کے لغوی معنیٰ قصد کرنے کے ہیں۔ اسی سے حج ہے، جس میں کعبۃ اللہ کی زیارت کا قصد کیا جاتا ہے۔ اس کے اصطلاحی معنی دلیل و برہان کے ہیں، کیوں کہ اس کے ذریعے سے حق کا قصد کیا جاتا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (الانعام:۱۴۹)

(اے پیغمبر!) تم کہہ دو اللہ ہی کے لیے پہنچی ہوئی اور پکی دلیل ہے (جو اس نے سمجھ بوجھ رکھنے والے پر واضح کر دی ہے) بے شک اللہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ (الانعام:۸۳)

یہ تھی ہماری وہ حجت جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلے میں عطا کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- السلطان

سلطان کے لغوی معنی قوت وقہر کے ہیں۔ بادشاہ کو اسی لیے سلطان کہا جاتا ہے کیوں کہ اس کے پاس اقتدار کی طاقت وقوت ہوتی ہے۔ اہلِ عرب حجت ودلیل کو بھی سلطان کہتے ہیں، کیوں کہ آدمی اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ سلطان کو اگر سلیط سے مشتق مانا جائے تو اس کے معنی اس چیز کے ہوں گے جس سے روشنی ہو۔ اس لیے زیت کو سلیط کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے اس کے معنی روشن اور واضح کے ہوں گے۔ قرآن میں سلطان کا لفظ حجت کے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنْ عِنْدَ كُمْ مِنْ سُلْطَانٍ بِهٰذَا ؕ (یونس:۶۸)

تمھارے پاس اس قول کے لیے آخر دلیل کیا ہے؟

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَتُجَادِلُوْنَنِیْ فِیْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّانَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ (الاعراف:۷۱)

کیا تم مجھ سے ان ناموں پر جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمھارے باپ دادا نے رکھ لیے ہیں۔ جن کے لیے اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی ہے۔

۴- البصیرة

بصیرت کے معنی کھلے ہوئے اور واضح کے ہیں۔ اس کا اطلاق بھی دلیل وحجت کے لیے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ جَآءَ كُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ج (الانعام:۱۰۴)

دیکھو تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف بصیرت کی روشنیاں آگئی ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ج (بنی اسرائیل:۱۰۲)

یہ بصیرت افروز نشانیاں زمین اور آسمانوں کے رب کے سوا کسی نے نازل نہیں کی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵- الآیۃ

آیت کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں۔ انبیاء کے معجزات کو آیات کہا گیا ہے، کیوں کہ یہ ان کی نبوت کی صداقت کی نشانیاں ہوتی ہیں۔ اسی طرح قرآنی آیات کو بھی آیات کہا گیا ہے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہونے کی نشانی ہوتی ہیں۔ انفس و آفاق میں پوشیدہ رازوں کو بھی آیات کہا گیا ہے، کیوں کہ وہ اپنے خالق کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ آیت کو دلیل و حجت کے معنی میں بھی بولتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ○

(یونس:۶)

اور ہر اس چیز میں جو اللہ نے زمین اور آسمانوں میں پیدا کی ہے، نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو (اللہ کے غضب سے) بچنا چاہتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط (حٰمٓ السجدۃ:۵۳)

عنقریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی۔ یہاں تک کہ ان پر یہ بات کھل جائے گی کہ یہ قرآن واقعی برحق ہے۔

قرآن میں اوپر بیان کردہ معنی کے لیے آیت/ آیات کا استعمال بے شمار مقامات پر ہوا ہے۔[۳]

۶- البینۃ

بینۃ کے معنیٰ واضح اور کھلی ہوئی چیز کے ہیں۔ یہ آیت کی ایک صفت ہے اور اس کا اطلاق بھی دلیل و حجت کے لیے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ط (البقرۃ:۲۱۱)

بنی اسرائیل سے پوچھو، کیسی کھلی کھلی نشانیاں ہم نے انھیں دکھائی ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ (بنی اسرائیل:۱۰۱)

ہم نے موسیٰ کو نو نشانیاں عطا کی تھیں جو صریح طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔

۷- الامثال

امثال کے معنی ہیں وہ کہاوتیں جو تاریخ اور تجربے سے بنتی ہیں۔ قرآن میں مختلف طرح کے امثال موجود ہیں۔ قرآن نے ان کو بھی دلیل و حجت کے لیے پیش کیا ہے، جن سے حق و باطل میں تمیز کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَاالْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ○ (الکہف:۵۴)

اور (دیکھو) ہم نے اس قرآن میں لوگوں کی ہدایت کے لیے ہر طرح کی مثالیں لوٹا لوٹا کر بیان کر دیں، مگر انسان بڑا ہی جھگڑالو واقع ہوا ہے۔''

دین کے بنیادی عقائد اور ان کے دلائل

کسی بھی مذہب یا نظریے کے بنیادی عقائد و افکار کو اوّلیت حاصل ہوتی ہے۔ اگر اس کے بنیادی افکار عقائد مدلل و مبرہن ہوں تو امید کی جا سکتی ہے کہ اس کی دیگر تعلیمات بھی مدلل ہوں گی، اگر بنیادی افکار و عقائد ہی کمزور دلائل پر مبنی ہوں تو باقی دیگر تعلیمات میں بھی کمزوری نمایاں ہوگی۔ اس پہلو سے دینِ اسلام کا مطالعہ کیا جائے تو اس کے عقائد و افکار دلائل و براہین سے مزین ملیں گے، جب کہ اس کے مقابلے میں دیگر مذاہب و نظریات کے عقائد و افکار کمزور دلائل پر مبنی نظر آئیں گے۔

اسلام کے بنیادی طور پر تین عقائد ہیں: توحید، رسالت اور آخرت۔

عقیدۂ توحید کے ذیل میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا اثبات، توحید ربوبیت اور توحید الوہیت شامل ہیں۔ قرآن ان سب کے بارے میں واضح دلائل فراہم کرتا ہے۔

عقیدۂ رسالت کے ذیل میں انبیا و رسل پر کی جانے والی وحی، نزول کتاب، معجزات انبیا اور ختم نبوت جیسے عقائد شامل ہیں۔ قرآن ان کے بارے میں بھی واضح دلائل دیتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کے ذیل میں احیاء موتی، قیامت، حساب و کتاب، جنت و جہنم، جزا و سزا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میزان، نامۂ اعمال جیسے عقائد کی تفصیلات آتی ہیں۔ قرآن نے ان پر بھی دلائل قائم کیے ہیں۔ ذیل میں علی الترتیب ان عقائد پر مشتمل دلائل کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔

عقیدۂ توحید اور اس کے دلائل

عقیدۂ توحید کے ضمن میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود کا سوال پیدا ہوتا ہے اکثر مذاہب نے خدا کے وجود کو تسلیم کیا ہے (اگرچہ ان میں اکثر کے یہاں شرکیہ عقائد در آئے ہیں) مگر دنیا میں بعض نظریات اور افکار ایسے بھی پائے جاتے ہیں جن میں خدا کے وجود کا سرے سے انکار کیا گیا ہے۔ خاص طور سے عصر حاضر کے ملحدانہ نظریات میں اس کائنات میں خدا کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے۔ وہ کائنات کے وجود کی تشریح اتفاقی حادثہ کے طور پر کرتے ہیں اور نظامِ کائنات کو بھی اتفاقی واقعہ بتاتے ہیں۔ ان کے یہاں کائنات کی تخلیق اور اس کے چلانے کے لیے کسی باشعور ذات کا وجود نہیں ہے بلکہ یہ کائنات خود بخود چل رہی ہے۔ قرآن میں اس طرح کے نظریات کی تردید کی گئی ہے اور ان کے خلاف پرزور دلائل دیے گئے ہیں اور ایک خدا کے وجود کو ثابت کیا گیا ہے۔

کائنات کا وجود اپنے خالق پر دال ہے

کسی چیز کا وجود خود بخود نہیں ہوسکتا یقیناً اس کا کوئی خالق ہوگا۔ ہماری نظروں کے سامنے وسیع وعریض کائنات پھیلی ہوئی ہے۔ اگر ہم کائنات کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے۔ تو یقینی طور پر اس کے خالق کو بھی ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا۔ قرآن نے اس طرز استدلال کو کام میں لایا ہے اور بتایا ہے کہ کائنات کا وجود اللہ تعالیٰ کی مشیت وارادے کی وجہ سے ہے۔ ارشاد ہے:

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ (الطور: ۳۵-۳۶)

کیا یہ کسی خالق کے بغیر خود پیدا ہوگئے ہیں؟ یا یہ خود اپنے خالق ہیں؟ یا زمین اور آسمانوں کو انھوں نے پیدا کیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ یقین نہیں رکھتے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

(ابراہیم:۱۰)

ان کے رسولوں نے کہا کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔

قرآن میں اس اسلوب کی بے شمار آیات ہیں، جن میں کائنات اور اس میں موجود دیگر چیزوں کے وجود کو خالق کے وجود پر دلیل بنایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ

اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ط تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○

(الاعراف:۵۴)

خبردار رہو! اسی کی خلق ہے اور اسی کا امر ہے بڑا بابرکت ہے اللہ، سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔

کائنات محض وجود جامد ہوتی جب بھی اس کے لیے ایک خالق کی ضرورت ہوتی، مگر یہ ایک نظام بھی ہے، جو رواں دواں ہے اور اس میں تغیر و انقلاب بھی پایا جاتا ہے، فنا و زوال بھی ہے اور تخلیق کا تسلسل بھی قائم ہے۔ اسی طرح اس میں زندگی اور شعور بھی پایا جاتا ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے سے ہیں۔ ارشاد ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ط مَامِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ط ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط (یونس:۳)

حقیقت یہ ہے کہ تمھارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا، پھر تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا انتظام چلا رہا ہے۔ کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے الا یہ کہ اس کی اجازت کے بعد شفاعت کرے، یہی اللہ تمھارا رب ہے۔ لہٰذا تم اس کی عبادت کرو۔ پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے۔

ایک دوسری آیت میں سورج و چاند کے طلوع و غروب کے ضمن میں اللہ کی قدرت کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ
(البقرہ:۲۵۸)

اللہ سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تو ذرا اسے مغرب سے نکال دے۔

اس دنیا میں مختلف شکل وصورت میں زندگی پائی جاتی ہے، قرآن کہتا ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے وجود پر دال ہے۔ ارشاد ہے:

رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (البقرہ:۲۵۸)

میرا رب وہ ہے جو زندگی دیتا ہے اور موت دیتا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ (التوبہ:۱۱۶)

اللہ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے وہ مارتا اور جلاتا ہے۔

کائنات کی تخلیق، نظام اور اس کی تدبیر اور اس میں موجود تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے وجود پر دال ہیں، اس بارے میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

العالم بالفتح مثل الخاتم مايعلم به كما ان الخاتم مايختم به ويسمى كل صنف من المخلوقات عالما لانه علم و برهان على الخالق تعالىٰ۔

(الادلۃ العقلیۃ والنقلیہ، ص:۲۱۵، سعود بن عبدالعزیز محمد العریفی بحوالہ النبوات لابن تیمیۃ: ص ۲۶۸)

عالم (لام کے فتح کے ساتھ) خاتم کے مثل ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جس پر مہر لگا کر نشان زد کر دیا جائے۔ اسی طرح خاتم کے معنی ہیں وہ چیز جس سے جانا جائے اور مخلوقات کی تمام قسم کو عالم کہا گیا ہے کیوں کہ اس کے ذریعے سے جانا جاتا ہے گویا وہ اپنے خالق پر دلالت کرنے والی ایک نشانی اور دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک دلیل فطرت انسانی ہے، جس میں ایک خدا کے وجود کا احساس پایا جاتا ہے اور فطرت سلیم اس کو تسلیم کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ (الاعراف:۱۷۲)

اور اے نبیؐ! لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جب کہ تمھارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انھیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا: ''کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں۔'' انھوں نے کہا ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں، ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ ہم نے اس لیے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ ہم تو اس بات سے بے خبر تھے۔

اس آیت میں ذریت آدم کو گواہ بنائے جانے سے متعلق مفسرین نے بنیادی طور پر دو باتیں لکھی ہیں۔ ایک یہ کہ اس سے مراد یہ ہے، جیسا کہ روایتوں میں وارد ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں آدم کی پشت سے تمام ذریت آدم کو نکالا اور اس سے اپنی ربوبیت کی گواہی لی۔ اور پوری ذریت نے زبانِ قال سے گواہی دی۔[۴] یہ قول جمہور مفسرین کا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد فطرت کی وہ گواہی ہے، جو ہر شخص میں ودیعت ہوتی ہے اور اس صورت میں یہ گواہی زبان حال کی ہے نہ کہ زبان قال کی۔ حافظ ابن القیم نے اس قول کے راجح ہونے کے دس وجوہ بیان کی ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں۔ آیت میں "من بنی آدم" یعنی اولاد آدم کہا گیا ہے "آدم" نہیں کیا گیا ہے۔ اسی طرح "من ظهورهم" وارد ہے یعنی ''ذریت آدم کی پیٹھیں''، "ظهره" (آدم کی پیٹھ) نہیں وارد ہے۔ اسی طرح "ذریتهم" کہا گیا ہے "ذریته" نہیں کہا گیا ہے۔ علی ہذا القیاس "واشهدهم علی انفسهم" کہا گیا ہے "علی نفسه" نہیں کہا گیا ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ شہادت اسی چیز کی دی جاتی ہے جس کا آدمی نے مشاہدہ کیا ہو اور انسان اپنی تخلیق سے پہلے کسی چیز میں شہادت کیسے دے سکتا ہے۔[۵]

حدیث میں بھی انسان کو فطرت سلیم پر پیدا کیے جانے کی بات کہی گئی ہے، ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

مامن مولود اِلّا یولد علی الفطرة فابواه یهوّدانه اوینصّرانه و یمجّسانه۔ (بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه نمبر ۱۲۹۲، مسلم: ۲۶۵۸)

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے باپ ماں اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا دیتے ہیں۔

فطرتِ انسانی میں خدا کے وجود کا اظہار اس وقت بھی ہوتا ہے جب انسان انتہائی مشکل حالات میں گھر جاتا ہے، اور اس کے بچنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، تو اس وقت وہ ایک خدا کو پکارتا ہے اور اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ اس کی یہ پکار فطرت کی وہ آواز ہوتی ہے، جس کو عام حالات میں وہ مختلف وجوہ سے دبا دیتا ہے۔ مگر مصیبت کے وقت یہ آواز ظاہر ہو جاتی ہے۔ قرآن نے انسان کی فطرت کی اس پکار کا کئی مقامات پر حوالہ دیا ہے:

وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (یونس:۱۲)

انسان کا حال یہ ہے کہ جب اس پر کوئی سخت وقت آتا ہے تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہم کو پکارتا ہے، مگر جب ہم اس کی مصیبت ٹال دیتے ہیں تو ایسا چل نکلتا ہے کہ گویا اس نے کبھی اپنے کسی برے وقت پر ہم کو پکارا ہی نہ تھا۔ اس طرح حد سے گزرنے والوں کے لیے ان کے کرتوت خوشنما بنا دیے گئے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

فَاِذَا رَكِبُوْا فِى الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ۝ (العنکبوت:۶۵)

جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں، پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے، تو یکا یک یہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

هُوَ الَّذِىْ يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ○ فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط (یونس:۲۲-۲۳)

اور اللہ ہی ہے جو تم کو خشکی و تری میں چلاتا ہے۔ چنانچہ جب تم کشتیوں میں سوار ہو کر بادِ موافق پر فرحاں و شاداں سفر کر رہے ہوتے ہو اور پھر یکا یک بادِ مخالف کا زور ہوتا ہے اور ہر طرف سے موجوں کے تھپیڑے لگتے ہیں اور مسافر سمجھ لیتے ہیں کہ طوفان میں گھر گئے اس وقت سب اپنے دین کو اللہ ہی کے لیے خالص کر کے اس سے دعائیں مانگتے ہیں کہ اگر تم نے ہم کو اس بلا سے نجات دے دی تو ہم شکر گزار بندے بنیں گے۔ مگر جب وہ ان کو بچا لیتا ہے تو پھر وہی لوگ حق سے منحرف ہو کر زمین میں بغاوت کرنے لگتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک دلیل کائنات کے نظام میں موجود تقدیر (یعنی ہر چیز کا ایک متعین اندازے سے ہونا) بھی ہے۔ آسمانوں میں موجود اربوں کھربوں سیاروں اور ستاروں کے نظام، گردش، ان کی برقراری، زمین پر ہزاروں لاکھوں حیوانات و اشیاء کی موجودگی، ان کی رزق رسانی، ان کی افزائش نسل کا نظام اور ان کی دیگر صفات و اوصاف وغیرہ یہ سب چیزیں وجودِ باری تعالیٰ کو بتاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ○ (القمر:۴۹)

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا○ (الفرقان:۲)

اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اس کی ایک تقدیر مقرر کی

اور ایک جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ○ (الحجر:۱۹)

ہم نے زمین کو پھیلایا، اس میں پہاڑ جمائے، اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائیں۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ط (الشوریٰ:۲۷)

اگر اللہ اپنے سب بندوں کو کھلا رزق دے دیتا تو وہ زمین میں سرکشی کا طوفان برپا کر دیتے۔ مگر وہ ایک حساب سے جتنا چاہتا ہے نازل کرتا ہے۔

ایک اور جگہ وہ فرماتا ہے:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ۝ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ فَقَدَرْنَا ق صلے فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝

(المرسلات:۲۰-۲۳)

کیا ہم نے ایک حقیر پانی سے تمھیں پیدا نہیں کیا اور ایک مقررہ مدت تک اسے ایک محفوظ جگہ ٹھہرائے رکھا؟ ہم نے اندازہ کیا اور ہم اچھا اندازہ کرنے والے ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر اور بھی کئی باتوں کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جیسے تسخیرِ کائنات، یعنی کائنات کی مختلف چیزیں انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہیں۔[۶] تخلیق میں تدریج، یعنی چیزوں کی تخلیق، خاص طور سے انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا ذکر کیا گیا ہے۔[۷] زمین میں ان گنت جانداروں کی موجودگی[۸] آسمانوں کی بلندیاں اور ان کا گرنے سے رکا رہنا،[۹] ان کی بناوٹ و وسعت،[۱۰] ستاروں کی کثرت،[۱۱] رات دن کی آمد و رفت[۱۲] کھانے پینے کی مختلف چیزوں کی پیداوار[۱۳] اور ہوا، بادل، بارش، سمندر،[۱۴] ندی وغیرہ۔ ان سب چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلالت کرنے والی بے شمار نشانیاں ہیں۔

توحید ربوبیت کے دلائل

دنیا کے اکثر مذاہب کے ماننے والوں نے خدا کے وجود کو مانا اور اس کو اس کائنات کے خالق و مالک کے طور پر تسلیم کیا، مگر تدبیرِ کائنات میں انھوں نے مختلف چیزوں کو اس کا شریک قرار دے دیا۔ کسی نے اللہ کے لیے بیوی اور بیٹا بنا ڈالا اور کسی نے فرشتوں یا جنوں کو خدا کی خدائی میں شریک کر دیا اور کسی نے خیر و شر اور ظلمت و نور کے لیے الگ الگ خدا تلاش کر لیا۔ غرض کہ مختلف مذاہب میں کائنات چلانے والے کے سلسلے میں الگ الگ عقائد وجود میں آ گئے۔ قرآن نے ان سب باطل عقائد کے خلاف مضبوط دلائل قائم کیے ہیں۔ ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مَااتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًالَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۙ۝

(المومنون:۹۱)

اللہ نے کسی کو اپنی اولاد نہیں بنایا ہے اور کوئی دوسرا خدا اس کے ساتھ نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا ہر خدا اپنی خلق کو لے کر الگ ہو جاتا اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے۔ پاک ہے اللہ ان باتوں سے جو یہ لوگ بناتے ہیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًالَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا۝ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۝

(بنی اسرآئیل:۴۲-۴۳)

اے نبی! ان سے کہو کہ اگر اللہ کے ساتھ دوسرے خدا بھی ہوتے جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں، تو وہ مالک عرش کے مقام کو پہنچنے کی ضرور کوشش کرتے۔ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کہہ رہے ہیں۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَبَنٰتٍۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ۝ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (الانعام:۱۰۰-۱۰۱)

لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرا دیا حالاں کہ وہ ان کا خالق ہے، اور بے جانے بوجھے اس کے لیے بیٹے اور بیٹیاں تصنیف کر دیں۔ حالانکہ وہ پاک اور بالاتر ہے ان باتوں سے جو یہ لوگ کہتے ہیں۔ وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اس کا کوئی بیٹا کیسے ہو سکتا ہے، جب کہ کوئی اس کی شریک زندگی ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

قرآن میں ایسی اور بھی بہت سی آیات ہیں، جن سے اللہ تعالیٰ کے اختیار، امر، تدبیر اور تخلیق میں کسی دوسرے کی شرکت کی تردید ہوتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توحید الوہیت کے دلائل

توحید الوہیت کے معنیٰ ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں اکیلا اور تنہا ہے، کائنات کی تخلیق و تدبیر میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی اسماء و صفات میں اکیلا ہے اور ہر طرح کی عبادت اور پرستش کا وہی مستحق ہے۔ عبادت کی جتنی بھی قسمیں ہیں، چاہے وہ قولی ہوں جیسے دعا، یا قلبی ہوں جیسے خوف و رجا، یا بدنی ہوں جیسے نماز، روزہ، یا مالی ہوں جیسے نذر و قربانی وغیرہ، ان سب عبادتوں کے لائق اللہ تعالیٰ ہی ہے، اور کوئی دوسری ذات چاہے وہ فرشتہ ہو یا جن یا کوئی دوسری مخلوق مثلاً سورج چاند یا درخت و پتھر وغیرہ، شریک نہیں ہے۔ قرآن میں اس عقیدے پر مختلف پہلو سے دلائل دیے گئے ہیں، ذیل میں ان میں سے چند کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

توحید ربوبیت دلیل الوہیت ہے

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جب اللہ نے کائنات کی تخلیق کی ہے اور وہی اس کو چلا رہا ہے تو لازمی بات ہے کہ وہی اس کا مستحق ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے اور اسی کا حکم بجالایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ (الانعام: ۱۶۴)

کہو کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور رب تلاش کروں حالاں کہ وہی ہر چیز کا رب ہے؟

ایک دوسری جگہ:

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ (مریم: ۶۵)

وہ رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان ساری چیزوں کا جو آسمانوں اور زمین کے درمیان ہیں، پس تم اس کی بندگی کرو اور اسی کی بندگی پر ثابت قدم رہو۔

تخلیق

اللہ تعالیٰ کا تنہا عبادت کے لائق ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سب کی تخلیق کی ہے، جب تخلیق میں اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں تو عبادت میں دوسرا کیوں کر شریک ہوسکتا ہے۔ ارشاد ہے:

وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ءَ اَتَّخِذُمِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ○ (یٰسٓ:۲۲-۲۳)

آخر کیوں نہ میں اس ہستی کی بندگی کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے؟ کیا میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ حالانکہ اگر خدائے رحمان مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَاتَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ○ (حٰمٓ السجدۃ:۳۷)

سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا ہے، اگر حقیقت میں تم اس کی عبادت کرنے والے ہو۔

ایک حدیث میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے، جبکہ اس نے تیری تخلیق کی۔ ارشادِ نبویؐ ہے:

عن ابن مسعودؓ قال سالت النبیﷺ ای الذنب اعظم عنداللّٰہ قال ان تجعل للّٰہ ندا وھو خلقک۔

(بخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ تعالیٰ فلا تجعلوا للّٰہ انداداً وانتم تعلمون: نمبر: ۴۲۰۷)

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہا ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرو (خدا بناؤ) حالاں کہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بادشاہت

اللہ تعالیٰ ساری کائنات کا بادشاہ ہے، یعنی پوری کائنات میں اسی کا حکم چلتا ہے، لہٰذا وہی اس کا مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔
(الزمر:۶)

یہ اللہ تمھارا رب ہے، اسی کی بادشاہت ہے، نہیں ہے اس کے سوا کوئی خدا، پھر تم کہاں پھرائے جا رہے ہو۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ○ (الزمر:۴۴)

اے نبیؐ! کہہ دو کہ ساری شفاعت اللہ کے لیے ہے، اسی کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے۔ پھر تمھیں اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔

نفع وضرر

انسان کی زندگی کے ساتھ نفع وضرر جڑا ہوا ہے، فطری طور پر وہ نفع کا خواہش مند ہوتا ہے اور ضرر سے بچنا چاہتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر قسم کے نفع وضرر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے، یعنی اگر اللہ کسی کو نفع پہنچانا چاہے تو کوئی دوسرا نقصان نہیں پہنچا سکتا، اور اگر اللہ تعالیٰ نقصان پہنچانا چاہے تو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد ہے:

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ○ (یونس:۱۰۷)

اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں ڈالے تو خود اس کے سوا کوئی نہیں جو اس مصیبت کو ٹال دے، اور اگر وہ تیرے حق میں کسی بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو پھیرنے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل سے نوازتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور وہ درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

قُلْ اَفَرَءَيْتُم مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِىَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِىْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِىَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ (الزمر:۳۸)

ایک روایت میں وارد ہے کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حصین خزاعی سے پوچھا (اس وقت انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا) اس وقت تم کتنے معبودوں کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے بتایا سات معبودوں کی عبادت کرتا ہوں۔ ان میں سے چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمان پر ہے۔ آپؐ نے فرمایا جب تمھیں کوئی نقصان پہنچے تو اس وقت تم کسے پکارتے ہو؟ اس نے کہا اس کو جو آسمان میں ہے۔ آپؐ نے پھر دریافت فرمایا جب تمھارا مال ضائع ہو جائے تو کسے بلاتے ہو؟ اس نے کہا اس کو جو آسمان میں ہے۔ آپؐ نے فرمایا وہ تنہا تمھاری مصیبتوں کو دور کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ دوسرے کو شریک کرتے ہو؟ (الاصابہ فی تمیز الصحابۃ، لابن حجر العسقلانی ۱/۳۸۶، دار المعرفۃ، بیروت)

اللہ تعالیٰ صفات کمال سے متصف ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات صفات کمال سے متصف ہے اور ان صفات میں کوئی دوسرا اس کا ہم سر نہیں ہے، لہٰذا عبادت کے لائق وہی ہے، ارشاد ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ

(البقرہ:۲۵۵)

اللہ، وہ زندہ جاوید ہستی جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے، وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ لگتی ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (الشوریٰ:۱۱)

اس کے جیسا کوئی نہیں، وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ (الاخلاص:۱-۴)

کہو وہ اللہ یکتا ہے، وہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد، اور کوئی اس کا ہم سر نہیں۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کی کمال صفات کو بتانے والی بے شمار آیات ہیں۔

بطلان شرک کے دلائل

توحید کی ضد شرک ہے، قرآن نے نہ صرف توحید کے دلائل دیے ہیں بلکہ بطلان شرک کے بھی دلائل دیے ہیں، یعنی جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور افعال کو بیان کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ صرف وہی اس کائنات کا حقیقی خالق و مالک اور معبود ہے، وہیں پر معبودانِ باطل کی عاجزی، بے بسی اور ناقص اوصاف وصفات کو بیان کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ ان کی پرستش کرنا کسی طرح بھی انسان کو زیب نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ (الحج:۷۳)

جن معبودوں کو تم خدا کو چھوڑ کر پکارتے ہو وہ سب مل کر ایک مکھی بھی پیدا کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ؕ (النحل:۲۰)

اور وہ دوسری ہستیاں جنھیں اللہ کو چھوڑ کر لوگ پکارتے ہیں وہ کسی چیز کے بھی خالق نہیں ہیں، بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (لقمان:۱۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ اللہ کی تخلیق ہے۔ اب ذرا مجھے دکھاؤ ان دوسروں نے اس کی تخلیق کے مقابلے میں کیا پیدا کیا ہے؟ بلکہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

تخلیق کائنات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک نہیں، تدبیر کائنات میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۝[۱۴] (النحل:۷۳)

[اے نبی ان مشرکین سے] کہو کہ پکار دیکھو اپنے ان معبودوں کو جنھیں تم اللہ کے سوا اپنا معبود سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ نہ آسمانوں میں کسی ذرہ برابر چیز کے مالک ہیں نہ زمین میں۔ وہ آسمان وزمین کی ملکیت میں شریک بھی نہیں ہیں۔ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار بھی نہیں ہے۔

نفع وضرر کے حوالے سے پچھلی سطور میں بات گزر چکی ہے، معبودان باطل کے تعلق سے نفع وضرر کی تردید درج ذیل آیات میں بھی صریح الفاظ میں کی گئی ہے۔ ارشاد ہے:

قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ط (الرعد:۱۶)

کہو [ان سے] کیا تم نے اسے چھوڑ کر ایسے معبودوں کو اپنا کارساز ٹھیرالیا جو خود اپنے لیے بھی کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے؟

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ط

(المائدۃ:۷۶)

کہو کیا تم اللہ کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمھیں نفع دے سکیں نہ نقصان پہنچا سکیں۔

حقیقی معبود کے ساتھ قدرت وکمال کا تصور پایا جاتا ہے۔ جو خود ناقص ہو، اور دوسرے کا محتاج ہو یا قدرت سے خالی ہو، وہ معبود نہیں ہوسکتا۔ مشرکین عرب جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے وہ ان کے ہاتھوں کے تراشیدہ تھے، جو نہ سن سکتے، نہ دیکھ سکتے، نہ بول سکتے اور نہ کسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بات کو جواب دے سکتے تھے۔ قرآن نے ان کی کمزوریوں کا حوالہ دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ خدا کیسے ہو سکتے ہیں۔ ارشاد ہے:

يٰٓاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ○ (مریم:۴۲)

اے میرے باپ آپ ایسی چیز کی پرستش کیوں کرتے ہیں جو نہ سنتی ہے نہ دیکھ سکتی ہے اور نہ آپ کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ (فاطر:۱۴)

اگر تم ان (معبودان باطل) کو پکارو تو یہ تمھاری پکار بھی نہ سن سکیں اور اگر سن بھی لیں تو جواب نہ دے سکیں۔

معبود کا کھانے پینے کا محتاج ہونا، یا اس کو موت لاحق ہونا، یہ بھی اس کے نقص کو بتانے والی چیزیں ہیں۔ ایسا شخص جو ان کمزوریوں سے متصف ہو، خدا نہیں ہو سکتا۔ ارشاد ہے:

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ (المائدہ:۷۵)

مسیح ابن مریمؑ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول تھا، اس سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے تھے۔ اس کی ماں ایک راست باز عورت تھی۔ اور وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھو ہم کس طرح ان کے سامنے حقیقت کی نشانیاں واضح کرتے ہیں۔ پھر دیکھو یہ کدھر الٹے پھرے جاتے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ (الفرقان:۵۸)

(اے نبی!) اس ذات پر بھروسہ کیجیے جو زندہ ہے مرے گا نہیں اور اس کی حمد کی تسبیح کیجیے۔

معبود کا گھٹنا بڑھنا، طلوع و غروب ہونا، اور اس کا اپنے دفاع سے عاجز رہنا بھی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باطل ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کی ستارہ پرستی کے حوالے سے ستاروں، چاند اور سورج کے طلوع وغروب کو دلیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے کہ اگر یہ خدا ہوتے غروب نہ ہوتے۔[۱۵] اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے معبودوں (بتوں) کو توڑ ڈالا اور وہ اپنے دفاع سے عاجز رہے، تو انھوں نے اپنی قوم کے خلاف اس بات کو دلیل کے طور پر پیش کیا کہ اگر یہ معبود ہوتے تو اپنا دفاع کرتے، جو اپنا دفاع کرنے پر بھی قادر نہیں وہ دوسرے کو کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے۔[۱۶] اسی طرح قرآن میں وارد ہے کہ معبودانِ باطل کو قیامت کے دن جہنم میں ڈال دیا جائے گا،[۱۷] جو اپنے کو جہنم کی آگ سے نہ بچا سکے وہ دوسروں کو کیوں کر بچا سکتا ہے؟ اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جو اللہ کے ساتھ دوسرے کو شریک کرتے ہیں، ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ ارشاد ہے:

مَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ (المومنون: ۱۱۷)

جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنا کر پکارتا ہے، جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔

عقیدۂ رسالت اور اس کے دلائل

اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ، رسالت کا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض کو عام لوگوں کی رہ نمائی کے لیے نبوت ورسالت کے لیے منتخب کرتا ہے اور ان پر اپنا پیغام نازل کرتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک بے شمار انبیاء ورسل مبعوث کیے گئے، ان میں سے بعض پر کتاب نازل کی گئی، ان کتابوں میں توریت، انجیل، زبور اور قرآن خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ آخری رسول ہیں اور قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ آخری کتاب ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ (آل عمران: ۱۴۴)

محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور رسول بھی گزر چکے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو رسالت ونبوت کے لیے منتخب کرتا ہے، اس کے دلائل قرآنِ مجید میں مختلف پہلو سے دیے گئے ہیں۔ ان میں درج ذیل خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ انبیاء کا غیب کی باتیں بتانا حسّی معجزات، نصرت وغلبہ، انبیاء کا ذاتی کردار، پیغام رسالت کی تفصیلات اور اعجاز قرآن۔ ذیل میں ان کی تھوڑی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

غیب کی باتیں اور نبوت ورسالت

نبی کے لفظی معنی ہیں، خبر دینے والا۔ نبی وحی کے ذریعے وہ باتیں بتاتا ہے جو اور کسی ذریعے سے معلوم نہیں کی جاسکتیں، جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات، اس کے احکام ومرضیات، آئندہ پیش آنے والے واقعات، قیامت اور آخرت کے باری میں تفصیلات سے کوئی انسان از خود واقف نہیں ہوسکتا، جب تک اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں واقف نہ کرائے۔ اللہ اپنے رسولوں اور نبیوں کے ذریعے ہمیں ان کے بارے میں بتاتا ہے:

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ۝ (الجن:۲۶-۲۸)

وہ عالم الغیب ہے، اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، سوائے اس رسول کے جسے اس نے (غیب کا علم دینے کے لیے) پسند کرلیا ہو۔ تو اس کے آگے اور پیچھے وہ محافظ لگا دیتا ہے کہ وہ جان لے کہ انھوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے اور وہ ان کے پورے ماحول کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور ایک ایک چیز کو اس نے گن رکھا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ۝ (النساء:۱۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب اور حکمت نازل فرمائی ہے اور آپ کو وہ باتیں بتلائیں جو آپ نہ جانتے تھے اور آپ پر اللہ کا بڑا فضل ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۙ (الشوریٰ:۵۲)

اور اس طرح (اے نبیؐ!) ہم نے اپنے حکم سے ایک روح تمھاری طرف وحی کی ہے، تمھیں کچھ پتا نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے؟ مگر اس روح کو ہم نے ایک روشنی بنا دیا جس سے ہم راہ دکھاتے ہیں اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں۔ یقیناً تم سیدھے راستے کی طرف رہ نمائی کر رہے ہو۔

اخبارِ غیب کا ایک پہلو گزشتہ اقوام وملل کے واقعات اور سابقہ انبیاء ورسل کے قصص بھی ہیں۔ کتبِ تاریخ سے ان کی صحیح صورتِ حال کا علم نہیں ہو پاتا، مگر قرآن کے ذریعے سے ان کی واقعی حالت کا ہمیں علم حاصل ہوتا ہے۔ اس بات کی ذیل کی آیت میں صراحت کی گئی ہے:

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۭ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

(ھود:۴۹)

اے نبی! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تمھاری طرف وحی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے نہ تم ان کو جانتے تھے اور نہ تمھاری قوم۔ آپ صبر کیجیے انجام کار متقیوں کے لیے ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۭ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ (آل عمران:۴۴)

اے نبیؐ! یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تم کو وحی کے ذریعے سے بتا رہے ہیں۔ ورنہ تم اس وقت وہاں موجود نہ تھے، (جب ہیکل کے خادم یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ مریم کا سرپرست کون ہو) اپنے اپنے قلم پھینک رہے تھے اور نہ تم اس وقت حاضر تھے جب ان کے درمیان جھگڑا برپا تھا۔ (مزید ملاحظہ کیجیے: القصص: ۴۴-۴۶، یوسف: ۳، ۱۰۲، الشوریٰ:۵۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غیب کا ایک پہلو مستقبل میں رونما ہونے والے واقعات کی پیش گوئیاں ہیں۔ ان کا اسی طرح رونما ہونا جس طرح ان کی خبر دی گئی ہے، بتانے والے کی صداقت پر دلالت کرتا ہے۔ قرآن میں اس کے نزول کے وقت ایسے متعدد واقعات کی پیش گوئی کی گئی تھی۔ چشم فلک نے ان کو اسی طرح رونما ہوتے دیکھا جیسے ان کی خبر دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ (الروم:۱-۴)

ا،ل،م، رومی قریب کی سرزمین میں مغلوب ہو گئے ہیں۔ اور اپنی اس مغلوبیت کے بعد چند سال کے اندر وہ غالب ہو جائیں گے۔

قرآن میں ایک پیشین گوئی مسلمانوں کے غلبے اور کفار مکہ کی مغلوبیت کے متعلق کی گئی ہے۔ (القمر:۴۵) ایک پیشین گوئی مسلمانوں کے استخلاف یعنی ان کی حکومت کے قائم ہونے کی کی گئی تھی (النور:۵۵)، ایک پیشین گوئی یہ کی گئی تھی کہ مسلمانوں کو ایک زور آور لشکر سے مقابلہ آرائی کرنی پڑے گی (الفتح:۱۶) وغیرہ۔ یہ ساری پیشین گوئیاں اسی طرح پیش آئیں۔ روایات میں بھی بعض پیشین گوئیاں کی گئی ہیں، جیسے ایک روایت میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیصر و کسریٰ کی ہلاکت کے بعد دوبارہ قیصر و کسریٰ پیدا نہیں ہوں گے۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، علامات النبوۃ فی الاسلام: ۲۹۶۳) اس کے علاوہ دیگر پیشین گوئیاں بھی وقت گزرنے کے ساتھ واقع ہو رہی ہیں۔ خاص طور سے قرب قیامت سے متعلق پیشین گوئیاں۔

معجزات

انبیا و رسل کی رسالت و نبوت کی صداقت کو ثابت کرنے والے حسی معجزات بھی ہیں۔ معجزے کے معنی ایسے خارق عادت امور یا واقعات کو رونما ہونا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بغیر ظاہر نہ ہو سکیں، اور انبیا و رسل چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوتے ہیں لہٰذا ان کی صداقت کو بتانے کے لیے ایسے واقعات و امور کا ظہور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کرایا جاتا ہے، جیسے لاٹھی کا سانپ بن جانا، لاٹھی کی ضرب سے چشمے نکل آنا، یا اس کی ضرب سے دریا کا خشک ہو جانا، مردے کا زندہ ہو جانا، کوڑھی کا صحت مند ہو جانا، یا چاند کا دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو جانا، وغیرہ۔ قرآن میں مختلف انبیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تعلق سے مختلف معجزات کا ذکر ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے ارشاد ہے:

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ (بنی اسرائیل:۱۰۱)

ہم نے موسیٰ کو نو نشانیاں عطا کی تھیں جو صریح طور پر دکھائی دے رہی تھیں۔

قرآن کی دوسری آیات میں ان نو نشانیوں کا مفصل ذکر ہوا ہے۔ (ملاحظہ فرمائیے: الاعراف:۱۳۲-۱۳۶)

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ کے شعلوں سے زندہ باہر نکال لیا، اس کا حوالہ قرآن میں آیا ہے۔ ارشاد ہے:

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

(العنکبوت:۲۴)

اللہ نے اس (حضرت ابراہیمؑ) کو آگ سے بچالیا، بے شک اس میں یقین رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک بڑا معجزہ شق قمر کا ذکر ہوا ہے، ارشاد ہے:

فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

(العنکبوت:۲۴)

اللہ نے اس (حضرت ابراہیمؑ) کو آگ سے بچالیا، بے شک اس میں یقین رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ایک بڑا معجزہ شق قمر کا ذکر ہوا ہے، ارشاد ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ (القمر۱-۲)

قیامت کی گھڑی قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ مگر ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ خواہ کوئی نشانی دیکھ لیں۔ منہ موڑ جاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو چلتا ہوا جادو ہے۔

معجزۂ شق القمر (چاند پھٹ جانے) سے متعلق ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

انشقاق القمر قد عاينوه و شاهدوه وتواترت به الاخبار و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كان النبی ﷺ يقرأ هذه السورة فی المجامع الكبار مثل الجمع والاعياد يسمع الناس مافيها من آيات النبوة و دلائلها والاعتبار۔ (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ۱/ ۱۴۸، مطابع المسجد التجاریۃ)

چاند کے پھٹ جانے کے واقعے کو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اس سے متعلق روایتیں تواتر کے ساتھ ثابت ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کی تلاوت بڑے مجمعوں جیسے عیدین اور جمعہ کی نمازوں میں فرماتے تھے تاکہ لوگ سن لیں کہ ان آیاتِ نبوت کو ثابت کرنے والے جس معجزے کا ذکر ہوا ہے اور اس کے دلائل کو جان لیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق اور بھی دوسرے معجزات کا ذکر قرآن واحادیث میں آیا ہے، مگر یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے، اس لیے اختصار پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (ملاحظہ کیجیے: دلائل النبوۃ للامام البیہقی، سیرۃ النبی لابن ہشام، سیرت النبی سیّد سلیمان ندوی، معجزات کی بحث وغیرہ)

نصرت وغلبہ

انبیا ورسل کی نبوت ورسالت پر دلالت کرنے والی ایک چیز یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ونصرت حاصل ہوتی ہے۔ اور کفر وایمان کی کشمکش میں انجام کار اور آخری نتیجہ انبیا ورسل کے حق میں ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے مقابلے میں ان کی نبوت ورسالت کا انکار کرنے والوں کی ناکامی اور شکست یقینی ہے۔ انبیاء کی سیرت وتاریخ کے مطالعے سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ ۙ‏ (المؤمن:۵۱)

یقین جانو کہ ہم اپنے رسولوں اور ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی لازماً کرتے ہیں اور اس روز بھی کریں گے جب گواہ کھڑے ہوں گے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ (التوبہ:۲۵)

اللہ اس سے پہلے بہت سے مواقع پر تمھاری مدد کر چکا ہے، ابھی غزوۂ حنین کے موقع پر بھی اس کی مدد ہوئی تھی۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝ (الصف:۹)

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا ہے، تاکہ اسے پورے کے پورے دین پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رسولؐ کی سیرت خود رسالت کی دلیل ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ نے غارِ حرا سے واپس آ کر نبوت و رسالت ملنے کی اپنی روداد اپنی رفیقۂ حیات حضرت خدیجہؓ کو سنائی تو ان کا ابتدائی تاثر یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ کیوں کہ آپ کے اندر اعلیٰ صفات ہیں، انسانیت سے ہمدردی ہے اور بے بس و کمزور لوگوں کا آپ سہارا ہیں۔ (بخاری کتاب بدء الوحی، باب: کیف کان بدء الوحی)۔

اسی طرح ہرقل نے ابوسفیان سے جو سوالات کیے تھے، ان میں ایک سوال یہ تھا کہ کیا تم لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ سے کبھی جھوٹ کا تجربہ کیا ہے؟ ابوسفیان کو جواب تھا کہ نہیں۔ آپؐ سے کبھی جھوٹ کا تجربہ نہیں ہوا۔ ہرقل نے اس وقت کہا تھا کہ جس شخص نے کسی انسان کے معاملے میں کبھی جھوٹ نہ کہا ہو، وہ خدا کی طرف اتنا بڑا جھوٹ منسوب نہیں کر سکتا۔ (حوالہ سابق)

اسی طرح نجاشی بادشاہ کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے لوگوں کو پاکیزہ عمل اختیار کرنے کی تعلیم دی جس پر نجاشی نے آپؐ کی رسالت کی تصدیق۔ (سیرۃ النبی لابن ہشام، ۲/ ۳۵۹) اس طرح کی اور بھی مثالیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں نے محض آپؐ کی سیرت کو دیکھ کر اسلام قبول کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعجاز قرآن

سابق انبیا و رسل کو ان کی رسالت و نبوت کے اثبات کے لیے حسّی معجزات دیے گئے (اس طرح کے بعض معجزات آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا ہوئے) جو ان کی زندگی تک رہے اور جو لوگ ان کے عہد میں تھے، انھوں نے ان کا مشاہدہ کیا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ اب صرف ان کا تذکرہ باقی رہ گیا، مگر ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ایسا معجزہ بھی دیا گیا جو قیامت تک باقی رہے گا اور وہ معجزۂ قرآن ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام نازل ہوا ویسا کلام کوئی انسان پیش نہیں کر سکتا۔ قرآن میں بھی اس پر تحدی کی گئی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○

(البقرہ: ۲۳)

اور اگر تمھیں اس امر میں شک ہے کہ یہ کتاب جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے یہ ہماری ہے یا نہیں تو اس کے مانند ایک ہی سورت بنا لاؤ، اپنے سارے ہم نواؤں کو بلا لو۔ ایک اللہ کو چھوڑ کر باقی جس کی چاہو مدد لے لو اگر تم سچے ہو تو یہ کام کر کے دکھاؤ۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کے اس اعجاز کا تذکرہ خود فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

مامن الانبياء نبی الااعطی من الآيات ما مثله آمن عليه البشر وانما كان الذی اوتيته و حيا او حاه اللّٰه إ لّی فارجوان اكون اكثر هم تابعا يوم القيامة۔

(بخاری کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحی)

جتنے نبی گزرے ہیں ان میں سے ہر نبی کو ایسے معجزات عطا کیے گئے جنھیں دیکھ کر لوگ اس پر ایمان لاتے تھے مگر مجھے جو معجزہ دیا گیا وہ یہ وحی (قرآن) ہے جو اللہ نے مجھ پر نازل کی ہے مجھے توقع ہے کہ قیامت کے دن میرے متبعین ہر نبی کی اتباع کرنے والوں سے زیادہ ہوں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی شکل میں قیامت تک باقی رہنے والا معجزہ اس لیے دیا گیا کیوں کہ آپ کی نبوت و رسالت قیامت تک کے لیے ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی و رسول مبعوث نہیں ہوگا، اگر چہ جسمانی طور پر نبی موجود نہیں مگر ان کا معجزہ موجودہ ہے، اور ہر شخص اس کو دیکھ سکتا ہے۔

عقیدۂ آخرت کے دلائل

اسلام کا تیسرا اہم عقیدہ، عقیدۂ آخرت ہے، جس کے معنی ہیں موت کے بعد دوبارہ زندہ کیا جانا۔ یہ قیامت میں واقع ہوگا اور سارے انسان دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور ان کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا، اور ان کے مطابق ان کو بدلہ دیا جائے گا۔

موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے متعلق قرآن نے دو پہلوؤں سے دلائل دیے ہیں۔ ایک یہ کہ اس نے دوبارہ زندہ ہونے کے امکان کو ثابت کیا ہے۔ دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔

انسان کے دوبارہ زندہ ہونے کے امکان کی ایک دلیل خود اس کی تخلیق ہے، یعنی انسان کی پہلی پیدائش بتا رہی ہے کہ جو اس کو پہلی بار پیدا کر سکتا ہے وہ اس کو دوسری بار بھی پیدا کر سکتا ہے۔ انسان اپنے وجود سے انکار نہیں کر سکتا، لہٰذا اسے آئندہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کے امکان کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن میں اس اسلوب کی بہت سی آیات ہیں۔ جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْ لَا تَذَكَّرُوْنَ○ (الروم:۲۷)

اپنی پہلی پیدائش کو تو تم جانتے ہی ہو، پھر کیوں سبق نہیں لیتے؟

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ○ (الاعراف:۲۹)

جس طرح اس نے تمھیں اب پیدا کیا ہے، اسی طرح تم پھر پیدا کیے جاؤ گے۔

ایک اور جگہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے:

وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ تَكُ شَيْئًا○ (مریم:۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور میں نے تجھ کو پیدا کیا جب کہ تیرا کوئی وجود نہ تھا۔

سورۂ ق میں اللہ نے فرمایا:

اَفَعَیِینَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ط بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ع

(ق:۱۵)

کیا ہم پہلی تخلیق سے تھک گئے، حقیقت یہ ہے کہ دوبارہ پیدا کیے جانے سے متعلق وہ التباس میں پڑے ہوئے ہیں۔

سورۂ حج آیت ۵ تا ۷ میں انسان کی تخلیق کے تمام مراحل کا ذکر کیا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ جو اللہ اتنے مرحلوں سے انسان کی تخلیق کرسکتا ہے، وہ اس کو دوبارہ زندہ بھی کرسکتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں دوبارہ زندہ کرنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کی قدرت کی تفہیم بہت ہی اچھے اسلوب میں کرائی گئی ہے ارشاد ہے:

وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِیْدًا ○ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِیْدًا ○ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا یَكْبُرُ فِیْ صُدُوْرِكُمْ ج فَسَیَقُوْلُوْنَ مَنْ یُّعِیْدُنَا ط قُلِ الَّذِیْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ج فَسَیُنْغِضُوْنَ اِلَیْكَ رُءُوْسَهُمْ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ ط قُلْ عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا ○ (بنی اسرائیل:۴۹-۵۱)

وہ کہتے ہیں جب ہم صرف ہڈیاں اور خاک ہوکر رہ جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کرکے اٹھائے جائیں گے؟ ان سے کہو تم پتھر یا لوہا بھی ہوجاؤ یا اس سے بھی زیادہ سخت کوئی چیز جو تمھارے ذہن میں قبول حیات سے بعید تر ہو (پھر بھی تم اٹھ کر رہو گے) وہ ضرور پوچھیں گے کون ہے وہ جو ہمیں پھر زندگی کی طرف پلٹا کر لائے گا، جواب میں کہو وہی جس نے پہلی بار تم کو پیدا کیا۔ وہ سر ہلا ہلا کر پوچھیں گے اچھا تو یہ ہوگا کب؟ تم کہو کیا عجب کہ وہ وقت قریب ہی آلگا ہو۔

انسان اپنے وجود میں معمولی اور عاجز مخلوق ہے۔ اس کائنات میں اس سے زیادہ بڑی مخلوقات موجود ہیں۔ خود آسمان و زمین کا وجود بتا رہا ہے کہ ان کی تخلیق کا کارنامہ انسان کی تخلیق سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔ جو عظیم اور بڑی چیز کی تخلیق کرسکتا ہے وہ کم تر اور معمولی چیز کی تخلیق کیوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ○ (المؤمن:۵۷)

آسمانوں اور زمین کی تخلیق لوگوں کی تخلیق سے بڑی بات ہے، لیکن اکثر لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَوَ لَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۙ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ○ (یٰسین:۸۱)

کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس پر قادر نہیں کہ ان کے جیسوں کو پیدا کر سکے۔ کیوں نہیں یقیناً وہ بہت پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ؕ بَلٰٓى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○ (الاحقاف:۳۳)

انھوں نے دیکھا نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اس کے پیدا کرنے میں اسے تھکاوٹ لاحق نہیں ہوئی، اس پر قادر نہیں ہے کہ وہ مردے کو زندہ کردے۔ کیوں نہیں بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○ (حٰمٓ السجدۃ:۳۹)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم دیکھتے ہو زمین سونی پڑی ہوئی ہے، پھر جونہی کہ ہم نے اس پر پانی برسایا یکا یک وہ پھبک اٹھتی ہے اور پھول جاتی ہے۔ یقیناً جو خدا اس مری ہوئی زمین کو جلا اٹھاتا ہے وہ مردوں کو بھی زندگی بخشنے والا ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَهُوَالَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ○ (الاعراف:۵۷)

اور وہ اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لیے ہوئے بھیجتا ہے، پھر جب وہ پانی سے لدے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تو انھیں کسی مردہ سرزمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر طرح طرح کے پھل نکال لاتا ہے، دیکھو اس طرح ہم مردوں کو حالت موت سے نکالتے ہیں۔ شاید کہ تم اس سے سبق لو۔

ایک روایت میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ مُردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ تو آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جس طرح مردہ زمین سے ہریالی نکالتا ہے ویسے ہی لوگوں کو نکالے گا۔ (مسند احمد ۴/ ۱۱)

انسان کا دوبارہ زندہ کرنے کا واقعہ اس کی موت کے بعد رونما ہوگا۔ جس کا مشاہدہ نہیں ہوسکتا، اس لیے آدمی کو اس پر یقین کرنے میں دقت پیش آتی ہے۔ مگر اللہ کی قدرت یہ ہے کہ بعض وقت وہ اسی دنیا کی زندگی میں مردے کو زندہ کرکے اس کا مشاہدہ کرا دیتا ہے۔ قرآن میں ایسے کئی واقعات کا ذکر ہوا ہے، ارشاد ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۝

(البقرہ:۲۶۰)

(اور یاد کرو واقعہ) جب ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ میرے رب مجھے دکھا دے تو مردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے فرمایا کیا تو ایمان نہیں رکھتا؟ اس نے کہا: ''ایمان رکھتا ہوں مگر دل کا اطمینان درکار ہے۔'' فرمایا: اچھا تو چار پرندے لے اور ان کو اپنے سے مانوس کرلے، پھر ان کا ایک ایک ٹکڑا ایک ایک پہاڑ پر رکھ دے پھر ان کو پکار، وہ تیرے پاس

2029

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوڑے چلے آئیں گے، خوب جان لے کہ اللہ نہایت با اقتدار اور حکیم ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ ۚ وَانْظُرْ اِلَی الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (البقرہ:۲۵۹)

یا پھر مثال کے طور پر اس شخص کو دیکھو جس کا گزر ایک ایسی بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر اوندھی گری پڑی تھی۔ اس نے کہا یہ آبادی جو ہلاک ہو چکی ہے اسے اللہ کس طرح دوبارہ زندگی بخشے گا؟ اس پر اللہ نے اس کی روح قبض کر لی اور سو برس تک مردہ پڑا رہا۔ پھر اللہ نے اسے دوبارہ زندگی بخشی اور اسے پوچھا بتاؤ کتنی مدت پڑے رہے ہو؟ اس نے کہا ایک دن یا چند گھنٹے رہا ہوں گا، فرمایا: تم پر سو برس اسی حالت میں گزر چکے ہیں۔ اب ذرا اپنے کھانے اور پانی کو دیکھو کہ اس میں ذرا تغیر نہیں آیا۔ دوسری طرف ذرا اپنے گدھے کو بھی دیکھو (کہ اس کا پنجر تک بوسیدہ ہو رہا ہے) اور یہ ہم نے اس لیے کیا ہے کہ ہم تمھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنا دینا چاہتے ہیں پھر دیکھو کہ ہڈیوں کے اس پنجر کو ہم کس طرح اٹھا کر گوشت پوست اس پر چڑھاتے ہیں۔ اس طرح جب حقیقت اس کے سامنے بالکل نمایاں ہو گئی تو اس نے کہا میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

قرآن میں اس طرح کے بعض اور واقعات کا ذکر ہوا ہے۔ (دیکھئے البقرۃ: ۷۲-۷۳، ۲۴۳، سورہ الکہف: ۱۱-۱۲)

مذکورہ بالا واقعات ماضی کے ہیں اور معجزات انبیا سے تعلق رکھتے ہیں جن کا ظہور اب نہیں ہو سکتا۔ مگر ہر شخص کے ساتھ روزانہ مرنے اور جینے کا تجربہ پیش آتا ہے جس سے وہ کسی طرح بھی انکار نہیں کر سکتا وہ تجربہ نیند کا ہے ہر شخص پر نیند طاری ہوتی ہے اور اس سے بیدار ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیند موت کی ایک شکل ہے اور بیداری اس موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا۔ قرآن میں اس کا حوالہ دیا گیا ہے:

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِهَا ج فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ وَ یُرْسِلُ الْاُخْرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ○

(الزمر:۴۲)

وہ اللہ ہی ہے جو موت کے وقت روحیں قبض کرتا ہے، اور جو ابھی نہیں مرا ہے اس کی روح نیند میں قبض کر لیتا ہے، پھر جس پر وہ موت کا فیصلہ نافذ کرتا ہے، اسے روک لیتا ہے اور دوسروں کی روحیں ایک وقت مقرر کے لیے واپس بھیج دیتا ہے، اس میں بڑی نشانیاں ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو غور وفکر کرنے والے ہیں۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کماتنامون فکذلک تموتون و کماتوقظون فکذلک تبعثون۔ (تفسیر القرطبی: دیکھیے آیت بالا کے ذیل میں)

جیسا تم لوگ سوتے ہو ویسی ہی تم پر موت طاری ہوگی اور جیسا جاگتے ہو ویسے ہی دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے۔

ایک دوسری روایت میں وارد ہے:

عن جابر بن عبداللّٰہ قیل یا رسولللّٰہ اینام أھل الجنة قال لا، النوم اخو الموت والجنة لا موت فیھا۔ (حوالہ سابق)

حضرت جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا اہلِ جنت جنت میں سوئیں گے، آپؐ نے فرمایا نہیں۔ نیند، موت کا بھائی ہے اور جنت میں موت نہیں آئے گی۔

جزا وسزا کے دلائل

آخرت کا بنیادی مقصد انسانوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دینا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیئت سے دین کے احکام نازل کیے، اسی طرح اس نے ان پر جزا وسزا کا وعدہ کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر وہ ان کے مطابق بدلہ نہ دے تو اللہ تعالیٰ کی طرف ظلم کا انتساب ہوگا اور اللہ ظلم سے بری ہے۔ اسی طرح یہ بھی اللہ کی حکمت کے خلاف ہے کہ نیکی کرنے والا اور بدی کرنے والا ایک ہی درجہ ومقام پر ہوں۔ نیکی اور بدی کے مطابق اس کا بدلہ ملنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس اصول کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ارشاد ہے:

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (الجاثیۃ:۲۱-۲۲)

کیا وہ لوگ جنھوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا ہے سمجھے بیٹھے ہیں کہ ہم انھیں اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو ایک جیسا کردیں گے کہ ان کا جینا اور مرنا یکساں ہوجائے، بہت برے حکم ہیں جو یہ لگاتے ہیں۔ اللہ نے تو آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے اور اس لیے کیا کہ ہر متنفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جائے۔ لوگوں پر ظلم ہرگز نہ کیا جائے۔

اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ۝ (صٓ:۲۸)

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لاتے اور نیک اعمال کرتے ہیں اور ان کو جو زمین میں فساد کرنے والے ہیں یکساں کردیں؟ کیا متقیوں کو ہم فاجروں جیسا کردیں؟

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝ مَا لَكُمْ وقفة كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ (ن:۳۵-۳۶)

کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کی طرح کردیں۔ تمھیں کیا ہوگیا ہے کہ ایسا حکم لگاتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عبث اور بے کار پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس کا ایک منصوبہ ہے۔ اس کا اہم حصہ انسان کی آزمائش ہے اور اس کو اس کا اجر دینا ہے۔ اگر اللہ آزمائش کی مشکلات سے انسان کو گزارے اور اس کو اس کا اجر نہ دے تو یہ فعل عبث ہوگا۔ جس سے اللہ کی ذات پاک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○
فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ (المومنون:۱۱۵-۱۱۶)

کیا تم لوگوں نے گمان کر رکھا ہے کہ ہم نے تم کو عبث (بے کار) پیدا کیا ہے اور تمھیں ہماری طرف پلٹ کر نہیں آنا پس برتر و بالا ہے اللہ پادشاہ حقیقی۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اگر معاد یعنی آخرت میں سزا و جزا کا وقوع نہ ہو تو انسان دوسری مخلوقات کے مقابلے میں سب سے زیادہ خسارے میں رہنے والی مخلوق ہوگا۔ (مفاتیح الغیب، ۱۷/۲۰)

خلاصہ بحث

اسلام ایک دین ہے جس میں زندگی گزارنے کا مکمل طریقہ بتایا گیا ہے۔ کسی دین و مذہب پر عمل کرنے میں آدمی کا دل اسی وقت مطمئن ہوتا ہے جب اس کے پیچھے دلائل ہوں اور عقل ان کو تسلیم کرتی ہو۔ اسلام کے بنیادی طور پر تین عقائد ہیں: توحید، رسالت اور آخرت۔ قرآن و احادیث میں ان پر ٹھوس دلائل دیے گئے جو عقل کو اپیل کرتے ہیں۔ زیر نظر باب میں انھیں دلائل کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے، جو عقلی پہلو سے قرآن نے دیے ہیں۔ اس تفصیل کی روشنی میں اسلام کی دیگر تعلیمات کی معقولیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ موجودہ دور کی تمام تر سائنسی اور علمی ترقیوں کے باوجود کسی کے پاس ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جس کی بنیاد پر اسلام اور اس کی تعلیمات کو رد کیا جا سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حواشی

[۱] مزید ملاحظہ کیجیے: النحل: ۶۴، ۸۹، الانبیا: ۲۴، الاحقاف: ۴، الفرقان: ۳۳، فصلت: ۵۳، الکہف: ۵۴۔

[۲] لسان العرب، دیکھیے مادہ دلل۔

[۳] دیکھیے المعجم المفهرس لالفاظ القرآن، مادہ آیت۔

[۴] مسند احمد ۱/ ۴۴، ۴۵، ۲۷۲

[۵] کتاب الروح لابن القیم، ص: ۱۶۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان ۱۹۷۵

[۶] دیکھیے: الاعراف: ۵۴، فاطر: ۱۳، البقرۃ: ۱۶۴، النحل: ۱۲-۱۳، ۷۹، ابراہیم: ۳۲-۳۳

[۷] المومنون: ۱۲-۱۴، غافر: ۶۷، الزمر: ۶ وغیرہ

[۸] الشوریٰ: ۲۹، البقرۃ: ۱۶۴، وغیرہ

[۹] فاطر: ۴۱، الحج: ۶۵، الرعد: ۲، لقمان: ۱۰، الروم: ۲۵

[۱۰] البقرۃ: ۲۲، الذاریات: ۴۷، الانبیاء: ۳۲، ق: ۶، الملک: ۳-۴

[۱۱] الصافات: ۶، الملک: ۵، فصلت: ۱۲، الفرقان: ۶۱

[۱۲] فصلت: ۳۷، اسراء: ۱۲، اعراف: ۵۴، الزمر: ۵، ابراہیم: ۳۲ وغیرہ

[۱۳] الشعراء: ۷-۹، عبس: ۲۴-۳۲، الرعد: ۴، الانعام: ۹۹، الروم: ۴۶، الاعراف: ۵۷، النمل: ۶۳

[۱۴] مزید ملاحظہ کیجیے: آل عمران: ۲۶-۲۷، الزمر: ۴۳-۴۴، فاطر: ۱۳

[۱۵] الانعام: ۷۴-۸۳

[۱۶] الانبیاء: ۵۸-۶۳

[۱۷] الانعام: ۹۷-۱۰۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب چہارم

دینِ فطرت

اسلام کے مختلف خصائص و امتیازات میں سے ایک نمایاں خصوصیت اس کا فطرت کے مطابق ہونا ہے۔ یعنی یہ مذہب انسان کی خلقت (Nature) کے مطابق ہے۔ انسانی فطرت کو نظر انداز کر کے اس میں کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔ نہ اس کے فطری مطالبات کو کچلا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ (الروم:۳۰)

اے نبیؐ یک سو ہو کر اپنا رخ اس دین کی سمت میں جما دو، قائم ہو جاؤ اس فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی ہوئی خلقت بدلی نہیں جا سکتی، یہی بالکل راست اور درست دین ہے، مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

عربی زبان میں حنیف سیدھے اور مخلص (المستقیم المخلص) کو کہا جاتا ہے اور اسلام سے بڑھ کر کوئی دین سیدھا نہیں ہے۔[۱]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّ لَا نَصْرَانِيًّا وَّ لٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ (آل عمران:۶۷)

ابراہیم یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ وہ سیدھے مسلمان تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطرت کے لغوی معنی

فَطَرَ یَفْطُرُ کے معنی پیدا کرنے، شروع کرنے اور پھاڑنے کے ہیں، اسی سے فطرت ہے جس میں خلقت، طبعی حالت، پیدائشی خصوصیات، دین، سنت، عادات اور طریقہ کے مفاہیم شامل ہیں۔[۲]

فطرت سے مراد

آیت محولہ بالا کے ذیل میں امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ''اس میں تمام انسانوں کی تخلیق کا ذکر ہوا ہے اور اس میں فطرت کا تذکرہ مدح کے سیاق میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین حنیف کے اتباع کا حکم دیا ہے، جو فطرت کے مطابق ہے''۔[۲الف]

آیتِ مذکور کے ضمن میں حضرات تابعین: عکرمہ، مجاہد، حسن، ابراہیم، ضحاک، قتادہ اور ابن زید رحمہم اللہ سے منقول ہے کہ فطرت سے مراد اسلام ہے۔ انھوں نے 'خلق' کو 'دین' کے معنی میں لیا ہے۔[۳] اس مفہوم کی تائید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد گرامی سے ہوتی ہے حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

مامن مولود الا یولد علی الفطرة فابواہ یھوّدانه او ینصّرانه او یمجّسانه کما تنتج البھیمة بھیمة جمعاء ھل تحسّون فیھا جدعاء۔

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جس طرح جانور اپنے بچے کو (صحیح سالم) جانور جنتا ہے۔ کیا تم کو اس میں کوئی ناک یا کان کٹا نظر آتا ہے۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت ابوہریرہؓ نے اسی آیت (الروم:۳۰) کی تلاوت فرمائی۔[۴]

علامہ خطابیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث میں اسلام کی خوبی بیان کی گئی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ دین عقل اور انسانی طبیعت کے مطابق ہے۔[۵]

اس حدیث میں فطرت کو یہودیت، نصرانیت اور مجوسیت کے مقابلے میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ فطرت بمعنی اسلام ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعاء سکھائی ہے۔ اس میں بھی فطرت کی اضافت اسلام کی طرف کی گئی ہے:

اصبحنا علی فطرة الاسلام وعلی کلمة الاخلاص وعلی دین نبینا محمد ﷺ وعلی ملة ابراهیم حنیفا مسلما وما کان من المشرکین۔[۶]

ہم نے صبح کی فطرتِ اسلام پر، کلمۂ اخلاص پر، اپنے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر اور حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر، جو یک سو اور مسلمان تھے اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔

یہاں ایک اشکال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر بچہ پیدائش کے وقت اسلام پر ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ اپنے کافر والدین کا وارث نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح کفار سے جنگ میں ان کے بچوں کو قیدی نہیں بنایا جاسکتا، نہ انھیں مسلمان قبرستان میں تدفین سے روکا جاسکتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آیت زیرِ بحث اور حدیث 'کل مولو یولد علی الفطرة الخ' کا مقصد ان احکام کو بیان کرنا نہیں ہے، بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ انسان کی تخلیق فطرت پر ہوتی ہے۔ دنیوی احکام میں کفار کے بچوں کا اعتبار ان کے والدین کے مذہب کے مطابق ہوگا۔[۷] اسی طرح بچے کے فطرت پر پیدا ہونے کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ جب وہ پیدا ہوتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور وہ توحید کا اقرار کرنے والا ہوتا ہے، بلکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ بچے کے اندر وہ قوت و دیعت ہوتی ہے کہ اگر اس کے لیے موانع نہ ہوں تو وہ بڑا ہو کر رب کی معرفت حاصل کرے، جس طرح اس کے لیے ماں کا دودھ پینا فطری امر ہے کہ اگر کوئی مانع نہ ہو تو لازماً وہ ماں کا دودھ پیے گا۔[۸]

اسلامی تعلیمات فطرت کے عین مطابق ہیں

فطرت سے اسلام مراد لینے کا حقیقی مفہوم یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں، یا فطرت کے جو تقاضے ہیں وہ اسلامی تعلیمات میں محصور ہیں۔ ان سے دوری اختیار کر کے فطرت کی رعایت ہوسکتی ہے نہ اسلامی تعلیمات کے فیوض سے کما حقہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیئے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیں کہ یہ دین کس طرح فطرت کی ترجمانی کرتا ہے اور اس میں اس کی کتنی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مختلف پہلو ہیں۔ ان میں عقائد، عبادات، اخلاق اور معاملات خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ان کا مفصل بیان طوالت کا باعث ہوگا۔ ذیل میں کچھ مثالوں کے ذریعے اختصار کے ساتھ ان کی وضاحت کی کوشش کی جائے گی۔

عقیدۂ توحید اور فطرت

اللہ کے بارے میں انسانوں کا رویہ اور مذاہب کی تعلیمات مختلف ہیں۔ بعض مذاہب میں شرک کا عقیدہ در آیا ہے، جیسے یہودیت، نصرانیت اور ہندومت وغیرہ۔ لیکن اگر انسانی فطرت اور اس کی نفسیات کی روشنی میں غور کیا جائے تو عقیدۂ توحید ہی کو درست ماننا پڑے گا، کیوں کہ فطرت اسی کا تقاضا کرتی ہے۔ اس نکتہ کی وضاحت مولانا سید جلال الدین عمری نے بڑے اچھے انداز میں کی ہے۔ لکھتے ہیں:

> خدا کائنات کا حاکم ہے اور یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے لیے ایک ہی حاکم کو پسند کرتا ہے۔ اس کے نزدیک غلامی کی بدترین قسم یہ ہے کہ وہ کئی خداؤں کی خدائی میں گھرا رہے اور اس کی غلامی میں کسی ایک کا نہیں بلکہ بہت سے آقاؤں کا حصہ ہو۔ جو شخص اپنے لیے کئی خداؤں کو منتخب کرتا ہے وہ اپنی فطرت سے جنگ کرتا ہے۔ وہ ایک ایسی راہ چل رہا ہے جس میں اس کا ضمیر اور اس کی نفسیات اس کا ساتھ نہیں دے سکتے۔ زلزلہ اور بھونچال آتا ہے تو زمین ان خزانوں کو اگل دیتی ہے جن کو وہ اپنے سینہ میں چھپائے رکھتی ہے، اسی طرح انسان کی حقیقی نفسیات اس وقت ابھر کر سامنے آجاتی ہیں جب وہ کسی مصیبت میں گھر جاتا ہے اور تمام امیدیں ٹوٹنے لگتی ہیں، ایک شخص راستہ چل رہا ہو اور پیچھے سے اچانک اس کی پیٹھ میں چھرا گھونپ دیا جائے تو اس حالت میں اس کی زبان سے جن الفاظ میں چیخ نکلے گی وہ اس کے جذبات کی صحیح ترجمان ہوگی، اس پہلو سے دیکھیے تو معلوم ہوگا کہ شرک سے بے زاری انسان کی نفسیات میں شامل ہے، کیوں کہ مصیبتیں اور پریشانیاں اس سے توحید کا اعتراف کراتی ہیں۔ وہ اپنی مشکلات میں دس سہارے نہیں ڈھونڈتا، بلکہ صرف ایک ایسا مضبوط سہارا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چاہتا ہے جو اس کو ہر مشکل سے نجات دے سکے... انسان کی کشتی جب بھنور میں پھنس جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے مایوس ہو کر خدائے واحد کی طرف مدد کا ہاتھ پھیلاتا ہے، تو اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ سکون اور اطمینان کی حالت میں اس کا بہت سے خداؤں کو ماننا جھوٹ اور فریب ہے۔ شرک اس کی فطرت نہیں ہے، بلکہ ایک غیر فطری بات ہے جو اس کے ساتھ چپک گئی ہے۔[۹]

انسان کی اس نفسیات کو قرآن کریم کی متعدد آیات میں بیان کیا گیا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۖ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝ (العنکبوت:۶۵)[۱۰]

جب یہ لوگ کشتی پر سوار ہوتے ہیں تو اپنے دین کو اللہ کے لیے خالص کر کے اس سے دعا مانگتے ہیں۔ پھر جب وہ انھیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو یکا یک یہ شرک کرنے لگتے ہیں۔

شرک کے غیر فطری ہونے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مثال کے ذریعے واضح کیا ہے۔ وہ یہ کہ جس طرح کوئی غیرت مند مرد کسی دوسرے مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا، یہ چیز اس کے غیظ و غضب کو بھڑکانے والی ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ اس بات کو کیسے گوارا کرے گا کہ اس کا بندہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی پرستش کرے۔[۱۱]

عقیدۂ آخرت اور فطرت

اسلام کا دوسرا بنیادی عقیدہ آخرت ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ دنیا کی اس عارضی زندگی کے بعد ایک ابدی زندگی ہے جس میں تمام انسانوں کو ان کے اچھے یا برے اعمال کا بدلہ ملے گا۔ دنیا امتحان گاہ اور آخرت دار الجزاء ہے۔ یہ عقیدہ مختلف پہلوؤں سے فطرت کی ترجمانی کرتا ہے۔

۱- انسانی تاریخ بتاتی ہے کہ قدیم ترین زمانے سے عالم گیر پیمانے پر یہ طلب انسان کے اندر موجود رہی ہے کہ اس دنیا کی زندگی کے علاوہ ایک دوسری زندگی ہو، جہاں موجودہ دنیا کی محدودیتوں اور مشکلات سے چھٹکارا مل سکے اور خوشی اور فراغت کی زندگی حاصل ہو سکے۔ دوسری زندگی کا یہ تصور دراصل آخرت کا ایک نفسیاتی ثبوت ہے۔ جس طرح پیاس کا لگنا پانی کی موجودگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انسان کے درمیان ربط کا ایک ثبوت ہے۔ اسی طرح ایک بہتر دنیا کی طلب بھی اس کے واقع ہونے کی دلیل ہے۔

۲- دنیا میں اچھے لوگ بھی ہیں اور برے لوگ بھی۔ بارہا دیکھا گیا ہے کہ ایک آدمی بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کرتا ہے، یہاں تک کہ لوگوں کو ناحق قتل کرتا پھرتا ہے، مگر دنیا میں اس کو کوئی سزا نہیں ملتی۔ اس کے برعکس ایک آدمی نیکی کی راہ پر چلتا ہے، مگر وہ زندگی بھر مشکلات کا شکار رہتا ہے اور اسے کبھی سکون نصیب نہیں ہوتا۔ اگر اس دنیا کا خاتمہ ہو جائے اور آخرت واقع نہ ہو تو نیکی اور بدی کا تصور نامکمل رہ جائے گا۔ انسان کی فطرت اور اس کے اندر عدل و انصاف کا احساس تقاضا کرتا ہے کہ ایسا نہ ہو۔ ایک دن ایسا ضرور آئے جب حق اور ناحق الگ ہوں، ظالم کو اس کے ظلم اور مظلوم کو اس کی مظلومیت کا بدلہ ملے۔ فطرت کا یہ مطالبہ عقیدۂ آخرت ہی سے پورا ہو سکتا ہے۔

۳- آخرت کا عقیدہ خدا کے عقیدے کی تکمیل ہے۔ اگر اس کائنات کا کوئی خدا ہے تو یقیناً بندوں کے ساتھ اس کے تعلق کو ظاہر ہونا چاہیے۔ ایک شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اور دوسرا شخص اس کا منکر ہے۔ ایک شخص خدا سے بے خوفی اور سرکشی کا اظہار کرتا ہے اور دوسرا اس کی ہیبت سے لرزاں و ترساں رہتا ہے۔ ایک شخص عیاشی اور بدمستی میں زندگی گزارتا ہے اور دوسرا تقویٰ کی زندگی اختیار کرتا ہے، دونوں یکساں نہیں ہو سکتے۔ فطرت تقاضا کرتی ہے کہ خدا اپنی خدائی سے اچھے اور برے بندوں کے درمیان فرق و تمیز کرے۔[۱۲] یہ تمیز و تفریق کامل طریقے سے آخرت ہی میں ممکن ہے۔

دین میں کوئی جبر نہیں

اسلام میں فطرت کی رعایت کا ایک بڑا مظہر اس کا وہ حکم بھی ہے جس کے مطابق کسی شخص کو بہ زور دین میں داخل کرنے سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ (البقرۃ:۲۵۶)

دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں۔ ہدایت کو ضلالت سے الگ چھانٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کے ذیل میں علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں: ''کسی شخص کو دین اسلام میں داخل ہونے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، کیوں کہ وہ اس قدر کھلا اور واضح ہے اور اس کے دلائل و براہین اس قدر روشن ہیں کہ کسی شخص کو اس میں داخل ہونے پر مجبور کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے''۔[۱۳]

علامہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں: ''کسی ذمی یا مستامن (جس کو اسلامی ریاست نے پناہ دی ہو) کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی کو مجبور کیا گیا اور اس نے بہ جبر اسلام قبول کر لیا تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا''۔[۱۴]

اسلام کے اس موقف کی وضاحت قرآن کی دیگر بہت سی آیات سے ہوتی ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَوْشَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ کُلُّھُمْ جَمِیْعًا ط اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ O (یونس:۹۹)

اگر تیرے رب کی مشیّت ہوتی تو سارے زمین والے ایمان لے آئے ہوتے۔ پھر کیا تو لوگوں کو مجبور کرے گا کہ وہ مومن ہو جائیں۔

اسلام کا یہ حکم اس سیاق میں ہے کہ کوئی عقیدہ یا مذہب اختیار کرنا انسان کا ذاتی عمل ہے اور اس کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جو عقیدہ اور دین چاہے اختیار کرے۔ اگر کسی شخص کو کوئی مخصوص دین و عقیدہ ماننے پر مجبور کیا جائے گا تو یہ اس کی آزادی کے خلاف ہوگا جس کا مطالبہ اس کی فطرت کرتی ہے۔ اسلام نے انسان کی اس طلب کو پوری طرح باقی رکھا ہے، اگرچہ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ سچا دین صرف اسلام ہے۔

عقل انسانی اور فطرت

انسان کو عقل کی وجہ سے دوسری مخلوقات پر فضیلت اور امتیاز حاصل ہے۔ وہ غور و فکر، فہم و ذکاء، تخیّل و تامّل، قیاس و اجتہاد اور استنباط و استخراج کی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اگر اس کی عقل پر پابندی لگا دی جائے اور اس کو غور و فکر سے روک دیا جائے تو یہ عمل اس کی فطرت کو کچلنے کے مترادف ہوگا۔ اس کے بجائے اسلام نے اس کو پروان چڑھانے کی ترغیب دی ہے اور عقل و فکر سے کام نہ لینے والے شخص کو چوپایہ سے تشبیہ دی ہے۔ گویا عقل و دماغ کو معطل رکھنے والا شخص

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی نظر میں درجۂ انسانیت سے گر کر درجۂ حیوانیت میں آ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ○

(الانفال:۲۲)

یقیناً خدا کے نزدیک بدترین قسم کے جانور وہ بہرے گونگے لوگ ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے ہیں۔

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ (وہ کیوں نہیں غور وفکر کرتے) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ (وہ کیوں نہیں تدبر سے کام لیتے) لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ (شاید کہ تم تفکر کرو) لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (غور وفکر کرنے والوں کے لیے) لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (عقل سے کام لینے والوں کے لیے) اُولِي الْاَبْصَارِ (دیدہ والے) اُولِي الْاَلْبَابِ (عقل والے) اُولِي النُّهٰى (عقل والے) جیسے الفاظ وتراکیب استعمال کی گئی ہیں۔ ان کے ذریعے صریح طور پر غور وفکر اور تعقل و تدبر کی دعوت دی گئی ہے اور عقل سے کام نہ لینے کے رویے کی مذمت کی گئی ہے۔

قرآن میں عقائد کے اثبات کے لیے نقلی وشرعی دلائل (قرآن وحدیث) کے ساتھ عقلی دلائل بھی دیے گئے ہیں۔[۱۵] نیز شریعت کے مصادر میں ایک مصدر قیاس اور استحسان یا مصالح مرسلہ بھی ہے جس کی بنیاد عقل پر ہے، اور اس سے دین کے بعض احکام مستنبط کیے جاتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے عقل کے استعمال کی ترغیب دی ہے اور بے عقلی کا رویہ اختیار کرنے سے منع کیا ہے۔

عبادت کے طریقے فطرت سے مطابقت رکھتے ہیں

اسلام میں عبادت کے کچھ طریقے بتائے گئے ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی وغیرہ۔ ان پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فطرت کے عین مطابق ہیں۔ عبادت کے معنیٰ کسی کے آگے اظہارِ تذلّل وتضرّع کے ہیں۔ آدمی جب اللہ تعالیٰ کے لیے سجدہ، رکوع اور قیام کرتا ہے تو اس طرح درحقیقت وہ اپنی عاجزی و بے بسی کا اعتراف کرتا ہے۔ روزہ بھی عبادت کا ایک طریقہ ہے جس میں آدمی اللہ کی خوش نودی کے لیے جائز خواہشات، کھانے پینے اور جنسی تعلق سے محدود وقت کے لیے رک جاتا ہے۔ یہ طریقہ دنیا کی تمام اقوام میں معروف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ زکوٰۃ میں آدمی اپنا محبوب مال خرچ کر کے اللہ کی رضا کا طالب ہوتا ہے۔ اسی طرح حج اور قربانی کی عبادات بھی انسانی تاریخ میں معروف رہی ہیں۔ ہر مذہب میں کچھ مخصوص مقامات کی زیارت کی تعلیم ملتی ہے اس کا مقصد بھی معبود کی رضا کا حصول ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ دنیا کی تمام اقوام اور مذاہب میں عبادت کے یہ طریقے رہے ہیں۔ البتہ یہ عبادات خدائے واحد کے لیے نہیں رہیں، ان میں شرک کی آمیزش ہوگئی ہے۔ اسلام کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے عبادت کو خدائے واحد کے لیے خاص کر دیا اور ہر طرح کے شرک سے اسے پاک کیا۔

اسلامی عبادات کے مطابقِ فطرت ہونے کی ایک دلیل ان کے مختلف جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی فوائد بھی ہے۔ اس بارے میں مفصل گفتگو طوالت کا باعث ہوگی، مختصراً عرض ہے کہ جدید سائنسی تحقیقات نے اسلامی عبادات خصوصاً نماز اور روزے کے طبّی و سائنسی فوائد کو تسلیم کیا ہے۔ وضو، جو کہ نماز کی ابتدائی شرط ہے خود اس سے غیر معمولی طبی فوائد حاصل ہوتے ہیں اور آج کے دور میں جب کہ فضائی آلودگی اور دل کے امراض میں کثرت سے اضافہ ہو رہا ہے، وضو کو ایک اکسیر قرار دیا جا سکتا ہے۔ نماز اور اللہ تعالیٰ کے آگے دن اور رات میں متعدد بار خضوع و خشوع کے اظہار سے جو ذہنی سکون اور قلبی اطمینان حاصل ہوتا ہے وہ نسخۂ کیمیا سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح روزے سے بھی بے شمار جسمانی فوائد حاصل ہوتے ہیں، جن میں نظامِ ہضم کی درستی، دورانِ خون کی بہتری، خلیّات کی مرمت، اعصابی نظام کی اصلاح اور خون کی کمی کا علاج خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔[۱۶]

لباس اور فطرت

انسان دوسری مخلوقات سے اس اعتبار سے بھی ممتاز و منفرد ہے کہ وہ لباس استعمال کرتا ہے، جو اسے سردی گرمی سے بچاتا ہے اور یہ اس کی فطرت میں ودیعت شرم و حیا کا بھی تقاضا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (الاعراف:۲۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے اولادِ آدم (انسان) ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے کہ وہ تمھارے جسم کے قابل شرم حصوں کو ڈھانکے اور تمھارے لیے جسم کی حفاظت و زینت کا ذریعہ بھی ہو اور بہترین لباس تقویٰ کا لباس ہے۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ شاید کہ لوگ اس سے سبق لیں۔

دنیا کی تمام مہذّب قومیں لباس استعمال کرتی ہیں۔ مرد اور عورت کی جسمانی ہیئت میں تخلیقی طور پر فرق ہے۔ عورت کو حسن کا پیکر اور مرد کے لیے سراپا کشش بنایا گیا ہے، اس لیے اس کے لباس میں بھی فرق ہے۔ اسے مرد سے زیادہ لباس استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَقُل لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَاظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص (النور:۳۱)

اور (اے نبیؐ) مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھائیں، بجز اس کے جو خود ظاہر ہو جائے اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔

بسا اوقات مذہب کی پیروی میں لباس کے ترک استعمال کو معبود کی خوشنودی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے، جیسا کہ عہدِ جاہلیت میں اہل عرب عریاں ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے تھے، یا جیسا کہ عہد حاضر میں بعض مذاہب کے رہ نما مثلاً جینی اور بعض سادھو عریانی کو قربتِ الٰہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ اسلام نے اس رجحان کو غیر فطری قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ط (الاعراف:۳۱-۳۲)

اے بنی آدم ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔ (اے نبیؐ) ان سے کہو، کس نے اللہ کی اس زینت کو حرام کر دیا جسے اللہ نے اپنے بندوں کے لیے نکالا تھا اور کس نے خدا کی بخشی ہوئی پاک چیزیں ممنوع کر دیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معمولی کپڑے پہن کر حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

فاذا آتاک اللہ مالا فلیر اثر نعمۃ اللہ علیک و کرامتہ۔[۱۷]

جب اللہ تعالیٰ نے تمھیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اس کی تکریم اور نعمتوں کا اثر (نشانی) تمھارے جسم پر نظر آنا چاہیے۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے ایک شخص کو بکھرے ہوئے بالوں یا گندے کپڑوں میں دیکھا تو فرمایا: کیا تمھیں کنگھی یا صابن نہ ملا تھا کہ اپنے بال سنوار لیتے اور اپنے کپڑے دھو لیتے؟![۱۸]

حرام اشیاء فطرت سے میل نہیں کھاتیں

انسان غذا کے استعمال میں بھی دوسری مخلوقات سے ممتاز و منفرد ہے۔ وہ پاکیزہ غذا استعمال کرتا ہے، جب کہ دوسری مخلوقات اس فرق و تمیز سے محروم ہیں۔ قرآن میں کئی مقامات پر اس انسانی شرف کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً ۝

(بنی اسرائیل: ۷۰)

ہم نے اولاد آدم (انسان) کو بزرگی دی اور انھیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سے مخلوقات پر انھیں نمایاں فوقیت بخشی۔

انسان کی اس خصوصیت کا تقاضا ہے کہ وہ غیر پاکیزہ چیزوں کے استعمال سے پرہیز کرے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں ان تمام چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے جن سے انسانی فطرت کو نفور ہوتا ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں (خبائث) کو حرام قرار دیں۔ ارشاد باری ہے:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف: ۱۵۷)

اور وہ (نبیؐ) ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ایسی چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے، جن سے انسانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فطرتِ ابا کرتی ہے۔ ان میں خنزیر کا گوشت، خون اور مردار خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ... الآية

(المائدۃ:۳)

تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت۔

اسی سورت میں آگے شراب کو رجس (ناپاک) کہا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ (المائدۃ : ۹۰)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں، ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔

احادیث میں ممنوعات میں بعض اور چیزوں کا بھی اضافہ ملتا ہے۔ یہاں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی ہے۔ طبی نقطۂ نظر سے شراب، خنزیر کے گوشت، مردار اور خون سے جسم انسانی کو جو نقصانات لاحق ہوتے ہیں وہ اب ڈھکے چھپے نہیں رہ گئے ہیں۔ جو لوگ انھیں استعمال کرتے ہیں وہ بھی ان سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ایک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ خنزیر کے گوشت سے ستر قسم کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں [۱۹] اور شراب سے بیسیوں سنگین امراض لاحق ہوتے ہیں، جن میں کینسر خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ [۲۰] اسی طرح مردار اور خون کے استعمال سے بھی انسانی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

محرمات کے تعلق سے فطرت کی رعایت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ حالتِ اضطرار میں وہی چیزیں حلال ہو جاتی ہیں جو عام حالات میں حرام قرار دی گئی ہیں۔ کیوں کہ انسان اپنی زندگی سے انتہائی محبت کرتا ہے اور ہر حال میں اس کو باقی رکھنا چاہتا ہے۔ اس وجہ سے جب اس کی جان پر بن آئے تو اسلام نے محرمات کے استعمال کی اجازت دے کر اس کی فطرت کے مطالبہ کی تکمیل کی ہے۔ ارشاد ہے:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرۃ:۱۷۳)

اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مُردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو، ہاں جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے۔ اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

مفسرین اور فقہاء نے اضطرار کی مختلف شکلیں بیان کی ہیں۔ کوئی شخص کسی کو محرمات کا استعمال کرنے پر مجبور کرے، بہ صورت دیگر اسے تکلیف پہنچائے، جان سے مارنے یا کوئی عضو تلف کر دینے کی دھمکی دے، بھوک پیاس کی شدت ہو اور محرمات کے علاوہ کوئی چیز دستیاب نہ ہو، یا فقر و محتاجگی پیش آجائے اور آدمی سوائے حرام اشیاء کے کوئی دوسری چیز نہ پا سکے تو ان صورتوں میں حرام چیزیں مباح ہو جاتی ہیں۔[۱] یہ حکم بھی فطرت کی عین ترجمانی کرتا ہے، کیوں کہ انسانی زندگی میں ایسی حالتیں پیش آتی رہتی ہیں۔ اگر اسلام نے اس کی گنجائش نہ رکھی ہوتی تو یا تو لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے یا اسلام کو ترک کرنے پر مجبور ہوتے، جو ان کے لیے آخرت میں ہلاکت کا باعث ہوتا۔

محرمات سے نکاح فطرت سے مغایر ہے

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو جوڑے جوڑے پیدا کیا ہے اور ان کے درمیان جنسی کشش رکھی ہے جس کے نتیجے میں ان کی نسل جاری رہتی ہے۔ اسلام نے جتنے اہتمام سے اور جتنا زور دے کر نکاح کی ترغیب دی ہے اور نوجوان مردوں اور عورتوں کو رشتۂ نکاح میں منسلک ہونے کی حوصلہ افزائی کی ہے اس سے بہ خوبی واضح ہوتا ہے کہ اس کے نزدیک جنسی داعیہ کوئی قابل نفرت چیز نہیں، بلکہ محمود و مطلوب ہے، البتہ اس نے اسے نکاح کا پابند کیا ہے۔ ساتھ ہی اس نے اس معاملہ میں انسان کی شرافت نفسی کا بھی پورا لحاظ کیا ہے۔ چنانچہ اس نے خونی اور قریبی رشتے داروں سے نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔ سورۂ نساء (آیت: ۲۳) میں ان عورتوں کی فہرست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش کی گئی ہے، جن سے نکاح حرام ہے۔ وہ ہیں: ''مائیں، بیٹیاں، بہنیں، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، رضاعی مائیں، دودھ شریک بہنیں، بیویوں کی مائیں اور مدخولہ بیویوں کی زیر پرورش لڑکیاں، صلبی بیٹوں کی بیویاں۔ اسی طرح دو حقیقی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا بھی حرام کیا گیا ہے''۔ اس آیت میں جن رشتوں سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے، تمام مہذب انسانی معاشروں میں ان کو تقدس حاصل ہے اور ان سے نکاح کو درست نہیں سمجھا جاتا۔ اسلام کا یہ حکم بھی فطرت کے عین مطابق ہے۔

محرمات سے نکاح کو حرام کرنے کے ساتھ زنا یعنی بغیر نکاح کے کسی عورت سے جنسی تعلق قائم کرنے کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝

(بنی اسرائیل: ۳۲)

زنا کے قریب نہ پھٹکو وہ بہت برا فعل ہے اور بڑا ہی برا راستہ۔

زنا کے خلاف فطرت ہونے کی وضاحت ایک حدیث سے ہوتی ہے۔ ایک نوجوان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم پسند کرو گے کہ تمھاری ماں کے ساتھ زنا کیا جائے؟ اس نے کہا: ہرگز نہیں، آپؐ نے فرمایا: دوسرے لوگ بھی اسے اپنی ماؤں کے ساتھ پسند نہیں کریں گے۔ پھر آپؐ نے ایک ایک کر کے بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کا تذکرہ کیا اور فرمایا: کیا تم پسند کرو گے کہ ان کے ساتھ زنا کیا جائے؟ اس نے کہا ہرگز نہیں، آپؐ نے فرمایا: دوسرے لوگ بھی پسند نہیں کریں گے کہ ان کے ان رشتہ داروں کے ساتھ زنا کیا جائے۔[۲۲]

زنا انسانی غیرت کے خلاف ہونے کے ساتھ نسب کو بگاڑنے کا بھی باعث ہے، زنا سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنی حقیقی باپ کی وراثت سے محروم ہونا پڑتا ہے۔ زندگی بھر حرامی بچہ ہونے کے طعنے سننے پڑتے ہیں اور وہ معاشرے میں اپنا حقیقی مقام و مرتبہ حاصل نہیں کر پاتا ہے۔

صفائی ستھرائی انسان کا فطری داعیہ ہے

اسلام کے دین فطرت ہونے کا ایک مظہر صفائی ستھرائی کے بارے میں اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیمات ہیں۔ انسان فطری طور پر گندگی اور میل کچیل کو ناپسند اور صفائی ستھرائی کو پسند کرتا ہے۔ صفائی ستھرائی کے مختلف پہلو اور مواقع ہیں، جیسے گھروں، راستوں، کپڑوں اور جسموں کو پاک و صاف رکھنا، اسی طرح اعضائے ظاہری کو دھونا۔ انسانی جسم میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو صفائی ستھرائی کا تقاضا کرتی ہیں مثال کے طور پر دانت صاف کرنا، ناخن تراشنا، کلی کرنا، ناک صاف کرنا اور رفع حاجت کے بعد استنجا کرنا، مونچھ کے بڑھے ہوئے بال کاٹنا، بغل اور زیر ناف بالوں کو صاف کرنا وغیرہ۔ اسلام میں ان امور کو خصال فطرت میں شمار کیا گیا ہے۔[۲۳] اور صفائی ستھرائی کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔[۲۴] اس معاملہ کو اسلام میں کتنی اہمیت دی گئی ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے بہ خوبی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللّٰه طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة...،
فنظفوا أفنيكم ولا تشبهوا باليهود۔[۲۵]

اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے۔ نظافت والا ہے اور نظافت کو پسند کرتا ہے...،
لہٰذا تم اپنے گھروں کے صحن صاف ستھرا رکھو اور گندگی میں یہود کے مثل نہ بن جاؤ۔

مردوں کی تدفین کا فطری طریقہ

مختلف مذاہب میں مردوں کی آخری رسوم کے تعلق سے الگ الگ طریقے رائج ہیں۔ بعض میں انھیں دریا میں بہا دیا جاتا ہے، بعض میں آگ میں جلا دیا جاتا ہے۔ اسلام میں مُردوں کو غسل کر کے اور نئے کپڑے پہنا کر عزت و توقیر کے ساتھ زیر زمین دفن کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ یہ طریقہ فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ آج جب کہ دنیا میں فضائی اور آبی آلودگی کا مسئلہ سنگین ہوتا جا رہا ہے، اس چیز کو کسی طرح بھی معقول نہیں کہا جا سکتا کہ اس میں مزید اضافہ کے اسباب پیدا کیے جائیں۔ چاہے مردوں کو دریا میں بہا دیا جائے یا آگ میں جلایا جائے۔ دونوں طریقوں سے آلودگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح تدفین کا طریقہ مردوں اور ان کے گھر والوں کے لیے بھی معقول معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ کسی میت کو جلتے ہوئے دیکھنا اس کے گھر والوں کے لیے انتہائی صبر آزما مرحلہ ہوتا ہے۔ اس کی بے پردگی بھی (خاص طور پر اگر وہ عورت ہو) ایک اہم مسئلہ ہے جو جلانے کی صورت میں پیش آتا ہے۔ اسی طرح دریا میں بہانے کے بعد مردے کا جو حشر ہوتا ہے وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی طرح گھر والوں کے لیے اطمینان کا باعث نہیں ہوسکتا، جب کہ تدفین کے طریقے میں یہ صورت حال پیش نہیں آتی۔ قرآن میں مذکور ہے کہ تدفین کا یہ طریقہ انسان کو ایک پرندے کے ذریعے سکھایا گیا تھا، اس میں ہے کہ حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کر دیا، مگر اس کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ اس کی لاش کو کیسے ٹھکانے لگائے۔ قرآن کہتا ہے:

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ (المائدۃ:۳۱)

پھر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تا کہ اسے بتائے کہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے۔

اسلام میں مردے کو صرف زیر زمین دفن کرنے کی تعلیم نہیں دی گئی ہے، بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کو اچھی طرح غسل دو، نئے کپڑے (کفن) پہناؤ اور خوشبو لگاؤ،[۲۶] نیز تدفین سے پہلے اس کے لیے دعا کی جاتی ہے جس کو نماز جنازہ کہا جاتا ہے۔ تدفین میں میت کے تمام متعلقین عملاً حصہ لیتے ہیں اور اس کی قبر پر مٹی ڈالتے ہیں۔ اس کو کسی فرد کے آخری حقوق کہا گیا ہے۔ یہ ساری باتیں فطرت کی ترجمانی کرتی ہیں۔

عدل وانصاف اور فطرت

انسان فطری طور پر اچھائی، خیر، صلاح اور عدل وانصاف کو پسند اور برائی، شر، فساد اور ظلم وزیادتی کو ناپسند کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک حساس، باشعور، امن پسند اور دنیا کو آباد وتعمیر کرنے والی مخلوق ہے، جب کہ شر، فساد اور ظلم وزیادتی سے اس کے شعور، امن وامان اور تعمیر دنیا کے رجحان کو نقصان لاحق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے لوگوں کو خیر، صلاح اور عدل و انصاف کا حکم دیا ہے اور شر، فساد اور ظلم وزیادتی سے روکا ہے۔ ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (النحل:۹۰)

اللہ عدل واحسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے اور بدی وبے حیائی اور ظلم وزیادتی سے منع کرتا ہے۔ وہ تمھیں نصیحت کرتا ہے، تا کہ تم سبق لو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عدل و انصاف کے دائرے مختلف ہیں۔ ملک، شہر، معاشرہ، خاندان اور فرد کی نجی زندگی، ہر دائرے میں اسلام نے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے، حتیٰ کہ وہ کسی فرد کو اجازت نہیں دیتا ہے کہ وہ کسی دوسرے فرد سے محض قریبی تعلق ہونے کی وجہ سے عدل و انصاف کے تقاضے کو پورا کرنے سے باز رہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ (النساء:۱۳۵)

اے ایمان والو! عدل و انصاف پر مضبوطی سے جم جانے والے اور خوشنودیٔ مولا کے لیے سچی گواہی دینے والے بن جاؤ، گو وہ خود تمھارے خلاف ہو یا اپنے ماں باپ یا رشتہ دار عزیزوں کے۔

عدل و انصاف کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ ظلم کا ازالہ ہو۔ اسی لیے اسلام میں ظلم کی بڑی مذمت کی گئی ہے اور اس سے دوٗر رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ اس بارے میں اسلام کی تعلیمات صرف اس حد تک محدود نہیں ہیں کہ اس نے دوسروں پر ظلم کرنے سے روکا ہے، بلکہ وہ اپنے ماننے والوں کو اس کا بھی مکلّف کرتا ہے کہ اگر دنیا کے کسی حصے میں کسی انسانی گروہ پر ظلم و زیادتی ہو رہی ہو اور وہ از خود ازالۂ ظلم کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو ان کی مدد کی جائے اور ان پر ہونے والے ظلم کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ یہ اسلام کی ایک ایسی اعلیٰ تعلیم ہے کہ دوسرے مذاہب و نظریات میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۙ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ۝ (النساء:۷۵)

آخر کیا وجہ ہے کہ تم اللہ کی راہ میں ان بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو کم زور پا کر دبا لیے گئے ہیں اور فریاد کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان الناس اذا راؤا الظالم فلم یاخذوا علی یده اوشک الیٰ یعمهم الله بعقاب منه۔[۲۷]

لوگ ظالم کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں اور اس کو نہ روکیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کی سزا دے (یعنی وہ خود ظلم کا شکار ہو سکتے ہیں)۔

اسلام میں ازالۂ ظلم کے لیے بعض جرائم پر حدود و قصاص کی دفعات رکھی گئی ہیں اور ان کے ثبوت کے لیے تمام عدالتی اصول و قوانین کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں ایک بہت ہی بنیادی اصول یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہ کسی مجرم کی سزا دوسرے کو دی جائے گی۔ اگر کسی شخص کے گناہ اور جرم کی سزا کسی دوسرے فرد کو دی جاتی تو یہ فطرت کے خلاف ہوتا، جس کو انسانی طبیعتیں قبول نہیں کرتیں، کیوں کہ اس صورت میں بہت سے لوگ جرم کے ارتکاب میں اور جری ہو جاتے اور دوسرے لوگوں کو سزا دلواتے پھرتے۔

عام انسانی برادری سے تعلقات رکھنے کی اجازت ہے

انسان ایک سماجی مخلوق ہے، اس کی ضروریات ایک دوسرے سے معاونت کے ذریعے پوری ہوتی ہیں۔ ہر شخص سماجی طور پر دوسرے کا محتاج ہے۔ اگر اسلام اپنے ماننے والوں کو اختلاف مذہب کی وجہ سے عام انسانی برادری سے تعلقات قائم کرنے سے منع کر دیتا تو اس سے نہ صرف ان کے لیے مسائل پیدا ہوتے، بلکہ عام انسان برادری پر بھی اس کے غلط اثرات مرتب ہوتے، یہی وجہ ہے کہ اس نے تمام مذاہب اور تمام اقوام سے یکساں طور پر تعلقات قائم کرنے کی اجازت دی ہے۔ ارشاد باری ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ (الممتحنہ:۸)

اللہ تعالیٰ تمھیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف کا برتاؤ کرو جنھوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ نہیں کی ہے اور نہ تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا ہے۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے مذاہب والوں سے تعلقات کے مختلف پہلو ہیں۔ خاندانی تعلقات (ایک ہی خاندان کے اگر کچھ لوگ مسلمان ہوں اور کچھ لوگ دوسرے مذہب پر ہوں) معاشرتی تعلقات، سماجی تعلقات، ازدواجی تعلقات، کاروباری تعلقات، عام انسانی تعلقات اور بین الاقوامی تعلقات۔ ان میں سے ہر پہلو سے متعلق اسلام میں ہدایات موجود ہیں۔ ایک دو استثنائی صورتیں ہیں، جیسے ازدواجی تعلقات کے سلسلہ میں کچھ تحفظات ہیں، لیکن ان کی بھی اپنی مصلحتیں ہیں، دیگر تمام صورتوں میں غیر مسلموں سے تعلقات قائم کیے جا سکتے ہیں۔[۲۸] اسلام کی یہ تعلیمات فطرت کی ترجمانی کرتی ہیں۔

بعض اسلامی احکام کے بارے میں اعتراضات پر ایک نظر

عصر حاضر میں اسلام کے بعض احکام کو تنقید و تعریض کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور انھیں خلافِ عقل باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے، جیسے قصاص و حدود، مردوں کو چار شادیاں کرنے کی اجازت، میراث، دیت اور شہادت میں مردوں اور عورتوں کے درمیان تفریق اور طلاق وغیرہ، جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اگر ان احکام کی مصلحتوں و حکمتوں کو پیش نظر رکھا جائے تو وہ عین قرین عقل معلوم ہوں گے۔ اس پہلو سے ان احکام کا تفصیلی مطالعہ طوالت کا باعث ہوگا۔ یہاں مختصراً وضاحت کی جا رہی ہے۔

قصاص کے تعلق سے انسانی تاریخ اور نفسیات کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ اگر کسی شخص کا قتل ہو جائے تو اس کے وارثین و لواحقین میں انتقام کا جذبہ شدت سے ابھرتا ہے۔ اس جذبہ کی وجہ سے باہم قتل و خوں ریزی کا سلسلہ دراز ہوتا جاتا ہے، اسلام نے اس سلسلے کو محض ایک جان کے نقصان تک محدود کر کے انسان کے فطری جذبۂ انتقام کی تسکین کی ہے اور اس کو نتیجتاً 'حیات' سے تعبیر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ (البقرۃ:۱۷۹)

عقل و خرد رکھنے والو، تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔

مقتول کے وارثین کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ قاتل کو بھی بہ طور قصاص قتل کیے جانے کا مطالبہ کریں یا دیت لے کر اس کی جان بخش دیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ اس میں اصل مقصد محض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جذبۂ انتقام کی تسکین ہے۔ اسی طرح اسلام کے دیگر حدود و تعزیرات کا مقصد مجرموں کی زجر و توبیخ ہے۔ سزاؤں کے خوف سے ہی لوگ جرائم کے ارتکاب سے باز رہتے ہیں۔ اگر جرائم پر سزاؤں کا نفاذ بالکلیہ ختم کر دیا جائے تو لوگوں کی عزت و آبرو اور جان و مال خطرے میں پڑ جائیں گے۔

جہاں تک عورتوں اور مردوں کے درمیان میراث، دیت اور شہادت (گواہی) میں تفریق کی بات ہے تو یہ بھی مصلحت و حکمت پر مبنی ہے۔ چوں کہ عورتوں پر مالی ذمہ داریاں نہیں ہوتیں بلکہ وہ مردوں پر عائد کی گئی ہیں، اس بنا پر عورتوں کی میراث اور دیت مردوں کی نصف یا اس سے کم متعین کی گئی ہے اور چوں کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو جذباتی اور عقل و فہم اور حفظ و تمیز میں مردوں سے کم تر بنایا ہے، لہٰذا ان کی گواہی مردوں کے نصف قرار دی گئی ہے۔ انھیں بالکلیہ ناقابل اعتبار نہیں قرار دیا گیا، کیوں کہ اگر ایسا کیا جاتا تو بہت سی مصلحتیں فوت ہو جاتیں۔[۱۲۹]

رہا طلاق کا مسئلہ تو فی زمانہ اس کو ایک بھیانک حکم کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے، حالانکہ اس کی متعدد مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ نکاح کے بعد دو اجنبی مرد و عورت کے مزاج میں توافق و تطابق پیدا ہونا قدرت کا عطیہ ہے، مگر بعض اوقات میاں بیوی میں بہ وجوہ ہم آہنگی پیدا نہیں ہو پاتی اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ نباہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کا ایک دوسرے سے علاحدگی اختیار کر لینا قرین مصلحت ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں کہ وہ گھٹ گھٹ کر زندگی گذاریں۔ اس کا مشاہدہ ان معاشروں میں بہ خوبی کیا جا سکتا ہے جہاں طلاق کی اجازت نہیں ہے۔ وہاں یا تو ایسی عورتوں کو قتل کر دیا جاتا ہے یا پھر ان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔

انسان بقدرِ طاقت احکام کا مکلّف ہے

اسلام میں پوری زندگی سے متعلق احکام دیے گئے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق احکام پر عمل کا مکلّف ہے۔ اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا ہے۔ ارشاد ہے:

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ (البقرہ:۲۸۶)

اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں کرتا، جو نیکی کرے وہ اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے ہے اور جو برائی کرے وہ اس پر ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کے کئی فرض احکام میں مطلوب نصاب کی شرط ہے، جیسے زکوٰۃ اور حج۔ اسی طرح روزہ میں بعض حالات میں تخفیف کی گئی ہے۔ نماز کے لیے وضو شرط ہے، مگر مرض یا سفر میں یا پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اسلام کے بعض احکام فرض کفایہ کے ذیل میں آتے ہیں، جیسے جہاد، امر بالمعروف ونہی عن المنکر وغیرہ۔ اسی طرح بعض احکام کے مخاطب اربابِ حکومت وصاحب اقتدار یا قاضی وغیرہ ہوتے ہیں۔ اسلام کی یہ تعلیمات بھی فطرت کی ترجمانی کرتی ہیں، اس لیے کہ اگر یک بارگی اور انسان کی طاقت سے زیادہ احکام نافذ کر دیے جاتے تو وہ ان کی تعمیل سے عاجز رہتا۔

خلاصہ یہ کہ اسلام کی جملہ تعلیمات انسانی فطرت کی ترجمانی کرتی ہیں۔ انسانوں کی بھلائی انھیں اختیار کرنے میں ہے۔ جو لوگ محض ہٹ دھرمی اور ضد کی بنیاد پر ان سے اعراض کرتے ہیں وہ حقیقت میں اپنی فطرت سے جنگ کرتے ہیں۔

حواشی

[۱] درء تعارض العقل والنقل، ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن تیمیہ، تحقیق الدکتور محمد رشاد سالم، مکتبۃ ابن تیمیہ، جامعہ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، ریاض، ۸/ ۳۷۲

[۲] لسان العرب، ابن منظور الافریقی، دار صادر بیروت ۱۹۵۵ء، ۵/ ۵۶

[۲] الف درء تعارض العقل والنقل، ۸/ ۳۷۲

[۳] جامع البیان فی تفسیر القرآن، ابوجعفر محمد بن جریر الطبری، المطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ بولاق، ۱۳۲۸ھ، طبع اول، ۲۱/ ۲۶-۲۷، نیز دیکھیے درء تعارض العقل والنقل، ۸/ ۳۶۸

[۴] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۸۵ وغیرہ

[۵] ابوسلیمان الخطابی، اعلام الحدیث، تحقیق: الدکتور محمد بن سعید آل سعود، مرکز احیاء التراث الاسلامی، مکہ مکرمہ، ۱۹۸۸ء، ۱/ ۷۱۶

[۶] مسند احمد، ۳/ ۴۰۶، ۵/ ۱۲۳

[۷] درء تعارض العقل والنقل، ۸/ ۳۸۲، ۳۸۳

[۸] حوالہ سابق، ۸/ ۴۶۰، ۴۶۴

[۹] خدا اور رسول کا تصور- اسلامی تعلیمات میں، سید جلال الدین عمری، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص ۲۶۴-۲۶۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۱۰] مزید ملاحظہ کیجیے الانعام: ۴۰-۴۱، ۶۳-۶۴، یونس: ۲۲-۲۳، الاسراء: ۶۷

[۱۱] صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الغیرۃ، ۱۰۸

[۱۲] ملاحظہ کیجیے علم جدید کا چیلنج، مولانا وحید الدین خاں، ہندوستان پبلی کیشنز، دہلی، ص ۸۹-۱۱۷ (بحث 'دلیل آخرت' بہ تلخیص)

[۱۳] تفسیر القرآن العظیم، الحافظ ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، قطر، ۱۴۲۸ھ، ۱/ ۳۵۳

[۱۴] المغنی، ابن قدامہ المقدسی، کتاب المرتد، فصل اکراہ الذمی او المستامن، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ الریاض، ۸/ ۱۴۴

[۱۵] ملاحظہ کیجیے الادلۃ العقلیۃ والنقلیۃ علی اصول الاعتقاد، سعود بن عبدالعزیز محمد العریفی، دار عالم الفوائد، مکۃ مکرمۃ، ۱۴۱۹ھ

[۱۶] تفصیل کے لیے دیکھیے 'قرآنی آیات اور سائنسی حقائق'، ڈاکٹر ہلوک نور باقی (ترکی)، مترجم سید محمد فیروز شاہ، اسلامک بک فاؤنڈیشن نئی دہلی، ۱۹۹۴ء، وضو کے تعلق سے ص ۷۹، روزہ کے تعلق سے ص ۹۸ اور نماز کے تعلق سے ص ۱۶۲

[۱۷] سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب، ۴۰۶۳

[۱۸] سنن ابی داؤد، حوالہ سابق، ۴۰۶۲

[۱۹] غلط فہمیوں کا ازالہ، ڈاکٹر ذاکر نائک، مدھر سندیش سنگم نئی دہلی، ص ۴۷-۴۵، قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ص ۲۸۹-۲۹۵

[۲۰] حوالہ سابق، ۴۸-۵۴، قرآنی آیات وسائنسی حقائق، ص ۱۲۷-۱۳۵

[۲۱] احکام القرآن، قاضی ابوبکر ابن العربی الاندلسی، مطبعۃ السعادۃ مصر ۱۳۳۱ھ، ۱/ ۲۴، احکام القرآن، ابوبکر الجصاص الرازی، المطبعۃ البہیۃ مصر ۱۳۴۷ھ، ۱/ ۱۵۰

[۲۲] مسند احمد بن حنبل، ۵/ ۲۵۶-۲۵۷

[۲۳] صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خصال الفطرۃ، ۲۶۱

[۲۴] صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، ۵۳۴

[۲۵] جامع الترمذی، ابواب الآداب، باب ماجاء فی النظافۃ، ۲۷۹۹

[۲۶] صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب غسل المیت، ۱۲۵۳

[۲۷] جامع الترمذی، ابوعیسی الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی نزول العذاب اذا لم یغیر المنکر، ۲۱۶۸

[۲۸] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق'، مولانا سید جلال الدین عمری، ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ

[۲۹] اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن القیم الجوزیۃ، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، مصر، ۲/ ۱۱۱-۱۱۱۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب پنجم

معتدل ومتوازن دین

اعتدال کے معنی

اعتدال کے معنی ہیں دو مقابل ومتضاد پہلوؤں کے درمیان توازن قائم کرنا اس طرح کہ ان دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پر بے جا طور پر زور نہ دے دیا گیا ہو اور دوسرا پہلو نظر انداز نہ ہو گیا ہو بلکہ دونوں کے درمیان برابر کا معاملہ ہو۔ جس طرح ترازو میں چیزیں تولی جاتی ہیں اور اگر دونوں پلڑے مساوی ہوں تو کہا جاتا ہے کہ میزان صحیح ہے۔ اسی طرح اعتدال میں عدل بنیادی عنصر ہے یعنی جس پہلو کا جو حق ہے اس کا لحاظ رکھا جائے اور ہر دو پہلوؤں کے ساتھ انصاف کیا جائے۔

دینِ اسلام افراط وتفریط کے درمیان اعتدال وتوازن کا نام ہے اور یہ اعتدال وتوازن دین کے تمام احکام اور تعلیمات میں نمایاں ہے۔ عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور عام آداب زندگی ہر چیز میں اعتدال وتوازن کا حکم دیا گیا ہے۔ جو اسلام کی ایک عظیم خصوصیت ہے۔ دنیا کے دیگر مذاہب وادیان کی تعلیمات میں اعتدال وتوازن مفقود ہے۔ ذیل میں پہلے تکوینی اعتدال وتوازن کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں پھر اسلامی تعلیمات واحکام میں اعتدال وتوازن کا مطالعہ پیش کیا جائے گا۔

کائنات اعتدال پر قائم ہے

کائنات اور اس کے نظام پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اول سے آخر تک اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اعتدال وتوازن قائم ہے اگر اس میں ذرہ برابر بھی خلل واقع ہوجائے تو یہ کائنات تباہ وبرباد ہوجائے گی مثال کے طور پر اس کائنات میں اربوں کھربوں کی تعداد میں کہکشائیں، ستارے اور سیارے موجود ہیں۔ اور وہ اپنی موجودگی دومتوازن قوتوں کی ہم آہنگی سے قائم رکھتے ہیں۔ان میں سے ایک قوت کشش (Gravitation) ہے اور دوسری دور پھینکنے والی قوت (Centri Fugul Force) ہے اگر ان دونوں قوتوں میں جو باریک اور ناقابل یقین توازن قائم ہے اس میں ذرا بھی خلل واقع ہوجائے تو یا تو سارے ستارے اور سیارے فضا میں ایک طرف اڑ پڑیں گے یا ایک دوسرے پر گر پڑیں گے اور یہ دونوں صورتیں کائنات کی تباہی کا باعث ہوں گی قرآن نے اس حقیقت کی طرف درج ذیل آیتوں میں اشارہ کیا ہے۔

وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۙ (الرحمٰن:۷)

اور اس نے آسمان کو بلند کیا اور توازن قائم کردیا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَالشَّمْسُ تَجْرِىْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۭ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝ (یٰسٓ:۳۸-۴۰)

اور سورج وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے۔ یہ زبردست علیم ہستی کا باندھا ہوا حساب ہے۔ اور چاند اس کے لیے ہم نے منزلیں مقرر کردی ہیں۔ یہاں تک کہ ان سے گزرتا ہوا وہ پھر کھجور کی سوکھی شاخ کے مانند رہ جاتا ہے نہ سورج کے بس میں یہ ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے۔ سب ایک ایک فلک میں تیر رہے ہیں۔

کرۂ ارضی جو زندگی سے معمور ہے اپنے ڈھانچہ، وقوع، گردش اور کیمیاوی اجزاء کی موجودگی کے اعتبار سے حد درجہ معتدل ہے۔ اگر اس میں کسی بھی اعتبار سے کمی یا بیشی ہوجائے تو یہاں زندگی ناپید ہوجائے گی مثال کے طور پر زمین سورج سے جس فاصلے پر واقع ہے اگر اس میں تھوڑی بھی کمی ہوجائے تو فضا میں حدت کی وجہ سے زندگی کے آثار ختم ہوجائیں گے، اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برعکس اگر زمین سورج سے زیادہ دوری پر واقع ہوتو یہاں کی ساری چیزیں منجمد ہوکر رہ جائیں گی، زمین جس رفتار سے گردش کرتی ہے اس میں انتہائی درجہ توازن ہے جیسے وہ اپنے محور پر ۲۴ گھنٹے میں ایک چکر مکمل کرتی ہے اگر یہ ۳۰ گھنٹوں میں اپنی گردش پوری کرے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس پر اس قدر تیز وتند آندھیاں چلیں گی کہ یہاں کسی زندہ مخلوق کا بچ رہنا ناممکن ہوگا، اس کے برعکس اگر وہ اپنی گردش بیس گھنٹوں میں پوری کرنے لگے تو یہاں ایک پودا بھی نہ اُگ پائے گا چہ جائے کہ زندگی کا تنوع نظر آئے۔

زمین کے اندر جو اجزاء اور کیمیاوی مادے پائے جاتے ہیں وہ بھی حد درجہ متوازن ہیں۔ اگر ان میں کمی یا بیشی واقع ہوجائے تو بھی یہاں زندگی ناپید ہوجائے گی مثال کے طور پر ہوا میں بیس فیصد آکسیجن کو ہونا ضروری ہے اس طرح بہت سے حیاتیاتی واقعات رونما ہی نہیں ہوسکتے جب تک فضا میں کاربن (-41) موجود نہ ہو اگر یہ عنصر جو ترتیب میں دس لاکھواں حصہ ہوتا ہے کچھ تھوڑا زیادہ مقدار میں ہوجائے تو یہ زبردست خطرے کا موجب ہوگا۔ یہ چند مثالیں ہیں قدرت نے اس زمین کو قائم اور زندگی سے معمور رکھنے کے لیے جو توازن اور اعتدال قائم کر رکھا ہے اس کا دقیق تخمینہ اور تجزیہ ہزاروں کمپیوٹروں کے ذریعے بھی مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝ (الحجر:۱۹)

ہم نے زمین کو پھیلایا اس میں پہاڑ جمائے اس میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اگائی۔

انسان کا وجود اعتدال وتوازن پر مبنی ہے

کرۂ ارض پر زندگی کا وجود کائنات کے معتدل ومتوازن ہونے کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ دوسری طرف خود زندگی اپنے داخلی اعتدال وتوازن کی کہانی سناتی ہے۔ مثال کے طور پر خود انسان کا وجود اعتدال وتوازن پر مبنی ہے جیسے اعضاء وجوارح کی ساخت ہو یا انسانی جسم کے اندرونی کیمیاوی اجزاء وعوامل ہر جگہ اعتدال وتوازن کی کارفرمائی نظر آتی ہے اگر ان میں کچھ کمی یا زیادتی ہوجائے تو ایک نقص اور مرض کی صورت میں اس کا اظہار ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی جسم کو ایک مناسب درجہ میں حرارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر وہ حرارت نہ ملے یا ضرورت سے زیادہ ملے تو دونوں صورتوں میں اس کا جسم متاثر ہوتا ہے۔ اس کے جسم کو متحرک وفعال رکھنے اور مختلف جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے غذا اور وٹامن کی ضرورت ہوتی ہے اور ان کی مقدار متعین ہے اگر اس میں کمی وبیشی ہو جائے تو جسم کا توازن بگڑنے لگتا ہے جس کو میڈیکل سائنس میں مرض سے موسوم کیا جاتا ہے۔ انھیں حقیقتوں کی طرف قرآن میں اشارہ کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَاغَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۙ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ ۙ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّاشَآءَ رَكَّبَكَ ؕ

(الانفطار:۶-۷)

اے انسان کس چیز نے تجھے اپنے رب کریم کی طرف سے دھوکے میں ڈال دیا ہے۔ جس نے تجھے پیدا کیا تجھے ٹھیک سک سے راست کیا تجھے متناسب بنایا اور جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ کر تیار کیا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ (الرعد:۸)

اللہ ایک ایک حاملہ کے پیٹ سے واقف ہے جو کچھ اس میں بنتا ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اس میں کمی یا بیشی ہوتی ہے اس سے بھی وہ باخبر رہتا ہے۔ ہر چیز کے لیے اس کے یہاں ایک مقدار مقرر ہے۔

اعتدال کا حکم

اللہ تعالیٰ نے کائنات اور اس کی ہر چیز میں تخلیقی وتکوینی طور پر جیسا اعتدال قائم کر رکھا ہے وہ ویسا ہی انسان کے اختیاری اعمال میں بھی مطلوب ہے چاہے وہ عقائد ہوں یا دین کے دیگر احکام وتعلیمات ہر جگہ اعتدال کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَاتُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ (الرحمٰن:۹)

انصاف کے ساتھ ٹھیک ٹھیک تولو اور ترازو میں ڈنڈی نہ مارو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ قف (الاعراف:۲۹)

اے نبی ان سے کہو میرے رب نے راستی اور انصاف کا حکم دیا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا ط (البقرہ:۱۴۳)

اور اس طرح ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امت وسط بنایا تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

آیت میں وسط سے مراد عدل ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ امت مسلمہ قیامت کے دن سابق امتوں اور ان کے پیغمبروں کے درمیان پیدا ہونے والی نزاع کو عدل وانصاف کی گواہی دے کر ختم کرے گی اس لیے کہ دنیا میں اسے عدل وانصاف پر مبنی دین قرار دیا گیا ہے۔

وسط کا ایک معنی افضل کے بھی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے" قریش اوسط العرب نسبا و دارا"، یعنی قریش نسب اور مقام کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے افضل ہیں اس طرح صلوٰۃ وسطیٰ کے معنی ہیں سب سے افضل نماز، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دنیا کی دیگر اقوام وملل کے درمیان سب سے افضل اور عدل پر مبنی بنایا کیوں کہ اس کی شریعت سب سے اکمل، منہج دین سب سے زیادہ مستحکم اور اس کے احکام سب سے زیادہ واضح ہیں۔[11] جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ھُوَ اجْتَبٰکُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ط مِلَّۃَ اَبِیْکُمْ اِبْرٰھِیْمَ ط ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ ۵ لا مِنْ قَبْلُ وَفِیْ ھٰذَا لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَھِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ صلے ج (الحج:۷۸)

اس نے تمھیں اپنے کام کے لیے چن لیا ہے اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر اللہ نے پہلے بھی تمھارا نام "مسلم" رکھا اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیئے ذیل میں اسلام کے مختلف پہلوؤں میں اعتدال وتوازن کا مطالعہ کریں۔ جس سے ثابت ہوگا کہ قابل اختیار مذہب صرف اسلام ہے۔

عقائد میں اعتدال

عقائد کے سلسلے میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے وجود کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ایک نقطۂ نظر یہ ہے کہ اس کائنات کا کوئی خدا نہیں یہ وسیع وعریض کائنات خود بخود پیدا ہوگئی ہے اور چل بھی رہی ہے۔ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ یہاں ان گنت خدا ہیں جو کائنات میں اپنی خدائی چلا رہے ہیں، ان دونوں کے درمیان اسلام نے توحید کا عقیدہ پیش کیا اور بتایا کہ خدا موجود ہے اور ایک ہے کائنات خود بخود پیدا ہوسکتی ہے نہ چل سکتی ہے۔ اسی طرح اس میں بہت سے خدا ہوں یہ بھی صحیح نہیں ہے خدا ایک ہے اور وہی اس کائنات کو چلا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (ابراہیم:۱۰)

کیا اللہ تعالیٰ کے بارے میں شک ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

تعدادِ الٰہ کی قرآن نے اس طرح تردید کی ہے:

ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ (یوسف:۳۹)

بہت سے متفرق رب بہتر ہیں یا وہ ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔

قرآن نے ان دونوں نقطۂ نظر کی تردید کے بعد کہا کہ اللہ تو ایک ہے، ارشاد ہے:

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝

(البقرہ:۱۶۳)

تمھارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اس رحمان اور رحیم کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہے۔

عقیدۂ توحید میں اللہ کی ذات وصفات کی تعبیر وتشریح میں بھی بہت سے مذاہب نے غلطیاں کی ہیں اور وہ افراط وتفریط کے شکار ہوئے ہیں جیسے یہود اللہ تعالیٰ کو ایسی صفات ناقصہ سے متصف کرتے ہیں جن سے اس کی مخلوق متصف ہیں اور خالق کو مخلوق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ مثلاً انھوں نے کہا کہ اللہ بخیل اور فقیر ہے اور اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا تو اسے تکان لاحق ہوگئی۔ قرآن میں ان کے یہ عقائد منقول ہیں۔ ارشاد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ

(آل عمران:۱۸۱)

اللہ نے ان لوگوں کا قول سنا جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر (محتاج) ہے اور ہم غنی (مال دار) ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُاللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ (المائدہ:۶۴)

یہودی کہتے ہیں اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں (یعنی وہ بخیل ہے) باندھے گئے ان کے ہاتھ اور لعنت پڑی ان پر اس بکواس کی بدولت جو یہ کرتے ہیں اللہ کے ہاتھ تو کشادہ ہیں (یعنی وہ سخی ہے) جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

اسلام نے یہ عقیدہ دیا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے اور سخی اور غنی ہے اور وہ قادر ہے کہ اسے تھکاوٹ لاحق نہیں ہو سکتی اور قدرت ارادہ اور غنا یہ وہ صفات ہیں جو تمام صفات کمال کو لازم کرتی ہیں۔

یہود کے عقائد کے برعکس نصاریٰ مخلوق کو خالق کی صفات سے متصف کرتے ہیں۔ جو صرف اسی کے لیے مختص ہیں اور مخلوق کو خالق سے تشبیہ دیتے ہیں۔ قرآن میں ان کے عقائد بھی منقول ہیں۔ ارشاد ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ (المائدہ:۷۳)

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں کا ایک ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ

(المائدہ:۷۲)

یقیناً کفر کیا ان لوگوں نے جنھوں نے کہا کہ اللہ مسیح ابن مریم ہی ہے۔

اسی طرح نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر احبار و رہبان کو اپنا رب قرار دے لیا تھا ارشاد ہے۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابْنَ مَرْيَمَ ۚ (التوبہ:۳۱)

انھوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی۔

ان کے مقابلے میں اسلام میں اللہ کی توحید کا عقیدہ پیش کیا گیا اور اس کو صفاتِ کمال سے متصف قرار دیا اور تمام صفات نقص سے پاک ٹھہرایا اور اس بات سے اس کو پاک قرار دیا کہ وہ کسی مخلوق سے مشابہ ہو۔ پس وہ صفات کمال سے متصف ہے اور اس کے جیسا کوئی نہیں ہے ہے۔ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ (الاخلاص:۱-۴)

(اے نبی کہہ دیجیے) وہ اللہ ایک ہے اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کی محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور کوئی اس کا ہم سر نہیں ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ (الشوریٰ:۱۱)

اس کے جیسا کوئی نہیں وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

عقیدۂ رسالت کے بارے میں بھی لوگ افراد وتفریط کے شکار ہوئے۔ خدا کا انکار کرنے والوں نے نبوت ورسالت کا بھی انکار کیا ہے۔ ان کے نزدیک کوئی وحی کرنے والا ہے نہ کوئی وحی لے کر آنے والا (فرشتہ) ہے اور نہ ہی کسی پر وحی اترتی ہے۔ بلکہ انسان اپنے عقل ودماغ سے کچھ انکشافات کرتا ہے جن میں بعض انکشافات علمی ہوتے ہیں اور بعض روحانی جیسے سائنس دانوں اور صوفیا کے واردات وانکشافات[۲] اس کے برعکس بعض مذاہب کے ماننے والوں نے جیسے نصاریٰ نے نبوت ورسالت کو اتنا عام قرار دیا کہ انھوں نے ایسے اشخاص کو نبی تسلیم کرلیا جو حقیقت میں نبی یا رسول نہیں تھے جیسا کہ وہ حواریوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ رسل تھے بلکہ وہ احبار ورہبان کی ایسی اطاعت کرتے ہیں جیسے انبیاء کی جاتی ہے گویا نصاریٰ ایک کنارے پر ہیں اور ملاحدہ دوسرے کنارے پر۔ یہود نبوت ورسالت کو تسلیم کرتے ہیں مگر ان کے اتباع سے انکار کرتے ہیں اور ان کی تکذیب کرتے ہیں بلکہ بسا اوقات انھوں نے ان کا قتل بھی کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ان کے مقابلے میں اسلام نے نبوت ورسالت کو ایک خاص مقام ومرتبہ قرار دیا جس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو منتخب کرتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ کسی کو نبی ورسول نہ بنائے وہ نبوت ورسالت نہیں پا سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝ (الحج:۷۵)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ (اپنے فرامین کی ترسیل کے لیے) فرشتے میں سے بھی پیغام رساں منتخب کرتا ہے اور انسانوں میں سے بھی وہ سمیع اور بصیر ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ (الانعام:۹۳)

اور اس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑے یا کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے درآں حالے کہ اس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو۔

انسانی زندگی سے متعلق متوازن نقطۂ نظر

دوسرا بنیادی سوال یہ ہے کہ انسان کے وجود کا کیا مقصد ہے؟ اس بارے میں بھی تین نقطہ ہائے نظر پائے جاتے ہیں۔ پہلا نقطۂ نظر ان لوگوں کا ہے جو اس کائنات میں خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے اور اسے اتفاقی حادثہ قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک انسان کی زندگی کا کوئی واحد اور متعین مقصد طے کرنا ہی سراسر فضول ہے جس طرح کائنات اتفاقی حادثہ ہے اس طرح انسانی زندگی بھی اتفاقات کے سہارے چلتی ہے۔ ہر شخص کے حالات مختلف ہوتے ہیں اسی اعتبار سے اس کی زندگی کا مقصد بھی جداگانہ ہوگا۔ دوسرا نقطۂ نظر ان لوگوں کا ہے جو انسان کی خواہشات وجذبات کو انتہائی اہمیت دیتے ہیں۔

ان کے نزدیک اس کے وجود کا مقصد یہ ہے کہ وہ ان کو آخری حد تک پوری کرے اور کوئی اس کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے ورنہ اس کی زندگی پیچیدگیوں اور الجھنوں سے بھر جائے گی۔ یعنی اس کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ بے مہار ہو اور کسی طرح کے حدود وقیود کو قبول نہ کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان اس دنیا میں ایک منصوبہ کے تحت ایک خاص مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اور وہ یہ کے اس کی آزمائش کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (ہود:۷)

وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا جب کہ اس سے پہلے اس کا عرش پانی پر تھا کہ تم آزما کر دیکھے تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

اِلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (الملک:۲)

اس نے موت اور زندگی کو ایجاد کیا تا کہ تم لوگوں کو آزما کر دیکھے تم میں کون بہتر عمل کرنے والا ہے۔

ان تینوں نقطہ ہائے نظر میں سے آخری نقطہ نظر سب سے زیادہ معتدل اور متوازن ہے۔ کیوں کہ انسان نہ کسی اتفاقی حادثہ کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے نہ وہ خود اپنا خالق ہے اور نہ ہی اس دنیا کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے۔ اور نہ انسان اپنی خواہشات کو آخری حد تک پوری کر لینے کے بعد الجھنوں اور پیچیدگیوں سے چھٹکارا پا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ O (المؤمنون:۱۱۵)

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا کہ ہم نے تمھیں فضول ہی پیدا کیا ہے اور تمھیں ہماری طرف کبھی پلٹنا ہی نہیں ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ O لَوْ اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ O (الانبیاء:۱۶-۱۷)

ہم اس آسمان اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے کچھ کھیل کے طور پر نہیں بنایا ہے۔ اگر ہم کوئی کھلونا بنانا چاہتے اور بس یہی کچھ ہمیں کرنا ہوتا تو اپنے ہی پاس سے کر لیتے۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ○ (الذّٰریٰت:۵۱)

میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لیے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

انسانی زندگی کی اہمیت

اوپر کی سطروں میں جس مقصد زندگی کا حوالہ آیا ہے۔اس سے انسان سے متعلق نہ صرف سارے سوالات حل ہوجاتے ہیں بلکہ اس کو ایک ایسی شاہ کلید بھی مل جاتی ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنی خواہشات وجذبات کو پوری طرح کنٹرول کرسکتا ہے اور زندگی کی تمام الجھنوں اور پیچیدگیوں سے چھٹکارہ بھی حاصل کرسکتا ہے،وہ اس طرح کہ انسان کی تخلیق کا مقصد آزمائش ہے،آزمائش ایک محدود وقت کے لیے ہوتی ہے اس لیے اسے اس دنیا کی مختصر زندگی دی گئی ہے، آزمائش میں کامیاب ہونے والے کو انعام دیا جاتا ہے اس لیے اس کے مرنے کے بعد اس کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور جنت کی شکل میں اسے انعام دیا جائے گا۔انسان کی جبلت میں اپنی خواہشات کی تکمیل کا انتہائی شدید داعیہ موجود ہے اور کوئی ذریعہ نہیں ہے جو ان کی شدت کو کم کرسکے؟ لیکن مذکورہ مقصد زندگی کے تعین سے انسان مجبور ہوجاتا ہے کہ اپنی خواہشات کو کنٹرول میں رکھے ورنہ دوسری صورت میں وہ آزمائش میں ناکام ہوجائے گا جس کا اثر نہ صرف اس دنیا میں منفی طور پر مرتب ہوگا بلکہ اگلی زندگی میں بھی وہ بہت سی نعمتوں سے نہ صرف محروم ہوجائے گا بلکہ دردناک عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اس تصور سے کہ انسان یہاں ایک آزمائشی دور سے گزر رہا ہے اس کی زندگی میں عظیم انقلاب رونما ہوتا ہے۔سب سے بنیادی چیز یہ ہے کہ وہ اپنی مرضیات سے دست بردار ہوجاتا ہے اور اپنے آزمائش کرنے والے کی مرضیات کا پابند ہوجاتا ہے۔اس کا نفس کیا کہتا ہے یہ وہ نہیں دیکھتا بلکہ اس کے معبود کی کیا مرضی ہے اس پر نگاہ ہوتی ہے۔اس کے کام ودہن کس طرح کے کھانوں کی خواہش کرتا ہے۔اس کو وہ قابل التفات نہیں سمجھتا بلکہ اس کا پیدا کرنے والا کن چیزوں کے کھانے کی اجازت دیتا ہے اس چیز کو وہ اہمیت دیتا ہے۔اس کی جنسی خواہش اپنی تسکین کا تقاضا کرتی ہے اس سے اس کو مطلب نہیں ہوتا بلکہ اس کے خدا نے اس کو کن حدود کا پابند بنایا ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے وہ غرض رکھتا ہے، اس کی انانیت اقتدار پر قابض رہنے کا تقاضا کرتی ہے لیکن وہ اپنے مالک وآقا کے حکم کے بموجب اس سے دست بردار ہو جاتا ہے غرض کہ اس تصور آزمائش سے انسان افراط وتفریط میں مبتلا نہیں ہوتا اور وہ اپنی زندگی معتدل ومتوازن طریقے سے گزرتا ہے۔

انسان کی بنیادی خواہشات وجذبات میں اعتدال

انسان کے اندر بنیادی طور پر تین خواہشات پائی جاتی ہیں کھانے پینے کی خواہش، جماع کی خواہش اور ریاست یعنی اقتدار کی خواہش، اس طرح اس کے اندر تین طرح کے جذبات پائے جاتے ہیں خوف ورجا، محبت ونفرت اور خوشی وغم ان خواہشات وجذبات کے تعلق سے اسلام نے اعتدال کی تعلیم دی ہے۔

کھانا پینا انسان کی ایک فطری ضرورت ہے، اس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ لیکن اس میں افراط کا پہلو یہ ہے کہ کھانے پینے ہی کو زندگی کا مقصد سمجھ لیا جائے۔ اسلام نے انسان کو کھانے پینے سے منع نہیں کیا ہے بلکہ کھانے پینے میں حد سے تجاویز کرنے سے منع کیا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝ (الاعراف:۳۱)

اے نبی آدم ہر عبادت کے موقع پر اپنی زینت سے آراستہ رہو اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کھانے پینے میں اسراف کا ایک ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اس کے لیے ضرورت سے زیادہ اہتمام کیا جائے لیکن اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ کھانے پینے کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے میں اعتدال کو ایک تمثیل کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ ارشاد ہے۔

ان هذا المال خضرة حلوة وان كل ما انبت الربيع يقتل حبطا او يلمّ الا آكلة الخضرة تاكل حتى اذا امتدّت خاصرتاها استقبلت الشمس فا جترت وثلطت وبالت ثم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادت فاکلت وان هذا المال حلوة من اخذه بحقه ووضعه فی حقه فنعم المعونة هو ومن اخذه بغیر حقه کان کالذی یا کل ولا یشبع (بخاری کتاب الرقاق باب مایحذر من زهرة الدنیا)

بے شک یہ مال سرسبز اور میٹھا ہے اور ربیع بے شک ہر طرح کی ہریالی اگاتی ہے مگر حبط (ایک مخصوص پودا جس سے پیٹ پھول جاتا ہے) کھا لینے والے کو مار ڈالتی ہے یا مرنے کے قریب کر دیتی ہے۔ لیکن وہ جانور جو صرف ہریالی چرے اور جب اس کا پیٹ بھر جائے تو دھوپ میں بیٹھ کر جگالی کرنے لگے پھر پیشاب و پاخانہ کرے اور پھر ہریالی چرنے لگے تو اسے کچھ نقصان نہیں پہنچتا، بے شک یہ مال لذیذ ہے جس نے اس کو حق کے ساتھ لیا اور حق کی جگہ خرچ کیا تو وہ بہترین مددگار ہے لیکن جس نے اس کو بغیر حق کے لیا تو اس کی مثال اس جانور کی ہے جو کھائے مگر آسودہ نہ ہو۔

قرآن میں ایسے لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو اپنی زندگی بے مصروف و بے مقصد محض کھانے پینے تک محدود ہو کر گزارتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ○ (محمد:۱۲)

اور کفر کرنے والے بس دنیا کی چند روزہ زندگی کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ جانوروں کی طرح کھا پی رہے ہیں اور ان کا آخری ٹھکانا جہنم ہے۔

کھانے پینے کے تعلق سے یہود و نصاریٰ کی بے اعتدالیاں معروف و مشہور ہیں۔ نصاریٰ اس چیز کو حرام قرار نہیں دیتے جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے اور حرام کردہ خبائث مثلاً مردہ، خون اور سؤر کے گوشت کو حلال قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ناپاک چیزوں جیسے پیشاب پاخانہ کے ساتھ اپنی عبادتیں بجالاتے ہیں۔ چنانچہ وہ جنابت سے غسل نہیں کرتے اور نماز کے لیے طہارت حاصل نہیں کرتے اور ان میں وہ پادری زیادہ بڑا سمجھا جاتا ہے جو پاکی اور طہارت سے زیادہ دور ہو۔ اس کے برعکس یہود کا معاملہ ہے ان کے لیے جو چیزیں حلال قرار دی گئی تھیں۔ انھوں نے ان کو اپنے اوپر حرام کر لیا چنانچہ ناپاکی کے ساتھ پاکیزہ چیزوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ جیسے حائضہ عورت کے ساتھ مل کر یہ کھانا نہیں کھاتے اور نہ ان کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ بیٹھتے ہیں۔ حالانکہ یہ نقصان دہ خبائث چیزوں کا استعمال کرتے ہیں جیسے سؤر وشراب وغیرہ اور پاکیزہ وبہتر چیز سے پرہیز کرتے ہیں۔ اسلام نے ان کی ان بے اعتدالیوں کی اصلاح کی ہے۔ اور اس نے پاکیزہ وطیب چیزوں حلال قرار دیا اور خبائث وگندگی چیزوں کو حرام ٹھہرایا اور انسان کی دوسری بنیادی خواہش جماع کی خواہش ہے جس کو جنسی خواہش کہہ سکتے ہیں۔ یہ بھی ایک فطری امر ہے کیوں کہ اس کے ذریعہ سے انسان کی نسل باقی رہتی ہے کھانے پینے کی خواہش کی طرح اس میں بھی افراط وتفریط کا مظاہرہ ہوتا رہا ہے بعض مذاہب میں تجرد ورہبانیت کی تعلیمات ملتی ہیں جن سے اس فطری خواہش کی بیخ کنی ہوتی ہے اس کے برعکس مغربی نظریات نے جنسی خواہشات کی تکمیل کو تمام حدود وقیود سے آزاد کردیا ہے اور انسانیت کو حیوانیت کے درجے پر گرادیا ہے یعنی جس طرح حیوانات اپنی جنسی خواہش کی تکمیل بلا کسی روک وٹوک کے کرتے ہیں اس طرح انسان کو بھی کرنا چاہیے اسلام نے ان کے درمیان اعتدال قائم کیا ہے اور اس کو اس بنیادی خواہش کی تکمیل کی پوری آزادی دی ہے لیکن بعض حدود کا اس کو پابند بنایا ہے اور وہ حدود یہ ہیں کہ وہ اس خواہش کی تکمیل صرف نکاح (یعنی مرد عورت ایک معاہدے کے تحت ساتھ زندگی گزارنے کا عہد کریں) کے دائرے میں رہ کر کرے اس سے باہر اس کو ہوس رانی کی اجازت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ (المومنون:۱-۷)

یقیناً فلاح پائی ہے ایمان والوں نے جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ لغویات سے دور رہتے ہیں۔ زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، سوائے اپنی بیویوں کے اور ان عورتوں کے جو ان کی ملک یمین میں ہوں کہ ان پر محفوظ نہ رکھنے میں وہ قابل ملامت نہیں ہیں البتہ جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں وہی زیادتی کرنے والے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن میں اور بھی بہت سی آیات ہیں جن میں میاں بیوی کے تعلق کی اہمیت بیان کی گئی ہے اور اس کو ایک دوسرے کے لیے رحمت مودت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔[۳] نیز اس میں نکاح کے احکام بیان ہوئے ہیں اس کے علاوہ کتب احادیث میں ایک بڑی بحث نکاح پر مشتمل ہے جس میں جنسی تعلقات کی نوعیت اور میاں بیوی کے حقوق تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جنسی تسکین شجر ممنوعہ نہیں ہے بلکہ یہ عین مطلوب ہے ساتھ ہی ضروری ہے کہ انسان اس معاملے میں حرام طریقے کے بجائے حلال طریقے اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوْ لَاتُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَايُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ○ (المائدہ:۸۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جو پاک چیزیں اللہ نے تمھارے لیے حلال کی ہیں انھیں حرام نہ کرلو اور حد سے تجاوز نہ کرو، اللہ کو زیادتی کرنے والے سخت ناپسند ہیں۔

اسلام میں عورت کو مرد کی کھیتی قرار دیا گیا ہے۔[۴] اسی طرح ان کو ایک دوسرے کا لباس بتایا گیا ہے[۵] یہ سب اصطلاحیں جنسی تسکین کے حوالے ہی سے آئی ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں اس حد تک رعایت کی گئی ہے کہ اگر کسی شخص کی جنسی خواہش بہت ابھری ہوئی ہو اور ایک عورت سے اس کی تسکین نہ ہوتی ہو تو وہ زیادہ سے زیادہ چار شادیاں کرسکتا ہے یعنی ایک ساتھ چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ اسی صورت میں اس پر صرف اتنی ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام لے۔[۶]

انسان کی تیسری بنیادی خواہش ریاست یعنی اقتدار کی ہے شریعت کے نزدیک یہ بھی کوئی شجر ممنوعہ نہیں ہے اگر کسی کو اقتدار حاصل ہو تو وہ اس سے پوری طرح مستفید ہوسکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ اقتدار کے نشہ میں عدل وانصاف کے دامن کو نہ چھوڑے اور ظلم وطغیانی کی راہ نہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ

(النساء:۵۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تمھیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔ اللہ تم کو نہایت عمدہ نصیحت کرتا ہے۔

امارت وخلافت اسلام کا ایک اہم شعبہ ہے اس کے بارے میں واضح احکام وتعلیمات قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کے بغیر بہت سی دینی ودنیاوی مصلحتوں کا حصول ناممکن ہے نیز اس کے بغیر مکمل سماجی عدل وانصاف کے تقاضے پورے نہیں ہوتے چنانچہ علمائے اسلام نے امارت وخلافت کے قیام کو واجب قرار دیا ہے۔ شرح عقائد نسفی میں ہے۔

والمسلمون لا بدلهم من امام يقوم تنفيذ احكامهم واقامة حدودهم وسد ثغورهم واخذ صدقاتهم وقهر المتغلبة والمتلصقه وقطاع الطريق

(شرح العقائد النسفیہ: ۱۱۰، کتب خانہ رشیدیہ دہلی)

اور واجب ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک امام ہو جو ان کے لیے احکام کا نفاذ عمل میں لائے، ان کے درمیان حدود اللہ کو قائم کرے ان کی سرحدوں کی حفاظت کرے۔ ان سے صدقات وزکوٰۃ کی وصول یابی کرے اور سرکشوں، چوروں اور ڈاکوؤں کو سزائیں دے

امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں

جب اقتدار اور مال کا مقصود اللہ کی قربت کا حصول اور اس کے راستے میں انفاق کی نیت ہو تو یہ دین اور دنیا ہر ایک کی بہتری کا ضامن ہے لیکن اگر اقتدار دین سے جدا ہو جائے یا دین کا رشتہ اقتدار سے باقی نہ رہے تو پھر لوگوں کے معاملات خراب ہوئے بغیر نہ رہیں گے (السیاسۃ الشرعیۃ فی اصلاحی الراعی والرعیۃ: ۱۶۶)

جس طرح دنیا کے دیگر امور کی انجام دہی کے کچھ اصول وضوابط ہیں اسی طرح حکومت وامارت کی انجام دہی کے بھی اصول وضوابط ہیں۔ ان میں رعایا کے درمیان ہر طرح کا عدل وانصاف قائم کرنا ان کے انسانی حقوق کی رعایت اور ریاست میں امن وامان کے ساتھ ان کو زندگی گزارنے دینے کا موقع دینا خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ (النسآء: ۱۳۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اے لوگو جو ایمان لائے ہو حق و انصاف کے لیے اٹھ کھڑے ہونے والے بنو، اللہ کے لیے گواہی دیتے ہوئے۔ خواہ یہ تمھارے اپنے ہی خلاف یا والدین اور رشتہ داروں کے ہی کیوں نہ ہو۔

انسان کی ان بنیادی خواہشات کے دوش بدوش اس کے جذبات ہوتے ہیں اگر وہ ان میں افراط تفریط کا شکار ہو جائے تو اس کی زندگی تباہی سے دوچار ہو جاتی ہے۔ ان جذبات میں خوف و رجاء محبت و نفرت اور خوشی و غم اہم ہیں اور ان کی انسانی زندگی میں خاص اہمیت ہے اسلام نے ان میں سے کسی بھی جذبے کو بالکلیہ ختم کرنے کی تعلیم نہیں دی ہے بلکہ ان میں اعتدال کا حکم دیا ہے۔ مثال کے طور پر اگر انسان کو خوف لاحق ہو جائے تو وہ آدمی اپنا دفاع کرتا ہے لیکن اگر وہ اس میں تفریط کا شکار ہو جائے تو ہر کس و ناکس سے غیر حقیقی خوف کرنے لگے گا جس سے اس کی زندگی میں بے انتہا مسائل پیدا ہوں گے اسی وجہ سے اسلام نے حقیقی خوف کی رعایت کی ہے مگر غیر حقیقی خوف سے بچنے کو تعلیم دی ہے۔ ارشاد ہے۔

اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۷۵)

بے شک وہ شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے تمھیں ڈرا رہا ہے لہٰذا تم ان میں سے کسی سے نہ ڈرنا، مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ (الاحزاب: ۳۷)

تم لوگوں سے ڈرتے ہو حالانکہ اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

خوف کے مقابلے میں امید کا جذبہ ہے پہلے تو انسان ہر چیز سے خوف زدہ تھا اب وہ ہر چیز کو اپنی امیدوں کا مرکز بنا لیتا ہے اس کا مخالف پہلو یہ ہے کہ آدمی حالات سے مایوس ہو کر امید کے دامن ہی کو چھوڑ دے یہ دونوں رویے قابل اصلاح ہیں۔ امید کا مرکز صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے یہاں مایوسی جائز نہیں ہے۔

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝ (الانعام: ۱۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر اللہ تمھیں نقصان پہنچائے تو اس کے سوا کوئی نہیں جو تمھیں اس نقصان سے بچا سکے اور اگر وہ تمھیں کسی بھلائی سے بہرہ مند کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے وہ اپنے بندوں پر کامل اختیارات رکھتا ہے اور وہ دانا و باخبر ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ ○ (الزمر: ۵۳)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ۔

خوف و رجا کے ساتھ محبت و نفرت کا جذبہ بھی انسان کے اندر انتہائی شدید ہوتا ہے اور اس میں بھی عموماً افراط و تفریط کا مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔ جس شخص کے دل میں نفرت کے جذبات ہوں وہ اس آتش فشاں پہاڑ کے مانند ہے جس کے اندر لاوے بھڑکتے اور باہر ابلتے رہتے ہیں۔ اس جذبہ کے تسلط سے آدمی درندے کی شکل اختیار کر لیتا ہے اور اس سے نیکی و بدی کی تمیز مٹ جاتی ہے، دوستی اور محبت کے پاک رشتے، قرابت اور رحم کے مقدس تعلقات عزت و حرمت کے قیمتی رابطے سب ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں۔ اس کے برعکس محبت کا جذبہ ہے اور یہ بھی اپنی شدت میں کسی طرح کم نہیں ہوتا پہلے اگر اس کا سینہ ابلتے لاوؤں کا دہانہ تھا تو اب امرت کا سرچشمہ ہے۔ اگر نفرت آدمی کو ایک انتہا پر لے جاتی ہے تو محبت بھی اس کو دوسری انتہا پر لے جاتی ہے اسلام نے ان دونوں انتہاؤں کے درمیان اعتدال و توازن قائم کیا ہے۔ اس کے نزدیک فی نفسہٖ نفرت ناپسندیدہ نہیں ہے کیونکہ آدمی کے اندر غیرت نام کی کوئی چیز نہ ہو تو وہ باعزت زندگی کا تصور نہیں کر سکتا جب کہ انسان فطری طور پر عزت و وقار کا طالب ہے چنانچہ اسلام نے غصہ کو بالکلیہ ختم کر دینے والے کی تعریف نہیں کی ہے بلکہ غصہ کو پی جانے والوں کی تعریف کی ہے۔ ارشاد ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (آل عمران: ۱۳۴)

جو لوگ بدحالی اور خوش حالی ہر حال میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں، جو غصہ کو پی جاتے ہیں اور دوسرے کے قصور کو معاف کر دیتے ہیں ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔

حدیث میں وارد ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے (بخاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب الادب باب الحذرمن الغضب) کسی پر اگر زیادتی ہوئی ہوتو شریعت میں اس کی اجازت ہے کہ وہ زیادتی کرنے والے سے اس کے مثل بدلہ لے لیکن عزیمت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے وہ اگر اس کو معاف کردے تو یہ اس کے لیے زیادہ بہتر ہے ارشاد ہے۔

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْ تُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ○ (النحل:۱۲۶)

اور اگر تم لوگ بدلہ لوتو بھی اسی قدر سے لو جس قدر تم پر زیادتی کی گئی ہے لیکن اگر تم صبر کروتو یقیناً یہ صبر کرنے والوں ہی کے حق میں بہتر ہے۔

انسان بغض وعداوت کے اظہار میں بسا اوقات افراط تفریط کا شکار ہوجاتا ہے ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملے میں افراط وتفریط سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔ ارشاد ہے۔

احبب حبیبک هونا ماعسٰی ان یکون بغیضک یوما ما
ابغض بغیظک هونا ماعسیٰ ان یکون حبیبک یوماما

(الترمذی ابواب البر والصلہ باب اقتصاد البغض نمبر ۱۹۹۲)

دوست سے محبت اعتدال کے ساتھ کرو۔ کسی دن وہ تمھارا دشمن بن سکتا ہے۔ دشمن سے نفرت کو حد سے آگے بڑھنے نہ دو ممکن ہے وہ کسی دن تمھارا دوست بن جائے۔

غم ومسرت کا جذبہ بھی انسانی زندگی میں نہایت اہم ہے، انسان فطری طور پر خوشی کا طالب ہوتا ہے جب کسی طرح سے اس کی خوشی چھن جاتی ہے تو وہ اپنے آپ کو غم زدہ پاتا ہے اس بارے میں بھی وہ افراط وتفریط میں مبتلا ہوتا ہے۔ کوئی شخص اگر مشکلات ومصائب سے دوچار ہوتو وہ بدرجہ افراط غم نہ کرے اور اگر اس کو خوشی لاحق ہوتو اس میں وہ حد سے تجاوز نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ○ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ○ (الحدید:۲۲-۲۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی مصیبت ایسی نہیں جو زمین میں یا تمھارے اپنے نفس پر نازل ہوئی ہو اور ہم نے اس کو پیدا کرنے سے پہلے ایک کتاب میں لکھ نہ رکھا ہو۔ ایسا کرنا اللہ کے لیے بہت آسان ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہے تاکہ جو کچھ بھی نقصان تمھیں ہو اس پر تم دل شکستہ نہ ہو اور جو کچھ تمھیں اللہ عطا فرمائے اس پر پھول نہ جاؤ۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا ہے جو اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتے ہیں اور فخر جتاتے ہیں۔

حقوق وفرائض میں اعتدال

اسلام نے بندوں کے درمیان حقوق اور فرائض میں بھی توازن قائم کیا ہے۔ اس کے نزدیک ہر شخص کی نجی آزادی کی انتہائی اہمیت ہے مگر ایسا نہیں ہے کہ اس کو مطلق آزادی حاصل ہے اور اس پر کوئی ذمے داری عائد نہیں ہوتی ہے بلکہ اسلام نے اس پر ذمے داریاں بھی عائد کی ہیں گویا حقوق وفرائض کا متوازن نظام ہے جس کے تحت فرد حقوق سے متمتع ہوتا ہے اور فرائض ادا کرتا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے۔

الاکلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیتہ والرجل راع علی اھل بیتہ وہ مسئول عن رعیتہ والمراۃ راعیۃ علی بیت زوجھا و ولدہ وھی مسئولۃ عنھم و عبد الرجل راع علی سیدہ وھو مسئول عنہ الاکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (بخاری کتاب الاحکام باب-۱)

آگاہ ہو جاؤ تم میں ہر ایک نگراں ہے اور ہر ایک جواب دہ ہے، امام رعایا کا نگراں ہے اور وہ ان کے بارے میں جواب دہ ہے مرد اپنے اہل وعیال کا نگراں ہے اور وہ اس کا جواب دہ ہے عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں اور اس سے متعلق جواب دہ ہے اور نوکر مالک کے مال کا نگراں ہے اور وہ اس کے بارے میں جواب دہ ہے۔ خبردار تم میں سے ہر ایک نگراں ہے اور ہر ایک کو جواب دہی کرنی ہے۔

حدیث مذکورہ میں ذمے داریوں کا ذکر ہوا ہے جس میں امام یعنی حکمراں وقت سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لے کر معمولی درجے کے ملازم تک کی ذمے داریوں کا حوالہ دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ ذمے داریاں آدمی اس وقت ادا کرے گا جب اس کے حقوق محفوظ ہوں اگر حقوق محفوظ نہ ہوں تو وہاں ذمے داریاں بھی ادا نہیں ہوتیں اس لیے اسلام نے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی ہے اور اس کو بھی واضح طور پر بیان کیا ہے ارشاد ہے۔

فان لنفسک علیک حقا فان لجسدک علیک حقا و لعینک علیک حقا فان لزوجک علیک حقا ولزورک علیک حقاو لاھلک علیک حقا

(بخاری کتاب الصوم باب حق الجسم فی الصوم)

بے شک تمھارے نفس کا تم پر حق ہے اور تمھارے جسم کا تم پر حق ہے تمھاری آنکھوں کا تم پر حق ہے اور مہمان کا تمھارے اوپر حق ہے اور تمھارے گھر والوں کا تم پر حق ہے۔

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے نہ صرف حقوق و فرائض کا متوازن تصور عطا کیا ہے بلکہ متعین انداز میں طے کر کے وہ بتاتا ہے کہ کس کی کتنی ذمے داریاں ہیں اور اسے کتنے حقوق حاصل ہیں۔ تفصیل کا موقع نہیں اس بارے میں والدین، زوجین، اولاد اور دیگر متعلقین کے حقوق کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ زوجین کے تعلق سے ارشاد ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۖ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ (البقرہ:۲۲۸)

عورتوں کے لیے معروف طریقے پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔

انفرادیت واجتماعیت کے درمیان اعتدال

اعتدال وتوازن کے قیام کا ایک محل انفرادیت واجتماعیت کے درمیان ہے۔ اس بارے میں مغربی مفکرین نے سخت ٹھوکریں کھائی ہیں۔ کسی نے انفرادیت کو حد سے زیادہ اہمیت دے دی اور کہا کہ فرد ہی سب کچھ ہے اجتماعیت کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا افراد کو ہر طرح کی آزادی حاصل رہنی چاہیے اس فکر کے نمائندہ مفکرین ارسطو اور فرائڈ ہیں۔ اس فکر نے معاشرہ کی بنیادیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہلا دیں اور تمام اجتماعی اصولوں کو پامال کر دیا اس فکر کی کوکھ سے سرمایہ داری اور اباحیت نے جنم لیا۔ اس کے برعکس بعض مفکرین نے اجتماعیت کو انتہائی اہمیت دیا اور کہا کہ فرد کی کوئی حیثیت نہیں ہے اصل اجتماعیت ہے۔ اس فکر کے نمائندہ مفکرین افلاطون، کارل مارکس اور لینن ہیں۔ اس فکر پر مبنی معاشرہ نے فرد کے حقوق کو بری طرح پامال کیا۔ اس فکر نے اشتراکیت اور کمیونزم کو جنم دیا۔ اسلام نے ان دونوں کے بیچ میں اعتدال قائم کیا ہے۔ اس نے ایک طرف فرد کے حقوق کا تحفظ کیا اور دوسری طرف اجتماعیت کے اصولوں کو باقی رکھا۔ اجتماعیت کو فرد کے حقوق میں دست درازی کی اجازت نہیں دی اسی طرح فرد کو اجتماعیت سے جڑے رہنے پر مجبور کیا۔ فرد کے حقوق کے تعلق سے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت دی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْفَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ط (المائدہ:۳۲)

جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کو زندگی بخشی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔

فرد کے مال کے تحفظ کے تعلق سے ارشاد نبویؐ ہے۔

ان دماء کم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا، فی شهرکم هذا، فی بلد کم هذا

(مسلم، کتاب الحج باب خطبہ الوداع)

بے شک تمام خون، تمھارے مال اور تمھاری عزت و آبرو ایک دوسرے پر حرام ہے جس طرح آج کا دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔

عزت و آبرو کے تحفظ کے تعلق سے فرد کی اتنی رعایت کی ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر کوئی اس کے گھر میں داخل نہ ہو۔ ارشاد ہے۔

لَا تَدْ خُلُوْابُيُوْ تًا غَيْرَبُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ط (النور:۲۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب تک کہ گھر والوں کی رضا نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج دو۔

آدمی کی شرافت و کرامت کا تحفظ بھی عزت و آبرو کے تحفظ کے مفہوم میں شامل ہے۔ ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ (الحجرات:۱۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔

یہ فرد کے بنیادی حقوق ہیں، ان میں عقیدہ، اظہار رائے اور تنقید یعنی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے حقوق شامل ہیں۔ اس کے ساتھ اسلام نے اجتماعیت کے بھی کچھ اصول بتائے ہیں جن کی پابندی ضروری ہے۔ ان میں پہلی چیز امیر/ امام/ حاکم کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہے دوسری چیز ان کی سمع وطاعت ہے تیسری چیز ہر حال میں ان کی نصح وخیر خواہی ہے۔ اجتماعیت سے جڑے رہنے کا حکم قرآن نے اس طرح دیا ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ (آل عمران:۱۰۳)

سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔

عبداللہ ابن مسعود کی ایک تشریح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حبل اللہ سے مراد جماعت ہے وہ فرماتے ہیں۔

لوگو تمھارے اوپر سمع وطاعت اور جماعت کو لازم پکڑنا ضروری ہے کیونکہ جماعت ہی اللہ کی رسی ہے جسے پکڑنے کا اس نے حکم دیا ہے۔ گرچہ بعض وقت جماعت میں ناگواریوں کا سامنا کرنا پڑے ان کا انگیز کرنا تفرقہ بازی سے بہتر ہے۔

(التمہید لا بن عبدالبر ۲۱/ ۲۷۴)

اللہ تعالیٰ نے اپنی اور رسول کی اطاعت کے ساتھ اول الامر یعنی امام/ امیر/ حاکم کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اطاعت کا بھی حکم دیا ہے۔ارشاد ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ (النساء:۵۹)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

اول الامر سے مراد بھی عام طور پر حاکم وقت ہی کو لیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ فرد کے لیے اجتماعیت کے اصولوں کو نہیں توڑا جا سکتا ان کی موجودگی فلاح انسانیت کے لیے ضروری ہے جیسا کہ عدل و انصاف کے نفاذ کے حوالے سے ایک واقعہ کے ضمن میں وارد ہے۔ارشاد ہے۔

اتشفع في حد من حدود اللّٰه انما اهلك الذين قبلكم انهم كانوا اذا سرق فيهم الشريف تركوه واذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايم اللّٰه لوان فاطمة بنت محمدٍ سرقت لقطعت يدها۔

(بخاری کتاب الحدود باب کراھیۃ الشفاعۃ فی الحد اذا رفع الی السلطان)

کیا تم اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو (الثا اس میں تخفیف کردی جائے) بے شک ما قبل کی قومیں اسی لیے برباد ہوئیں کہ جب ان میں کا اعلیٰ چوری (جرم) کرتا تو اسے سزا نہیں دی جاتی لیکن جب ان میں کا ادنیٰ چوری کرتا تو اسے سزا دی جاتی تھی۔قسم خدا کی اگر فاطمہ بنت محمد (یعنی میری بیٹی) بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

شریعت اسلامیہ میں فرد سے لے کر امام وقت تک سب کو جواب دہ قرار دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے۔

الا كلكم راع و كلكم مسئول عن رعيته

(بخاری کتاب الاحکام، باب-۱)

خبردار تم میں کا ہر شخص نگراں ہے اور ہر ایک جواب دہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتدال کا عام حکم

اعتدال وتوازن کی ان تعلیمات کے ساتھ اسلام نے انسان کے عام رویوں اور روزمرہ معمولات میں بھی توازن واعتدال کی تلقین کی ہے مثال کے طور پر گفتار وکردار یعنی انسان کی چال ڈھال بھی معتدل ومتوازن ہو اس میں کبر اور گھمنڈ کا شائبہ نہ ہو اس طرح اس میں انتہائی کمزوری کا اظہار بھی نہ ہو۔ بلکہ معتدل ومتوازن ہو۔ ارشاد ہے۔

وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۚ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ۝ (لقمان:۱۹)

اپنی چال میں میانہ روی اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ، سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

انسان مال خرچ کرنے میں بھی عام طور پر بے اعتدالی کا شکار ہو جاتا ہے۔ کبھی وہ اسراف وفضول خرچی سے کام لیتا ہے اور کبھی بخل کرتا ہے یہ دونوں رویے ناپسندیدہ ہیں۔ اسلام کا مطالبہ ہے کہ ان میں توازن کو ملحوظ رکھا جائے۔ ارشاد ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا ۝ (بنی اسرائیل:۲۹)

نہ تو اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ ملامت زدہ اور عاجز بن کر رہ جاؤ۔

اسلام میں اعتدال وتوازن کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں بھی اعتدال قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔ یعنی دین میں غلو اور افراط وتفریط کی اجازت نہیں ہے۔

ارشاد ہے:

سددوا وقاربوا واعلموا ان لن يدخل احدكم عمله الجنة وان احب الاعمال ادومها الى الله و ان قل۔

(بخاری کتاب الرقاق باب القصد والمداومۃ علی عمل)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نرمی اختیار کرو اور لوگوں کو دین سے قریب کرو اور یاد رکھو کہ کوئی شخص محض اپنے اعمال کی بنیاد پر جنت میں نہیں جائے گا (جب تک اللہ کا فضل نہ ہو) اعمال میں مداومت بہتر ہے اگر چہ وہ مقدار میں کم ہو۔

یہی وجہ ہے کہ شریعت میں ترک دنیا کی تعلیم نہیں دی گئی ہے اور نہ دنیا کو انسان کی منزل قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اسے یہاں اعتدال کی ضرورت ہے۔ ارشاد ہے۔

وَابْتَغِ فِيمَآ اٰتٰكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا (القصص:۷۷)

جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر اور دنیا میں سے بھی اپنا حصہ فراموش نہ کر۔

حدیث میں وارد ہے کہ بہترین دعا وہ ہے جس میں فلاح آخرت کے ساتھ دنیا کی بھلائی کی بھی تمنا کی گئی ہو۔ ارشاد ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○ (البقرہ:۲۰۱)

اے ہمارے رب ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھی اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا۔

حواشی

[۱] تفسیر ابن کثیر دیکھئے آیت مذکورہ کے ضمن میں ج-۱، صفحہ ۲۰۱-۲۰۰

[۲] منهاج السنة النبوية لابن تيميه ج ۲/ ۴۱۵/ محقق اڈیشن

[۳] الروم ۲۱

[۴] البقرہ:۳۲۲

[۵] البقرہ:۱۸۷

[۶] النساء:۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ششم

مصالح اور حکمتوں پر مبنی دین

اسلام کی متعدد خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ دین مصلحتوں اور حکمتوں پر مبنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکام دیے ہیں ان میں انسانوں کے لیے بے پناہ فوائد پوشیدہ ہیں۔ اگر ان احکام پر عمل نہ کیا جائے اور دین کو ترک کر دیا جائے تو ان فوائد سے محرومی کے ساتھ طرح طرح کے نقصانات لاحق ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط (الحج:۷۸)

اور اللہ نے تمھارے لیے دین میں کوئی حرج نہیں بنایا ہے۔

اسلام میں مصالح اور علماء کی آراء

قرآن وحدیث میں ایسی بے شمار نصوص ہیں جن میں احکام میں مصالح اور حکمتوں کی وضاحت کی گئی ہے اور علماء نے اس پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں، جن میں اسرار شریعت اور احکام کی علتوں کو بیان کیا گیا ہے۔[۱] علماء اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے اور اس کے احکام میں حکمت ومصلحت پائی جاتی ہے۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فأئمة الفقهاء متفقون على اثبات الحكمة والمصالح فى أحكامه الشرعية وانما ينازع فى ذلك طائفة من نفاة القياس وغير نفاته[۲]

تمام ائمہ فقہاء احکام شرع میں حکمت ومصالح کے اثبات کے مسئلے پر متفق ہیں۔ اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلے میں قیاس کو نہ ماننے والوں اور کچھ دوسرے لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔

جو لوگ احکام میں مصالح اور حکمتوں کا انکار کرتے ہیں ان کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے امام موصوف لکھتے ہیں:

''اہل سنت اللہ تعالیٰ کے احکام میں تعلیل (علت) کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پسند کرتا ہے اور وہ راضی ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ان کے نزدیک پسند کرنا اور راضی ہونا مطلق طور پر کسی چیز کا ارادہ کرنے کے مقابلے میں زیادہ خاص ہے (یعنی کسی حکم کی بجا آوری رضائے الٰہی کے لیے ہونا اس کی علت قرار دی جاسکتی ہے) بے شک اللہ تعالیٰ کفر، فسق اور عصیان کو پسند نہیں کرتا، اگرچہ کہ اللہ کی مشیّت وارادہ کے بغیر کوئی شخص ان افعال کو انجام نہیں دے سکتا''[۳]

ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ احکام میں علت تسلیم کرنے کی صورت میں تسلسل اور دور لازم آئے گا اور اللہ تعالیٰ حکمت کا تابع قرار پائے گا، جس سے وہ برتر وبالا ہے۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے امام موصوف لکھتے ہیں:

''یہ تسلسل مستقبل میں واقع ہونے والے واقعات کے بارے میں لازم آتا ہے نہ کہ گزشتہ واقعات کے بارے میں۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے کسی کام کو کسی حکمت کے لیے انجام دیا تو حکمت اس فعل کے بعد حاصل ہوگئی۔ اب اگر اس حکمت سے دوسری حکمت چاہی جائے تو یہ تسلسل مستقبل میں پیش آئے گا۔ اور وہ حاصل شدہ حکمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور ایک دوسری حکمت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ایسی حکمتیں پیدا کرتا رہتا ہے جن کو وہ پسند کرتا ہے اور ان کو دوسری حکمتوں کا سبب بھی بناتا رہتا ہے۔ جمہور مسلمان اور دوسرے فرقوں کے لوگ مستقبل میں تسلسل کے قائل ہیں، ان کے نزدیک جنت اور جہنم میں ثواب وعذاب ایک کے بعد ایک تسلسل کے ساتھ حاصل رہے گا''[۴]

امام موصوف دین میں مصالح اور حکمتوں کی موجودگی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جب فرد کو معلوم ہوگیا کہ فی الجملہ اللہ تعالیٰ کے دین (اوامر ونواہی) میں عظیم حکمتیں ہیں تو اتنی ہی بات اس کے لیے کافی ہے، پھر جوں جوں اس کے ایمان وعلم میں اضافہ ہوگا اس پر حکمت اور رحمت الٰہی کے اسرار کھلتے جائیں گے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے:

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ط (حٰمٓ السجدۃ: ۵۳)

عن قریب ہم ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں بھی دکھائیں گے اور ان کے اپنے نفس میں بھی، یہاں تک کہ ان پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یہ قرآن برحق ہے۔

یا جیسا کہ ایک حدیث میں اس مفہوم کو مزید واضح کیا گیا ہے: ''اللہ بندوں کے حق میں اس سے زیادہ رحیم ہے، جتنا ماں اپنے بچے کے لیے رحم دل ہوتی ہے۔''[۱۵]

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے اپنی کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ان لوگوں کی پرزور تردید کی ہے جنھوں نے احکام میں مصلحتوں کا انکار کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

قد يُظنّ أن الأحكام الشرعية غير متضمنة لشئ من المصالح ... وهذا ظن فاسد تكذبه السنة واجماع القرون المشهود لها بالخير[۱۶]

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ احکام شرعیہ قطعاً حکمتوں اور مصلحتوں پر مشتمل نہیں ہیں ..... یہ خیال سراسر فاسد ہے اور سنت اور اجماعِ امت سے اس کی تردید ہوتی ہے۔

مصالح کے فوائد

شاہ محدث دہلویؒ نے ان مصالح اور حکمتوں کو جاننے کے فوائد بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ ان میں سے بعض اہم فوائد درج ذیل ہیں:

۱- اس سے معجزۂ قرآن کی طرح (جس کے معارضہ سے انسان عاجز ہو گئے) شریعت کے معجزے کا اظہار ہوتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت تمام شریعتوں سے کامل تر ہے اور اس میں ایسی مصلحتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں جن کی رعایت کسی اور طریقے پر ممکن نہیں۔ یہ کامل شریعت ایک نبی امی کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔

۲- شریعت اسلامیہ پر کامل ایمان و یقین کے ساتھ اگر اس کی مصلحتیں بھی معلوم ہو جائیں تو اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے اور یہ طمانیت شرعاً مطلوب ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے ایمان کامل کے باوجود اللہ تعالیٰ سے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ اس کے لیے ان کے سامنے ایک معجزہ دکھادیا گیا۔[۷]

۳-فروعی مسائل میں فقہاء کے درمیان اختلافات رونما ہوئے ہیں۔ مصالح کے علم سے ان اختلافات میں کسی ایک مسئلے کو ترجیح دینے میں مدد ملتی ہے۔

۴-شریعت کے بعض مسائل میں بعض فرقوں کو شک ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں شریعت کا حکم خلافِ عقل ہے اور جو چیز عقل کے خلاف ہو اسے رد کر دینا چاہیے، جیسے عذاب قبر کے بارے میں معتزلہ کو شک ہے۔ اسی طرح قیامت میں حساب کتاب اور اعمال کے تولے جانے کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے، اسے حساب لینے اور اعمال کو تولنے کی کیا ضرورت؟ غرض کہ اس طرح کے اور دیگر مسائل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خلافِ عقل ہیں۔ اس کا سدباب اس طرح کیا جاسکتا ہے کہ ان کے بارے میں مصلحتوں اور حکمتوں کو بیان کیا جائے، تاکہ شک کا ازالہ ہو۔

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ ''شرعی احکام میں تین طریقوں سے مصالح ثابت ہوتے ہیں:

۱-متعلق فعل میں مصلحت شامل ہو، اگرچہ شریعت میں اس کی وضاحت نہ کی گئی ہو، جیسے عدل وانصاف کی مصلحت دنیا میں امن وامان کا قیام ہے اور ظلم اور ناانصافی فسادِ عالم کا سبب ہے۔ یہ مصلحت عقل اور شرع دونوں سے ثابت ہے۔

۲-شریعت نے جب کوئی حکم دیا تو اس کی بجا آوری ہی میں مصلحت ہے اور کسی چیز سے منع کیا تو اس سے احتراز کرنا ہی تقاضائے مصلحت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع کے حکم سے حسن وقبح کا تعین ہوتا ہے۔

۳-اللہ تعالیٰ کسی حکم کے ذریعہ بندے کا محض امتحان لینا چاہتا ہو کہ وہ اس کی اطاعت کرتا ہے یا نہیں؟ حقیقت میں حکم کی تعمیل مقصود نہ ہو، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دینا، یا بنی اسرائیل کے تین افراد (گنجا، برص زدہ اور اندھے) کی آزمائش کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خصوصی نعمتوں کا اعتراف کریں اور راہ حق میں خرچ کریں۔ اس صورت میں حکمت نفسِ حکم میں ہے نہ کہ اس کی تعمیل کرنے میں۔''[۹]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابواسحاق الشاطبیؒ فرماتے ہیں:

إن وضع الشرائع انما هو لمصالح العباد فی العاجل والآجل معاً [۱۰]

احکام شریعت کا اصل مقصد دنیا و آخرت میں بندوں کے مصالح کی حفاظت ہے

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ لکھتے ہیں:

فان الشريعة مبناها وأساسها على الحكم ومصالح العباد فی المعاش والمعاد، وهی عدل كلّها و رحمة كلها ومصالح كلها وحكمة كلها [۱۱]

شریعت کی بنا اور اساس بندوں کے دنیوی و اخروی مصالح اور حکمتیں ہیں اور وہ پوری کی پوری عدل، رحمت، حکمت اور مصلحت ہے۔

مصلحت کا معنیٰ و مفہوم

صَلُح ، یصلح ، صلاحاً و صلوحاً و صلاحیة کے معنیٰ درست اور ٹھیک ہونے کے ہیں۔ اسی سے مصلحت ہے اور اس کی جمع مصالح ہے۔ اس کی ضد فساد اور مفسدۃ ہے، جس کے معنیٰ بگاڑ اور خرابی کے آتے ہیں۔ اس کے اصطلاحی معنیٰ ہیں احکامِ شرع کا مصالح کے مطابق ہونا۔ اس میں جلبِ منفعت اور دفعِ مضرت دونوں پہلو شامل ہوتے ہیں۔ علماء اسلام نے مصالح کی تشریح مختلف زاویوں سے کی ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

> ''منفعت کا حصول اور مضرت کا دفع کرنا مخلوق کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور خلق کی اصلاح اس امر پر ہے کہ ان کے مقاصد پورے کیے جائیں۔ یہاں اصلاح سے مراد وہ اصلاح ہے، جو شریعت کا مقصود ہے اور خلق کے حق میں شریعت کا مقصود پانچ امور ہیں: دین کی حفاظت، نفس کی حفاظت، عقل کی حفاظت، نسل کی حفاظت اور مال کی حفاظت۔ لہٰذا ہر وہ حکم یا طریقہ جو ان پانچ اصولوں کا ضامن ہوگا، مصلحت اور اصلاح کہلائے گا اور جس سے یہ اصول فوت ہوتے ہیں وہ طریقہ مفسدہ کہلائے گا اور مفسدہ کو دفع کرنا واجب و لازم ہے۔'' [۱۲]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ آمدیؒ مصلحت کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''حکم کی مشروعیت کا مقصود یا تو کسی مصلحت و فائدہ کو حاصل کرنا ہے، یا کسی مضرت کو دور کرنا، یا دونوں ہی مقصود ہیں۔''[۱۳]

مصالح دین کو مقاصدِ شریعت بھی کہا جاتا ہے۔ شیخ طاہر بن عاشورؒ مقاصدِ شریعت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مقاصد شریعت ان معانی اور حکمتوں کو کہتے ہیں جنھیں شارع نے قانون سازی کے تمام یا اکثر حالات میں ملحوظ رکھا ہے، اس طور پر کہ اسے شریعت کے کسی خاص قسم کے حکم کے ساتھ مخصوص نہیں رکھا گیا ہے۔ لہٰذا اس میں شریعت کے وہ عمومی اوصاف اور اہداف بھی آتے ہیں جنھیں ملحوظ رکھنے سے شریعت پہلو تہی نہیں کرتی۔''[۱۴]

استاذ علال الفاسیؒ فرماتے ہیں:

''مقاصد شریعت، شریعت کے اہداف اور ان اسرار و رموز کو کہتے ہیں جنھیں شارع نے تمام احکام میں ملحوظ رکھا ہے۔''[۱۵]

ڈاکٹر یوسف حامد العالم نے مصالح کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے:

''مقاصد شریعت ان مصالح و فوائد کو کہتے ہیں جو بندوں کو دنیا و آخرت میں حاصل ہوتے ہیں، خواہ یہ فوائد جلبِ منفعت کے ذریعے حاصل ہوں یا دفعِ مضرت کے ذریعے۔''[۱۶]

مصلحت کی قسمیں

مصلحت کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں: اخروی اور دنیاوی۔ اخروی مصلحت سے مراد موت کے بعد آخرت میں اللہ کی رضا کا حصول، جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات ہے۔ اور دنیاوی مصلحت کا تعلق دنیا کی زندگی میں منفعت کے حصول یا دفعِ مضرت سے ہے۔ جمہور فقہاء نے دنیاوی مصالح کی تین قسمیں کی ہیں: ۱- ضروریہ، ۲- حاجیہ، ۳- تحسینیہ۔[۱۷]

۱- مصلحتِ ضروریہ

مصلحت ضروریہ کا معنیٰ ہے وہ مصلحت جس کی رعایت کے بغیر انسان کی صحت مندانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زندگی کا تصور ممکن نہ ہو۔ عصری اصطلاح میں اسے انسان کے بنیادی حقوق بھی کہہ سکتے ہیں۔ مصلحت ضروریہ کا دائرہ پانچ چیزوں پر محیط ہے:

۱- دین، ۲- جان، ۳- نسل، ۴- مال، ۵- عقل۔

ذیل میں ان کی اہمیت سے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر پیش کیا جاتا ہے:

دین وعقیدہ کی حفاظت

اسلام کے نزدیک انسان کی زندگی دین وعقیدہ کے بغیر بے معنیٰ ہے۔ وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ آدمی ایمان وعقیدہ سے عاری زندگی گزارے۔ ایسی صورت میں وہ اس بات کو کیسے پسند کرسکتا ہے کہ وہ دوسرے کے دین وعقیدہ میں خلل ڈالنے کا باعث ہو، یا خود اپنے ایمان سے پھر جائے۔ شریعت کی نگاہ میں یہ قابل سزا جرم ہے۔ دوسرے معنیٰ میں اسلام معاشرہ کو مذہبی خلفشار سے بچانا چاہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ آدمی خود گم راہ ہو اور دوسروں کی گم راہی کا بھی سبب بنے۔ اس کے سدِّ باب کے آخری ذریعہ کے طور پر سزائے مرتد متعین کی گئی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

من بدّل دينه فاقتلوه [۱۸]

جو اپنے دین کو تبدیل کرلے (یعنی اسلام سے پھر جائے) اسے قتل کردو۔

دین کی حفاظت کا تعلق صرف مرتد اور بدعتی کے حوالے سے ہی نہیں، بلکہ کفار ومشرکین کے حوالے سے بھی مطلوب ہے۔ چنانچہ ان میں سے جو لوگ مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ ہوں ان سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی بنیادی وجہ دین کی حفاظت ہے۔ تاکہ کفر و شرک اور باطل ادیان غالب ہوکر مسلمانوں کے لیے فتنہ کا باعث نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَ اَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ (البقرۃ:۱۹۱)

ان سے لڑو جہاں بھی تمھارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انھیں نکالو جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے، اس لیے کہ قتل اگرچہ برا ہے، مگر فتنہ اس سے بھی زیادہ برا ہے۔

حفاظتِ دین کے مفہوم میں شعائرِ دین، مساجد، جماعت، سنت کی حفاظت اور امر

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالمعروف ونہی عن المنکر بھی شامل ہے۔

جان کی حفاظت

کرۂ ارضی کی ساری آبادی، یہاں کی بہاریں اور سرگرمیاں انسانوں کے دم سے ہیں اور ان کی زندگی کی بقا کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ ایک دوسرے کی جان کے درپے نہ ہوں، ورنہ یہ دنیا ویران ہو جائے گی اور یہاں کی ساری رونق جاتی رہے گی۔ اسی لیے اسلام میں ایک آدمی کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو شخص ناحق کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک ہی فرد پر ظلم نہیں کرتا، بلکہ اس کا عمل یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ اس کا دل حیاتِ انسانی کے احترام سے خالی ہے۔ لہٰذا وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ

(المائدۃ:۳۲)

جس کسی نے سوا اس حالت کے کہ قصاص لینا ہو یا ملک میں فساد پھیلانے (لوٹ مار کرنے) والوں کو سزا دینی ہو، کسی جان کو قتل کر ڈالا تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی زندگی بچائی ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی دی۔

انسانی جان کی قدر و قیمت کا تقاضا ہے کہ آدمی خود بھی اپنی جان کو ختم کر دینے کے درپے نہ ہو۔ اس لیے اسلام میں خودکشی حرام ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (النساء:۲۹)

اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین مانو کہ اللہ تمھارے اوپر مہربان ہے۔

حفاظتِ جان کے مدِ نظر ہی شریعت میں قصاص کے احکام دیے گئے ہیں، جس میں نہ صرف جان کے بدلے جان کی دفعہ بیان کی گئی ہے، بلکہ معمولی چوٹ اور زخم، حتیٰ کہ تھپڑ پر بھی قصاص کو مشروع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ (المائدۃ:۴۵)

اور ہم نے یہودیوں کے ذمہ تورات میں یہ بات مقرر کردی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت، اور زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہے۔

ساتھ ہی قصاص کو انسانوں کے لیے حیات بخش قرار دیا گیا ہے:

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرۃ:۱۷۹)

عقل و خرد رکھنے والو، تمھارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔ امید ہے کہ تم اس قانون کی خلاف ورزی سے پرہیز کرو گے۔

نسل کی حفاظت

نسل کی حفاظت درحقیقت نوع انسانی کی حفاظت ہے، کیوں کہ دوسری صورت میں انسانی معاشرہ خلفشار کا شکار ہو جائے گا۔ شریعت کی نگاہ میں ضروری ہے کہ ہر بچہ اپنے والدین کی نگرانی میں تربیت پائے اور وہی ان کا وارث بنے۔ یہ مقاصد چونکہ صرف ازدواجی زندگی سے حاصل ہوتے ہیں۔ اس لیے اسلام میں نکاح کو مشروع قرار دیا گیا ہے اور دیگر ہر طرح کے جنسی تعلقات کو حرام کیا گیا ہے اور ان پر حد مقرر کی گئی ہے۔ (النور:۲)

حفاظتِ نسل کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ کسی کے نسب کو متہم کیا جائے نہ بغیر پختہ ثبوت کے اس پر زنا کا الزام لگایا جائے، کیوں کہ اس صورت میں نسب کے تعین میں شبہ پیدا ہوگا اور پیدا شدہ بچے کے مصالح فوت ہوں گے، نیز متہم شخص کی سماجی زندگی متاثر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ (النور:۴)

اور وہ لوگ جو پاک دامن عورتوں پر زنا کا الزام لگاتے ہیں اگر وہ چار گواہ نہ لاسکیں تو انھیں اسی کوڑے مارے جائیں اور ان کی گواہی ہمیشہ کے لیے ناقابل اعتبار سمجھی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مال کی حفاظت

مال زندگی کی بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ اس کے بغیر انسان کو خوراک، لباس اور مکان کے سلسلے میں کوئی چارہ نہیں۔ مال نہ ہو تو آدمی غربت و افلاس کا شکار ہو جائے۔ اس لیے شریعت نے مال کمانے، رکھنے اور خرچ کرنے کے ساتھ اس کو چوری، غصب اور ڈاکہ زنی سے محفوظ رکھنے کے احکام دیے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ (النساء:۲۹)

اے ایمان والو، ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے نہ کھاؤ، مگر یہ کہ کوئی مال باہمی رضامندی سے تجارت کے ذریعے حاصل ہو جائے۔

ناجائز طریقے سے دوسرے کا مال کھانے کے مفہوم میں ہر وہ طریقہ شامل ہے جو شریعت اور عرف عام میں ناجائز ہو، چاہے وہ عیاں ہو یا خفیہ۔ ایک حدیث میں ہے:

من اشترى سرقة وهو يعلم انها سرقة فقد شرك في عارها واثمها[۱۹]

جس نے چوری کا مال خریدا، یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے، وہ اس کے گناہ اور برائی میں شریک ہوا

حفاظتِ مال کی غرض سے شریعت اسلامیہ میں چوری اور ڈاکہ زنی کی سزا متعین کی گئی ہے۔ (المائدۃ: ۳۳، ۳۸) اور سود، جوا، ناپ تول میں کمی بیشی، بیع غرر، ذخیرہ اندوزی اور وہ تمام طریقے حرام قرار دیے گئے ہیں جن سے کسی فرد کو مالی نقصان لاحق ہو سکتا ہے۔

عقل کی حفاظت

عقل کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ اس کو ایسی چیزوں سے بچایا جائے جو انسان کے فتور کا باعث ہوں، اسے آفتوں میں مبتلا کر دینے والی ہوں اور ان کی وجہ سے وہ اذیت میں مبتلا ہو۔ چنانچہ شریعت میں شراب اور دوسری تمام نشہ آور اشیاء حرام ہیں اور ان کے استعمال پر سزا نافذ کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَاالْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِاللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ○ (المائدۃ:۹۰-۹۱)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، یہ شراب اور جوا اور یہ آستانے اور پانسے، یہ سب گندے شیطانی کام ہیں۔ ان سے پرہیز کرو، امید ہے کہ تمھیں فلاح نصیب ہوگی۔ شیطان تو یہ چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمھارے درمیان عداوت اور بغض ڈال دے اور تمھیں خدا کی یاد سے اور نماز سے روک دے، پھر کیا تم ان چیزوں سے باز رہو گے؟

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من شرب الخمر فاجلدوه[۲۰]

جو شخص شراب نوشی کرے اسے کوڑے لگاؤ۔

شریعت کے یہی وہ پانچ مصالح ہیں جنھیں 'مصالح ضروریہ' سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ان کی حفاظت کو شریعت نے لازم قرار دیا ہے اور ان کو پامال کرنے والے کے خلاف سزائیں مقرر کی ہیں۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''ان پانچ اصولوں کی حفاظت ضروریاتِ انسانی میں شمار ہوتی ہیں اور مصالح خلق کا یہ اعلیٰ ترین درجہ ہے ..... ان مصالح کی حفاظت کی تاکید دنیا کے ہر مذہب اور مہذّب سوسائٹی نے کی ہے۔''[۲۱]

علامہ ابواسحاق الشاطبیؒ ان مصالح کی اہمیت سے متعلق لکھتے ہیں:

''دین و دنیا کے مصالح کے قیام کے لیے یہ ضروری ہیں۔ اگر یہ مفقود ہوں تو سلامتی کے ساتھ مصالح دنیا قائم نہیں رہ سکیں گے، بلکہ انسانی زندگی میں فساد اور خلفشار رونما ہوگا اور اخروی زندگی میں نجات و کامیابی سے محرومی ہاتھ آئے گی، جو سراسر نقصان اور خسران ہے۔''[۲۲]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- مصلحتِ حاجیہ

مصلحت کی دوسری قسم، جس کی شریعت نے رعایت کی ہے، مصلحتِ حاجیہ ہے۔ اس سے مراد وہ مصلحت ہے جس کی رعایت سے انسانی زندگی میں سہولت پیدا ہو اور عدمِ رعایت سے تنگی اور مشقت لاحق ہو، مگر اس درجہ میں نہ ہو، جیسا کہ مصالح ضروریہ کے فوت ہونے سے لاحق ہوتی ہے۔ امام شاطبیؒ لکھتے ہیں:

> ''حاجیات کے معنی یہ ہیں کہ ان کی ضرورت توسّع کے حصول اور تنگی کے ازالہ کے مقصد سے ہوتی ہے کہ اگر وہ پوری نہ ہوں تو حرج اور مشقت لاحق ہو اور اگر ان کی رعایت ملحوظ نہ رکھی جائے تو مکلّف افراد فی الجملہ حرج اور مشقت میں مبتلا ہو جائیں، مگر وہ اس درجہ میں نہ پہنچے کہ ان سے فساد رونما ہو، جیسا کہ مصالح ضروریہ کے نہ پائے جانے سے فساد رونما ہوتا ہے۔''[۲۳]

اس تعریف کی روشنی میں علماء نے مصلحت حاجیہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں: حاجیہ اصلیہ، حاجیہ مکملہ۔ یہ دونوں قسمیں تمام احکام، عبادات، معاملات، عادات اور جنایات میں موجود ہیں۔ عبادات میں مصلحت حاجیہ کی رعایت کی مثال احکام کی تعمیل میں رخصتوں کی موجودگی ہے، جیسے مجبور کے لیے کلمۂ کفر کہنے، اضطراری حالت میں مردار کھانے، پانی کی عدم موجودگی یا مرض کی صورت میں تیمّم کرنے اور حیض و نفاس کی حالت میں نماز ترک کرنے کی رخصت دی گئی ہے۔ اسی طرح مریض، مسافر، حاملہ اور مرضعہ کو روزے دوسرے ایام میں رکھنے کی اجازت دی گئی ہے۔

معاملات میں مصلحت حاجیہ کی مثالوں میں کم سن بچی کے نکاح کے انعقاد کے لیے ولی کی شرط، خرید و فروخت، اجارہ، مساقاۃ اور قرض کے لین دین کے معاملات کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی چیز مصلحتِ ضروریہ میں سے نہیں ہے کہ اس پر عمل نہ کرنے سے انسان کے بنیادی حقوق پامال ہوتے ہوں، مگر زندگی کی بقا کے لیے یہ چیزیں ضروری ہیں۔ عادات میں مصلحتِ حاجیہ کی مثال شکار کا جائز ہونا اور کھانے پینے میں پاکیزہ چیزوں سے لطف اندوزی کا درست ہونا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ مثالیں مصلحتِ حاجیہ اصلیہ کی ہیں۔ مصلحتِ حاجیہ مکمّلہ کی مثالوں میں مسافر اور مریض کے لیے دونمازوں کو ایک وقت میں ادا کرنے اور حالتِ سفر میں قصر کی اجازت، صغیرہ کے نکاح میں کفو کی رعایت، مہر مثل، قرض ورہن میں گواہی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

۳۔ مصلحتِ تحسینیہ

مصلحت کی تیسری قسم تحسینیہ ہے۔ اس سے مراد وہ مصلحت ہے جس کی رعایت سے احکام واعمال میں حسن اور خوبی پیدا ہو اور عقل سلیم اس کا تقاضا کرے، لیکن عدم رعایت سے حرج اور تنگی پیدا نہ ہو۔ یہ مصلحت بھی عبادات، معاملات، عادات اور جنایات میں پائی جاتی ہے۔ اس کی مثالیں یہ ہیں: نجاست کو زائل کرنا، پردہ کرنا، زیب وزینت اختیار کرنا، صدقہ وخیرات کرنا، کھانے پینے میں آداب ملحوظ رکھنا، غیر پاکیزہ چیزیں کھانے سے پرہیز کرنا، اسراف اور فضول خرچی سے بچنا، گندگی کی خرید وفروخت سے منع کرنا یا زائد پانی یا گھاس سے روکنا، غلام کو گواہی اور امامت وخلافت کے لیے نااہل قرار دینا، اسی طرح عورت کو امامت کے لیے نااہل قرار دینا، یا اس کے ازخود نکاح کرنے کی ممانعت، یا غلام کے بدلے آزاد کو قتل کرنے کی ممانعت، یا جہاد میں بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو مارنے کی حرمت وغیرہ۔[۲۴]

اخروی مصلحت کے حوالے سے ایک بات یہ بھی جاننی چاہیے کہ اس میں رضائے الٰہی کا حصول، جنت میں داخلہ اور جہنم کی آگ سے نجات کے ساتھ تزکیہ وتربیت نفس، تہذیبِ اخلاق، عبادات پر مشقتوں کی برداشت کی تربیت اور قوائے شہوانیہ وغضبیہ پر کنٹرول وغیرہ مطلوب ومراد ہیں۔

مصالح کی تینوں قسموں میں مصلحت ضروریہ بنیادی اہمیت کی حامل ہے اور باقی دونوں قسمیں اس کی تابع ہیں۔ اگر مصلحت ضروریہ مفقود ہوگی تو بہ درجہ اولیٰ مصلحت حاجیہ ومصلحت تحسینیہ بھی مفقود ہوں گی، لیکن اس کے برعکس کا وقوع لازم نہیں۔ مصالح کے حوالے سے دوسری اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ خواہشاتِ نفسانی کی تابع نہیں ہیں، یعنی خواہشِ نفس کو مصلحت قرار نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ شریعت اسی لیے آتی ہے کہ لوگوں کو ہوائے نفس کی جکڑ بندیوں سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف لائے۔[۲۵]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مصالحِ دین انھی اقسام میں محدود نہیں ہیں

دین میں مصالح اور حکمتوں کی تشریح میں علماء نے عام طور پر انھیں پنج گانہ مصالح کا تذکرہ کیا ہے اور ان میں تین درجات (ضروریہ، حاجیہ اور تحسینیہ) قائم کیے ہیں۔ مگر بعض علماء نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ مصالح دین انہی اقسام میں محدود ومحصور نہیں ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی مصالح کی اقسام میں توسیع کے قائل ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے امام ابن تیمیہؒ اور ابن قیمؒ کے اقوال نقل کیے ہیں۔ علامہ ابن القیمؒ کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

> ''بعض لوگ مصالح مرسلہ کو جان، مال، عزت وآبرو، عقل اور دین کے تحفظ میں محصور کر دیتے ہیں، مگر ایسا کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ مصالح مرسلہ یہ ہیں کہ منافع حاصل کیے جائیں اور مضرتیں دور کی جائیں..... دنیا میں (جلب منفعت کی مثال) وہ معاملات اور سرگرمیاں ہیں جن میں عامۃ الناس کی بھلائی مضمر ہو، خواہ ان سے متعلق کوئی حد شرعی مقرر کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو اور دین میں (جلب منفعت کی مثال) وہ احوال و معارف، عادات اور زہد کی باتیں ہیں جن میں انسانوں کی بھلائی مضمر ہے جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو۔ جن لوگوں نے مصالح کو ان سزاؤں سے وابستہ کر دیا جو فساد کو دور رکھنے کے لیے مقرر کی گئی ہیں یا جو اموال یا جسم انسانی کو محفوظ رکھنے کے لیے مقرر کی گئی ہیں ان میں انھوں نے کوتاہی برتی ہے۔''[۲۶]

ڈاکٹر موصوف نے روایتی فہرست میں اضافہ کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

> ''ایک خیال یہ بھی ہے کہ مقاصد کی روایتی فہرست پنج گانہ دین، جان، عقل، نسل اور مال میں خود اتنی وسعت ہے کہ بہت سے نئے مقاصد اسی فہرست میں داخل سمجھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً عدل وانصاف دین میں اور ازالۂ غربت اور کفالت عامہ حفظ جان میں شامل سمجھے جاسکتے ہیں۔ ہمیں دو وجہوں سے اس فکر وسوچ سے اتفاق نہیں ہے۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ، جیسا کہ ابن تیمیہ نے کہا ہے، مقاصد شریعت کے بیان میں تحفظ سے آگے بڑھ کر ترقی دینے اور بڑھوتری کو بھی شامل کرنا ضروری ہے۔ روایتی فہرست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سارا زور دفع مضرت پر ہے، جلب منفعت کا پہلو دب گیا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ موجودہ عالمی اور قومی سطح کے مسائل میں ماحولیاتی تلوث پر کنٹرول، کائنات کے قدرتی وسائل کا بچاؤ، عمومی اور کلی تباہی مچانے والے اسلحوں کے استعمال اور ان کی پیداوار پر پابندی اور موجودہ نیوکلیائی ہتھیاروں، نیز کیمیاوی اور حیاتیاتی اسلحوں کا تلف کیا جانا اور اقوام عالم کے باہم امن وچین سے رہ سکنے کے دوسرے تقاضے پورے کرنے کے لیے یہ بہتر ہے کہ ان امور سے مناسبت رکھنے والی اسلامی تعلیمات کو اہمیت کے ساتھ پیش کیا جائے۔"[۲۷]

موصوف نے روایتی فہرست میں درج ذیل مصالح کے اضافہ کی تجویز رکھی ہے اور ان پر قرآن وحدیث سے دلائل دیے ہیں:

۱- انسانی عزوشرف، ۲- بنیادی آزادیاں، ۳- عدل وانصاف، ۴- ازالۂ غربت اور کفالت عامہ، ۵- سماجی مساوات اور دولت وآمدنی کی تقسیم میں پائی جانے والی ناہمواری کو بڑھنے سے روکنا، ۶- امن وامان اور نظم ونسق، ۷- بین الاقوامی سطح پر باہم تعامل وتعاون۔[۲۸]

مصالحِ دین اور عقل

احکامِ دین میں مصالح اور حکمتوں کی دریافت عقل کرتی ہے، لیکن بعض اوقات عقل کی بنیاد پر شریعت کا حکم بھی مستنبط کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ شریعت کا چوتھا ماخذ قیاس ہے، اس میں مسئلہ زیر بحث سے متعلق نص نہ ہونے کی وجہ سے عقل کی بنیاد پر شریعت کا حکم معلوم کیا جاتا ہے۔ جمہور فقہاء نے قیاس کو شریعت کی ایک اصل قرار دیا ہے۔[۲۹] رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر عقل کی بنیاد پر دیے گئے مشوروں کو قبول فرمایا ہے[۳۰] اسی طرح صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام نے قیاس وعقل سے شریعت کے احکام وضع کیے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

فأمّا تحقيق المناط فهو متفق عليه بين المسلمين وهو ان ينصّ الله على تعليق الحكم بمعنى عام كلّي، فينظر في ثبوته في آحاد الصور او أنواع العام[۳۱]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شرعی احکام میں متعلق ومطلوب حکم کی تحقیق کے بارے میں مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ شریعت میں حکم بمعنی عام کی تعلیق کی جائے گی (یعنی اس کے مصداق کی تحقیق کی جائے گی) اور افراد پر حکم کے اطلاق یا کسی خاص نوع میں اثبات کے لیے غور وفکر کیا جائے گا

امام موصوف آگے اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''مختلف امور، جیسے انصاف کرنا، یا استقبال کعبہ یا جیسے شراب، جوا، مردہ، خون اور خنزیر کے حرام ہونے سے متعلق قرآن وحدیث میں عام حکم ہے، مگر شخص خاص سے متعلق طے کرنا کہ اس نے احکام کی خلاف ورزی کی یا نہیں، یا فلاں چیز حرام کردہ اشیاء کی تعریف میں آتی ہے یا نہیں؟ یہ سب باتیں قیاس کے ذریعہ ہی طے کی جاتی ہیں۔''[۳۲]

احکام پر عمل حکمتوں کے جاننے پر موقوف نہیں

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہے، مگر احکام دین پر عمل حکمتوں کے جاننے پر موقوف نہیں ہے، کیوں کہ عقل انسانی محدود ہے اور ضروری نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام حکمتوں کو جان لے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ لکھتے ہیں:

أنه لا يحلّ ان يتوقّف فى امتثال أحكام الشرع اذا صحّت بها الرواية على معرفة تلك المصالح لعدم استقلال عقول كثير من الناس فى معرفة كثير من المصالح ولكون النبى ﷺ أوثق عندنا من عقولنا[۳۳]

احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں، جب کہ وہ صحیح روایت سے ثابت ہو جائیں، ان کی مصلحتوں کے جاننے تک توقف کرنا جائز نہیں۔ کیوں کہ بہت سے انسانوں کی عقلیں بہت سی حکمتوں کو بطور خود نہیں سمجھ سکتیں اور نبی کریمؐ کی ذات ہمارے نزدیک ہماری عقلوں سے کہیں زیادہ قابل اعتماد ہے۔

خلاصۂ بحث

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کا عطا کردہ دین بندوں کے دینی و دنیاوی مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہے، اس لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ انسانوں کے لیے مفید اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انجام کے اعتبار سے قابل اطمینان وموجب فلاح ونجات نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اس دین کو ترک کرنا اوراس کو از کار رفتہ قرار دینا انسان کی نادانی پر مبنی ہے، جس کے سنگین نتائج ہو سکتے ہیں۔

حواشی

[۱] مثال کے طور پر دیکھیے محاسن الشریعۃ، امام محمد بن اسماعیل (م ۳۶۵ھ)، محاسن الاسلام، ابوعبداللہ بن عبدالرحمٰن البخاری (م ۳۴۶ھ)، الاعلام بمناقب الاسلام، ابوالحسن العامری (م ۳۸۱ھ)، حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)۔

[۲] منہاج السنۃ النبویۃ، ابن تیمیہ، تحقیق الدکتور محمد رشاد سالم، ادارۃ الثقافۃ والنشر، جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، طبع اول، ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء، ۱/ ۱۴۱۔ امام ابن تیمیہؒ نے لکھا ہے کہ بعض منکرین قیاس اور ایک دو دیگر لوگ احکام میں علت وحکمت کا انکار کرتے ہیں، ورنہ جمہور امت اس کے قائل ہیں۔

[۳] حوالہ سابق

[۴] حوالہ سابق

[۵] مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ، ۸/ ۹۷

[۶] حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، طبع اول ۱۳۸۳ھ، فیصل پبلیکیشنز دیوبند، ص ۴-۵

[۷] سورۃ البقرۃ: ۲۶۰

[۸] حجۃ اللہ البالغہ، ص ۸

[۹] مجموع فتاوی ابن تیمیہ، ۸/ ۴۳۵-۴۳۶

[۱۰] الموافقات فی اصول الشریعۃ، ابواسحاق الشاطبی، المطبعۃ الرحمانیۃ مصر، ۲/ ۶

[۱۱] اعلام الموقعین عن رب العالمین، ابن القیم الجوزیۃ، دار الجیل للنشر والتوزیع والطباعۃ، بیروت، ۳/ ۳

[۱۳] المستصفیٰ فی علم الاصول، حجۃ الاسلام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی، المطبعۃ الامیریۃ، بولاق، مصر، ۱۳۲۴ھ، ۱/ ۲۸۶

[۱۴] امام شاطبی کے ذکر کردہ مقاصدی قواعد- ایک تجزیاتی مطالعہ، ڈاکٹر عبدالرحمٰن ابراہیم کیلانی، المعہد العالمی للفکر الاسلامی، ص ۴۳، بحوالہ الاحکام للآمدی، ۳/ ۲۷۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حوالہ سابق، بحوالہ مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، طاہر بن عاشور، ص ۵۱

[۱۵] حوالہ سابق، بحوالہ مقاصد الشریعۃ ومکارمہا، علال الفاسی، ص ۳

[۱۶] حوالہ سابق، ص ۴۴، بحوالہ المقاصد العامۃ للشریعۃ الاسلامیۃ، ڈاکٹر یوسف العالم، ص ۷۹

[۱۷] الموافقات فی اصول الشریعۃ، ۲/ ۸

[۱۸] صحیح البخاری، کتاب الجہاد، باب لایعذب بعذاب اللہ

[۱۹] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، ۶/ ۶۴

[۲۰] مسند احمد، ۲/ ۱۶۶، ابوداؤد، کتاب الحدود، باب اذا تتابع فی شرب الخمر، ترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ

[۲۱] المستصفی فی علم الاصول، الغزالی، ۱/ ۲۸۷-۲۸۸، دیکھیے بحث الاستصلاح

[۲۲] الموافقات فی اصول الشریعۃ، ۲/ ۸

[۲۳] حوالہ سابق، ۲/ ۱۰-۱۱، المستصفی، ۱/ ۲۸۹-۲۹۰

[۲۴] الموافقات، ۱/ ۱۱-۱۲

[۲۵] حوالہ سابق، ۲/ ۳۷-۳۸

[۲۶] مقاصد شریعت، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ص ۳۰، بحوالہ مجموعۃ الرسائل والمسائل لابن تیمیہ، جلد ۴-۵، ص ۱۷۴-۱۷۵

[۲۷] حوالہ سابق، ص ۳۸-۳۹

[۲۸] حوالہ سابق، ص ۳۹

[۲۹] الموسوعۃ الفقہیۃ، وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، کویت، ۳۴/ ۹۱

[۳۰] مثال کے طور پر آپؐ نے بعض جنگوں میں میدان جنگ کے انتخاب میں بعض صحابہ کے مشورے کو قبول فرمایا۔ اسی طرح آپؐ نے ایک صحابی کے مشورے سے انگوٹھی میں محمد رسول اللہؐ کا نام کندہ کرایا اور اس کو مہر کے طور پر استعمال کیا۔ اذان کا طریقہ بھی مشورے کی بنیاد پر طے کیا گیا، پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت ایک ضرر کی وجہ سے کی گئی۔ جمعہ کے دن غسل پسینے سے پیدا ہونے والی بدبو سے بچنے کے لیے مشروع کیا گیا، وغیرہ۔

[۳۱] منہاج السنۃ النبویۃ، ۶/ ۴۷۴

[۳۲] حوالہ سابق،

[۳۳] حجۃ اللہ البالغۃ، ص ۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہفتم

دینِ سعادت

دین اسلام کی مختلف خصوصیات و امتیازات میں سے ایک انتہائی اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ دین لوگوں کو دنیا و آخرت کی سعادتوں سے ہم کنار کرتا ہے، ان کے حصول کے ذرائع اور طریقے بتاتا ہے اور شقاوت و بدبختی سے بچاتا ہے اور اس کی مختلف شکلوں اور قسموں سے آگاہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ۝

(ھود:۱۰۵)

جب وہ (دن) آئے گا تو کسی کو بات کرنے کی مجال نہ ہوگی الا یہ کہ اللہ کی اجازت سے کچھ عرض کرے پھر کچھ لوگ اس روز بد بخت ہوں گے اور کچھ نیک بخت۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مامن نفس منفوسة إلاّ قد سبق لهامن اللّٰہ شقاء او سعادة (مسند احمد ۱/۱۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص نہیں ہے مگر اس کی سعادت و شقاوت کا اللہ کی طرف سے فیصلہ ہو چکا ہے۔

سعادت کے معنٰی

سعادت کا لفظ سعد (س ع د) سے ماخوذ ہے جس کے معنی نیک بختی اور خوش نصیبی کے ہیں جب کہ شقاوت کے معنی بدبختی اور بدنصیبی کے ہیں۔ اس کا تعلق دنیا سے بھی ہے اور آخرت سے بھی اور اس کے مختلف درجات ہیں۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال الناس اربعة والاعمال ستة فالناس موسع علیه فی الدنیا والآخره وموسع له فی الدنیا مقتور علیه فی الآخرة ومقتور علیه فی الدنیا موسع فی الاخرة وشقی فی الدنیا والآخرة

(مسند احمد ۴/۳۴۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کی چار قسمیں ہیں اور ان کے اعمال چھ طرح کے ہوتے ہیں۔ لوگوں کی قسمیں یہ ہیں کچھ لوگ ہیں جن کو دنیا و آخرت دونوں جگہ کشادگی (خوش حالی) ملتی ہے۔ کچھ لوگ ہیں جن کو دنیا میں کشادگی حاصل ہوتی ہے مگر آخرت میں تنگی نصیب ہوگی۔ کچھ لوگ ہیں جن کی دنیا تنگ کر دی جاتی ہے مگر آخرت میں کشادگی نصیب ہوگی اور کچھ لوگ دنیا و آخرت دونوں جگہ بدبخت ہوں گے۔

سعادت کے مترادف الفاظ

قرآن و احادیث میں سعادت کا لفظ جن معنوں میں استعمال ہوا ہے ان میں اس کے اور بھی دیگر مترادفات وارد ہیں۔ ان سے اس کے معنی و مفہوم کی تعیین میں آسانی پیدا ہوتی ہے اور اس کے حصول کی راہ کھلتی ہیں۔ قرآن میں سعادت کے مفہوم میں نجات، فلاح، عاقبت، سلام، خیر، فوز وغیرہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَيٰقَوْمِ مَالِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ۝

اے میری قوم کے لوگو! آخر یہ کیا ماجرا ہے کہ میں تم لوگوں کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم لوگ مجھے آگ کی طرف دعوت دیتے ہو۔

عافیت اور فلاح کے تعلق سے وارد ہے۔

فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (الانعام: ۱۳۵)

عن قریب تم لوگ جان لوگے کہ کس کے لیے عاقبت کا گھر ہے بے شک ظلم کرنے والے فلاح نہیں پا سکتے۔

سلام/سلامتی کے تعلق سے وارد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ط (یونس:۲۵)

اور اللہ تمھیں دارالسلام (سلامتی کے گھر) کی طرف دعوت دے رہا ہے۔

خیر/خیرات کے ذیل میں ارشاد ہے۔

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

(التوبہ:۸۸)

یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بھلائیاں ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

فوز کے تعلق سے وارد ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ○ (التوبہ:۱۰۰)

اس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہی عظیم کامیابی ہے۔

دارقرار کے تعلق سے ارشاد ہے۔

يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۡ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ○ (المؤمن:۳۹)

اے قوم یہ دنیا کی زندگی تو چند روزہ ہے ہمیشہ کے قیام کی جگہ آخرت ہی ہے۔

دنیا کی سعادت

دنیا کی زندگی مختصر اور عارضی ہے مگر اس کے باوجود دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو انسان کی زندگی اچھے ڈھنگ سے گزر رہی ہوگی اور روزمرہ میں اسے خوشیاں اور مسرتیں حاصل ہو رہی ہوں گی یا برے ڈھنگ سے گزر رہی ہوگی اور اس کو غموم وھموم نے گھیر رکھا ہوگا۔ دنیا میں انسان کو مناسب اور ضروری وسائل زندگی کا حاصل ہونا اور ان کا اس کے موافق اور مناسب حال ہونا خوش بختی کی علامت ہے اس کے برعکس وسائل زندگی حاصل ہی نہ ہوں یا حاصل ہوں مگر وہ موافق نہ ہوں تو یہ اس کی بدبختی کی علامت ہے۔ یہی بات ایک حدیث میں یوں وارد ہے۔

من سعادة ابن آدم ثلاثة ومن شقوة ابن آدم ثلاثه۔ من سعادة ابن آدم المرأة الصالحة والمسكن الصالح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والمركب الصالح ومن شقوة ابن آدم المراة السوء والمسكن السوء والمركب السوء (مسند ۱/۱۶۸)

انسان کی سعادت تین باتوں میں ہے اور اس کی بدبختی بھی تین باتوں میں ہے۔ انسان کی سعادت میں سے ہے کہ اسے صالح بیوی ملے، اچھا گھر نصیب ہو اور اچھی سواری دستیاب ہو۔ اور اس کی بدبختی ہے کہ اسے بری بیوی ملے، تنگ مکان ہو اور سواری بھی بری ہو۔

وسائل زندگی میں عورت (بیوی) گھر اور سواری کی خصوصی اہمیت ہے زندگی کے سفر میں اگر ہم سفر نیک اور صالح ہو تو سفر کی مشکلات آسان ہو جاتی ہیں اسی طرح اگر آدمی کو ایک کشادہ اور مناسب گھر نصیب ہو تو سکون قلب حاصل ہوتا ہے اور اگر اس کے ساتھ ایک اچھی سواری بھی دستیاب ہو تو دیگر غیر صالح ہو تو گھر جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے اور اگر آدمی کو رہنے کے لیے گھر نہ ہو یا تنگ ہو اور سواری سے بھی محرومی ہو یا موافق حال نہ ہو تو زندگی میں کئی طرح کی نحوستیں در آتی ہیں۔ دنیا میں وسائل و ذرائع کی بھی اہمیت ہے اور ان کا موافق و مناسب حال ہونا بھی ضروری ہے سطور بالا میں دنیا کی مادی اور ظاہری سعادت و شقاوت کا ذکر تھا مگر دنیاوی زندگی میں بعض معنوی اور باطنی سعادت یا شقاوت کے اسباب بھی موجود ہوتے ہیں جن کے بارے میں مختلف احادیث میں اشارہ کیا گیا ہے ایک روایت میں وارد ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من سعادة ابن آدم استخارته اللّٰہ ومن سعادة ابن آدم رضاه بما قضاه اللّٰہ ومن شقوة ابن آدم ترکه استخارته اللّٰہ ومن شقوة ابن آدم سخطه بما قضی اللّٰہ عزوجل (مسند احمد ۱/۸۶۱، ترمذی کتاب القدر نمبر ۲۱۵۱)

حضرت سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کی سعادت میں سے یہ بات ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خیر کا طالب ہو اور اس کی سعادت میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جو فیصلہ کر دیا ہے اس سے راضی رہے (یعنی تقدیر سے راضی رہے) اور اس کی بدبختی میں سے یہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خیر کی طلب ترک کر دے اور اللہ کے قضا پر ناراض رہے۔

اللہ تعالیٰ سے خیر کا طالب ہونا اور اس کی تقدیر سے راضی رہنا سعادت کا باعث ہے جبکہ اللہ تعالیٰ سے طلب خیر کو ترک کر دینا یا اس کی تقدیر سے ناراضگی ظاہر کرنا بدبختی اور شقاوت لاحق ہونے کے اسباب میں سے ہے۔ ارشاد ہے۔

تعوذوا باللّٰہ من جھد البلاء ودرک الشقاء وسوء القضاء وشماتة الاعداء (بخاری کتاب القدر نمبر ۶۶۱۶)

اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو حد سے زیادہ آزمائش سے، شقاوت لاحق ہونے سے، بری قضا (تقدیر) سے اور دشمن کے عار دلانے سے۔

آخرت کی سعادت

سعادت وشقاوت کی اصل معنویت آخرت کے تعلق سے ہے کیونکہ آخرت ہمیشہ کی زندگی ہوگی اور جو شخص آخرت میں سعادت مند ہوا صلی سعادت اس کی ہے اور جو شخص آخرت میں بد بخت ہو تو اس کی بدبختی اصلی اور حقیقی ہوگی۔ آخرت میں سعادت وشقاوت دو شکلوں میں ظاہر ہوگی۔ ایک جنت میں داخلہ، جہنم سے نجات یا جہنم میں داخلہ اور جنت سے محرومی دوم دیدار الٰہی کا حاصل ہونا یا اس سے محروم ہونا یا اس سے محروم ہونا قرآن و حدیث میں ان کے بارے میں صراحت وارد ہے۔ ارشاد ہے۔

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۝ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ۝ (ھود: ۱۰۵-۱۰۸)

جس دن وہ (قیامت) آجائے گا مجال نہ ہوگی کہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی بات بھی کرے۔ سو ان میں کوئی بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت لیکن جو لوگ بد بخت ہوئے وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہنم میں ہوں گے وہاں چیخیں گے چلائیں گے وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین برقرار رہیں۔ سوائے اس وقت کے جو تمھارا رب چاہے یقیناً تیرا رب جو کچھ چاہے کر گزرتا ہے۔ لیکن جو لوگ نیک بخت ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین باقی رہے مگر جو تیرا پروردگار چاہے یہ بے انتہا بخشش ہے۔

قرآن واحادیث میں جنت وجہنم کی تفصیلات موجود ہیں جن کے مطابق جنت انتہائی آرام وسکون اور انعام واکرام کی جگہ ہے جو اس میں جائے گا وہ ہمیشہ آرام وسکون اور نعمتوں میں رہے گا اس کے برعکس جہنم انتہائی تکلیف اور عذاب کی جگہ ہے جو شخص اس میں داخل ہوگا وہ ہمیشہ اس میں پریشانی اور عذاب میں مبتلا رہے گا وہ وہاں موت کی تمنا کرے گا۔ مگر اسے موت نہیں آئے گی وہ دوبارہ دنیا میں آکر عمل صالح کرنے کی درخواست کرے گا مگر اسے منظور نہیں کیا جائے گا۔ سعادت وشقاوت کی ایک حالت یہ ہے جس کا ذکر قرآن واحادیث میں تفصیل سے ہوا ہے۔ آخرت میں سعادت کی ایک حالت اور ہے جس کو آخری درجہ کی سعادت کہنی چاہیے وہ یہ کہ جنتیوں کو دیدار الٰہی کرایا جائے گا جس سے وہ انتہائی درجہ خوشی محسوس کریں گے اور جنت کی نعمتوں کو کم تر سمجھیں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ (القیامۃ ۲۲-۲۳)

اس روز بہت سے چہرے تروتازہ اور بارونق ہوں گے اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔

ایک حدیث میں وارد ہے۔

عن صهيب عن النبى صلى الله عليه وسلم فى قوله تعالىٰ (لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ (یونس:۲۶) قال اذا دخل اهل الجنة الجنة نادى مناد ان لكم عند الله موعدا ويريد ان ينجز كموه قالوا الم يبيّض وجوهنا وينجينا من النار ويدخلنا الجنة قال فيكشف الحجاب قال فوالله ما اعطاهم الله شيأً احب اليهم من النظر إليه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترمذی کتاب تفسیر القرآن باب ومن سورۃ یونس نمبر-۳۱۰۵)

حضرت صہیب سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت پر ''جن لوگوں نے بھلائی کا طریقہ اختیار کیا اُن کے لیے بھلائی ہے اور مزید فضل ہے'' کے بارے میں فرمایا۔ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا۔ اے جنت والو! اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں سے ایک وعدہ کر رکھا تھا جو چاہتا ہے کہ اب وہ اس کو پورا کرے تو جنتی کہیں گے، کیا اللہ تعالیٰ نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا اور ہمیں جہنم سے نجات نہیں دیا اور ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا (ہمیں اس سے زیادہ اور کیا چیز مل سکتی ہے) اتنے ہی میں اللہ تعالیٰ سے حجاب اٹھ جائے گا اور جنتی اللہ کا دیدار کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتیوں کو رویت الٰہی سے زیادہ محبوب کوئی چیز نہیں ہوگی۔

بعض روایتوں میں وارد ہے کہ جنتیوں کو دیدار الٰہی کے ساتھ رضوان الٰہی کی بھی خوش خبری سنائی جائے گی۔ (ترمذی باب صفۃ الجنۃ)

جنتیوں کے برعکس جہنمیوں کو دیدار الٰہی نصیب نہیں ہوگی اور ان کو اس سے دور رکھا جائے گا جس سے وہ اپنی تکلف اور عذاب میں اور اضافہ محسوس کریں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ (المطففین:۱۵)

ہرگز نہیں، بالیقین اُس روز یہ اپنے رب کی دید سے محروم رکھے جائیں گے۔

کیا سعادت وشقاوت تقدیر سے ہے

سطور بالا میں جنت وجہنم کے حوالے سے سعادت وشقاوت کی جو تفصیل بیان کی گئی کیا اس کا تعلق تقدیر انسانی سے ہے یا انسان اپنے اعمال کے ذریعے اس سعادت کو پا سکتا ہے اور شقاوت سے بچ سکتا ہے یہ ایک اہم سوال ہے کیونکہ بعض روایات میں وارد ہے کہ انسان کی تخلیق کے وقت ہی اس کی قسمت کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ ارشاد ہے۔

عن عبداللّٰہ قال حدثنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وھو الصادق والمصدوق "إن احدکم یجمع خلقه فی ....

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بطن امه اربعین یوماثم یکون فی ذلک علقة مثل ذلک ثم یکون مضغة مثل ذلک ثم یرسل اللّٰه الملک فینفخ فیه الروح ویؤمر باربع کلمات یکتب رزقه واجله و عمله وشقی او سعید فوالذی لا الٰه غیره ان احدکم لیعمل بعمل اهل الجنة حتی مایکون بینه وبینها الاذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل لعمل اهل النار فیدخلها واِنّ احدکم لیعمل بعمل اهل النار حتٰی ما یکون بینهٗ وبینها الاذراع فیسبق علیه الکتاب فیعمل بعمل اهل الجنة فیدخلها (مسلم کتاب القدر باب-۱)

حضرت عبداللہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو صادق ومصدوق ہیں نے فرمایا تم میں سے ہر شخص کی تخلیق کا آغاز اس کے ماں کے پیٹ میں اس طرح ہوتا ہے کہ چالیس دن نطفہ کی حالت میں رہتا ہے پھر اس طرح چالیس دن تک وہ علقہ کی شکل میں رہتا ہے اور پھر چالیس دن تک مضغہ کی شکل میں رہتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجتا ہے جو اس میں روح ڈالتا ہے اور چار باتوں کے لکھنے کا حکم دیتا ہے جن باتوں کو لکھنے کا حکم دیتا ہے وہ ہیں اس کی رزق، موت، عمل، بدبختی یا نیک بختی قسم خدا کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں تم میں سے ایک شخص اہل جنت کے اعمال بجالاتا ہے یہاں تک کہ جنت اور اس کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر اس کی تقدیر غالب آجاتی ہے اور جہنمیوں جیسا عمل کر گزرتا ہے اور اس میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور تم میں سے ایک شخص اہل جہنم جیسے اعمال کرتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آجاتی ہے اور وہ جنتیوں کا عمل کر لیتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس روایت سے اور اس جیسی بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی سعادت وشقاوت کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا ہے اور اب اس کو بدلا نہیں جا سکتا۔ ظاہر ہے کہ یہ بات اہل سعادت کے لیے جہاں خوش خبری کی ہے وہیں اہل شقاوت کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

افسوس اور مایوسی کی ہے اور اس سے عمل کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ اس اشکال کا جواب خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دیا جب بعض صحابہ کرامؓ نے آپؐ کی اس طرح کی ایک گفتگو کے موقعے پر دریافت کیا کہ پھر ہم کیوں نہ تقدیر پر بھروسہ کرلیں اور عمل ترک کردیں؟ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

اعملوا فکل میسر اما اهل السعادة فییسّرون لعمل اهل السعادة واما اهل الشقاوة فییسّرون لعمل اهل الشقاوة

ثم قرأ

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰیo وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْیُسْرٰیo وَ اَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰی o وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰی o فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰیo (الیل:۵-۱۰)

عمل کرتے رہو ہر ایک کو اس کی توفیق ملتی ہے۔ اہل سعادت کو سعادت کے باعث اعمال کو آسان بنادیا جاتا ہے اور اہل شقاوت کو شقاوت کے باعث اعمال کو آسان بنادیا جاتا ہے۔

پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی جس نے (راہ خدا میں) مال دیا اور خدا کی نافرمانی سے پرہیز کیا اور بھلائی کو سچ مانا اس کو ہم آسان راستے کے لیے سہولت دیں گے اور جس نے بخل کیا اور بے نیازی برتی اور بھلائی کو جھٹلایا اس کو ہم سخت راستے کے لیے سہولت دیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختلف ارشادات میں اس مضمون کو واضح کیا ہے کہ عمل کرنا تقدیر سے جنگ کرنے کے معنی میں نہیں ہے بلکہ اعمال واسباب بھی تقدیر کا حصہ ہیں جس شخص کی قسمت میں سعادت لکھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اسے اسی مطابق اعمال انجام دینے کی توفیق عطا کردیتا ہے اور جس شخص کی قسمت میں بدبختی لکھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے بدبختی کے اعمال سرزد کرادیتا ہے لہٰذا عمل کو معطل کرنا اور تقدیر پر بھروسہ کرکے بیٹھے رہنا صحیح موقف نہیں ہے۔ کیوں کہ اعمال بھی ثواب یا عقاب کا باعث ہیں قرآن وحدیث میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں اللہ تعالیٰ نے معذب قوموں کے قصص میں ان کے اعمال کے حوالے سے ان کا تذکرہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہے کہ وہ ایسے تھے اس لیے ان پر عذاب نازل کیا گیا چند آیتیں ملاحظہ ہوں۔

فَلَمَّا نَسُوْا مَاذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَئِيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ○

(الاعراف:۱۶۵)

آخر کار جب وہ ان ہدایت کو بالکل ہی فراموش کر گئے جو انھیں یاد کرائی گئی تھیں تو ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو برائی سے روکتے تھے۔ اور باقی سب لوگوں کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں پر سخت عذاب میں پکڑ لیا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ○

(العنکبوت:۴۰)

پھر تو ہر ایک کو ہم نے اس کے گناہ کے وبال میں گرفتار کر لیا ان میں سے بعض پر ہم نے پتھروں کا مینہ برسایا اور ان میں سے بعض کو زوردار سخت آواز نے دبوچ لیا اور ان میں سے بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا۔ اور ان میں سے بعض کو ہم نے ڈبو دیا اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ ان پر ظلم کرے بلکہ یہی لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

ایک جگہ اور ارشاد ہے۔

ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ صلے

(الانعام:۱۴۶)

یہ ہم نے ان کی سرکشی کی سزا انھیں دی تھی۔

اس طرح اور بھی متعدد آیات میں معذب قوموں کے مختلف اعمال اور ان کے کرتوت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کے برعکس نیک بخت لوگوں کے اچھے اعمال پر بھی اچھے اجر کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے چنانچہ جنت میں جانے والوں کا تذکرہ بھی ان کے اعمال کے حوالے سے کیا گیا ہے ایک دو آیات ملاحظہ ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○

(الحاقۃ: ۲۴)

مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزرے ہوئے دنوں میں کیے ہیں۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ○

(الزخرف: ۷۲)

یہ وہ جنت ہے جس کا تمھیں وارث بنایا گیا ہے اس چیز کے بدلے جو تم کرتے تھے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَا أَلَتْنَاهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ ط (الطور: ۲۱)

جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کس درجہ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے ان کی اولاد کو بھی ہم جنت میں ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں کوئی گھاٹا ان کو نہ دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد اعمال کو جنت میں جانے کا سبب قرار دیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر اپنی جگہ برحق ہونے کے باوجود عمل کو ترک کرنا مطلوب نہیں ہے۔

سعادت کے باعث اعمال

جو اعمال حصول سعادت کے باعث ہیں ان کی فہرست طویل ہے ان میں سے چند اہم اور بنیادی اعمال کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

ایمان: حصول سعادت کے لیے سب سے بنیادی عمل ایمان ہے ایمان کے معنی یقین کرنے کے ہیں اور اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کی ذات (اس کی صفات کے ساتھ) رسالت، آخرت، ملائکہ، آسمانی کتب اور تقدیر پر یقین رکھنے کو ایمان کہا جاتا ہے۔ ایمان کے مفہوم میں دل سے یقین کرنا، زبان سے اقرار کرنا اور اعضاء و جوارح سے عمل کرنا داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ○ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ○

(الکہف: ۱۰۷-۱۰۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جولوگ ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے، ان کی میزبانی کے لیے فردوس کے باغ ہوں گے جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو اُن کا جی نہ چاہے گا۔

عمل صالح: قرآن وحدیث میں حصول سعادت کے لیے دوسری بنیادی چیز عمل صالح کو قرار دیا گیا ہے۔ قرآن میں جہاں ایمان کا تذکرہ ہے وہاں ساتھ ہی عمل صالح کا بھی تذکرہ ہے۔ عمل صالح کے مفہوم میں ارکان اسلام نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ پر عمل کے علاوہ تمام معاملات، اخلاق اور سیاست میں خدا اور رسول کی مرضی کے مطابق عمل کرنا بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَرَبِّھِمْ ۚ وَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ○ (البقرہ: ۲۷۷)

بے شک جولوگ ایمان کے ساتھ نیک کام کرتے ہیں نمازوں کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں ان کا اجران کے رب تعالیٰ کے پاس ہے ان پر نہ کوئی خوف ہے، نہ اداسی اور نہ غم۔

تقویٰ: حصول سعادت کا باعث تقویٰ بھی ہے تقویٰ کے معنی بچنے اور ڈرنے دونوں کے ہیں اصطلاح میں تقویٰ شریعت کے خلاف عمل سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کی گرفت سے ڈرنے کو کہا جاتا ہے قرآن میں تقویٰ کو جنت میں جانے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّۃٍ عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ○ (آل عمران: ۱۳۳)

اور دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمھارے رب کی بخشش اور جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمان جیسی ہے۔ جو تقویٰ والوں (خدا ترس لوگوں) کے لیے تیار کی گئی ہے۔

صبر: سعادت پانے کا ایک ذریعہ صبر ہے صبر کے معنی روکنے کے ہیں قرآن میں صبر کے معنی نفس کو اس بات پر روکنے کے ہیں جو نفس کے لیے ناگوار ہو اس کے مختلف پہلو ہیں آفات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا پر صبر، خواہشات نفسانی پر صبر، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مشکلات پر صبر، اشاعت دین کی مشکلات پر صبر، میدان جہاد میں صبر اور انسانی تعلقات میں صبر وغیرہ قرآن میں ان میں سے ہر پہلو پر صبر کی واضح تعلیمات دی گئی ہیں اور اس کے بدلے میں سعادت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ ارشاد ہے۔

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝ (الفرقان:۷۵)

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے صبر کا پھل منزل بلند کی شکل میں پائیں گے، آداب وتسلیمات سے ان کا استقبال ہوگا۔

توبہ: سعادت کے حصول کا ایک ذریعہ توبہ ہے۔ توبہ کے معنی باز آنے کے ہیں۔ اصطلاحی معنی گناہ سے رجوع کرنے اور باز آنے کے ہیں۔ انسان کے اندر بہت سی کمزوریاں ہیں۔ بسا اوقات اس سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ اس کے ازالہ کا بہترین ذریعہ توبہ ہے، توبہ کے معنی گناہ کی معافی چاہنا اور اس بات کا عہد کرنا کہ جو کام اس سے سرزد ہو چکا ہے دوبارہ نہ ہوگا۔ گناہوں پر اصرار تباہی کا باعث ہے جبکہ توبہ گناہ اور تباہی سے بچانے والا ہے جو سعادت کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ۝ (القصص:۶۷)

جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور نیک عمل کیے وہی یہ توقع کر سکتا ہے کہ وہاں فلاح پانے والوں میں سے ہوگا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝ (النساء:۱۷)

اللہ تعالیٰ صرف انھی لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو نادانی کی وجہ سے کوئی بُرا فعل کر گزرتے ہیں اور اس کے بعد جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ اپنی نظرِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عنایت سے پھر متوجہ ہو جاتا ہے اور اللہ ساری باتوں کی خبر رکھنے والا اور حکیم و دانا ہے۔

سعادت کے باعث اور بھی بہت سے اعمال ہیں جیسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی انجام دہی، جہاد فی سبیل اللہ اور خدمت خلق بجالانا وغیرہ لیکن ان کی تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ بیان کردہ اعمال بہت سے دیگر اعمال کا جامع ہیں ان کی روشنی میں ان پر غور کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں شقاوت کے باعث بعض اعمال کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

شقاوت کے باعث اعمال

شقاوت کے لاحق ہونے کے بھی کچھ اسباب و اعمال ہوتے ہیں قرآن و حدیث میں ان کی تفصیلات موجود ہیں یہاں چند اہم اعمال و اسباب شقاوت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

شرک: شرک کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک کرنے کے ہیں اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں تنہا و اکیلا ہے اس طرح وہ تنہا عبادت کے لائق ہے ان میں سے کسی پہلو سے کسی بھی چیز کو جزوی یا کلی طور پر اللہ تعالیٰ کے برابر یا شریک سمجھنا اللہ کے نزدیک سنگین ترین گناہ ہے اور باعث شقاوت ہے ارشاد ہے۔

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (المائدہ:۷۲)

جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔

کفر: کفر کے معنی انکار کرنے کے ہیں جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی ذات کا انکار کرنا یا اس کی صفات یا اس کے احکام میں سے کسی صفت و حکم کا انکار کرنا کفر کہلاتا ہے اس کے اطلاق میں شرک بھی شامل ہے اور نفاق و دیگر معصیتیں بھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ (البقرہ:۳۹)

اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی یہی لوگ جہنم والے ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آخرت کی تکذیب کرنا: شقاوت کا باعث انکار آخرت بھی ہے یعنی اس بات کا انکار کرنا کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرے گا اور انھیں ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔ قرآن میں عقیدہ آخرت کو ٹھوس دلائل سے ثابت کیا گیا ہے اور اس کا انکار کرنے والے کو جہنم کی وعید سنائی گئی ہے۔

وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَ اِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(الرعد:۵)

اب اگر تمھیں تعجب کرنا ہے تو تعجب کے قابل لوگوں کا یہ قول ہے کہ "جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو کیا نئے سرے سے پیدا کیے جائیں گے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے رب سے کفر کیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں۔ یہ جہنمی ہیں اور جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔

شیطان کی پیروی کرنا: شیطان انسان کا ازلی دشمن ہے اس نے انسان کو گمراہ کرنے اور جہنم کا ایندھن بنانے کی قسم کھا رکھی ہے لہٰذا شیطان ہمیشہ انسان کو ایسے اعمال وافعال کی انجام دہی پر اکساتا ہے جو شقاوت کے باعث ہیں۔ ایسی صورت میں جو شخص دین اسلام کے طریقوں کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی کرے گا وہ شقاوت کا مستحق ہوگا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ۝ قَالَ فَالْحَقُّ ۫ وَ الْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ۝ (ص:۸۲-۸۵)

ابلیس (شیطان) نے کہا (اے اللہ) تیری عزت کی قسم میں ان سب لوگوں کو بہکا کر رہوں گا بجز تیرے ان بندوں کے جنھیں تو نے خالص کر لیا ہے فرمایا تو حق یہ ہے کہ میں حق ہی کہا کرتا ہوں کہ میں جہنم کو تجھ سے اور ان لوگوں سے بھر دوں گا جو ان انسانوں میں سے تیری پیروی کریں گے۔

نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا: انسان کو نہ صرف شیطان برائیوں کی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاتا ہے بلکہ اس کی نفسانی خواہشات بھی اس کو برائیوں میں مبتلا کرتی ہیں آن میں پیٹ، شرم گاہ اور جاہ ومنصب کی خواہشات خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ قرآن وحدیث میں خواہشات نفس کی پیروی کرنے کو بھی باعث شقاوت قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۙ (مریم:۵۹)

پھر ان کے بعد ناخلف لوگ ان کے جانشیں ہوئے جنھوں نے نماز کو ضائع کیا اور خواہشات نفس کی پیروی کے پس قریب ہے کہ وہ گمراہی کے انجام سے دوچار ہوں۔

دنیاوی زندگی کو ترجیح دینا: اللہ تعالیٰ نے دنیا وآخرت دونوں بنائی ہے دنیا اور اس کی نعمتیں انسان پہلے دیکھ لیتا ہے اور آخرت موت کے بعد آئے گی۔ بہت سے لوگ دنیا کی رنگینیوں کو دیکھ کر آخرت کو فراموش کر دیتے ہیں اور دنیا کو اس طرح اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسے یہی ہمیشہ کی زندگی ہے حالانکہ دنیا چند روزہ ہوتی ہے ایسا شخص جس نے آخرت کے مقابلے میں دنیا کو ترجیح دے دی ہو اس کو بدبختی کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (ھود:۱۵-۱۶)

جو لوگ بس اس دنیا کی زندگی اور اس کی خوش نمائیوں کے طالب ہوتے ہیں۔ ان کی کارگزاری کا سارا پھل ہم یہیں ان کو دے دیتے ہیں۔ اور اس میں ان کے ساتھ کوئی کمی نہیں کی جاتی مگر آخرت میں ایسے لوگوں کے لیے آگ کی سوا کچھ نہیں ہے جو کچھ انھوں نے دنیا میں بنایا ہوگا ملیامیٹ ہو گیا اور اب ان کا سارا کیا دھرا محض باطل ہے۔

گناہوں پر اصرار: گناہوں پر اصرار کرنا بھی بدبختی کا باعث ہے۔ اصرار کے معنی یہ ہیں کہ ایک کے بعد ایک گناہ کا ارتکاب کرتے رہنا اور اللہ تعالیٰ اور آخرت سے بے خوف ہو جانا نیز توبہ سے اعراض کرنا۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں انسان کو شقاوت لاحق ہونا لازم ہے۔ ارشاد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ ۝ اِنَّهُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُتْرَفِیْنَ ۝ وَکَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَی الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ۝ وَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ ۙ اَئِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا اَئِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ (الواقعہ:۴۱-۴۷)

اور بائیں بازو والے، بائیں بازو والوں (کی بدنصیبی) کا کیا پوچھنا وہ لوگ لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور کالے دھوئیں کے سایے میں ہوں گے جو نہ ٹھنڈا ہوگا۔ نہ آرام دہ، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اس انجام کو پہنچنے سے بھی خوش حال تھے اور گناہ عظیم پر اصرار کرتے تھے کہتے تھے کیا جب ہم مر کر خاک ہو جائیں گے اور ہڈیوں کا پنجرا رہ جائیں گے تو پھر اٹھا کر کھڑے کیے جائیں گے؟

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اعمال واسباب ہیں جو بدبختی اور شقاوت کے باعث ہیں ان میں سرکشی کرنا، مجرمانہ زندگی گزارنا، اللہ اور آخرت پر شک کرنا، اللہ اور رسول کی نافرمانی کرنا، یتیموں اور دوسروں کے مال ناجائز طریقے سے کھانا، خودکشی کرنا، مومنوں کو نشے میں ڈالنا، دین اسلام سے پھر جانا، ظلم کرنا، لوگوں کو معروف سے روکنا جیسے اعمال قابل ذکر ہیں۔

سعادت وشقاوت کی معرفت کی شاہ کلید

سعادت وشقاوت کی جتنی بھی تفصیلات ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں واضح فرمادیا ہے اور وہ راہ بھی دکھادی ہے جس پر چل کر سعادت کا حصول ہو اور شقاوت سے بچا جاسکے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

فَاِمَّا یَاْتِیَنَّکُمْ مِّنِّیْ هُدًی ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَایَ فَلَا یَضِلُّ وَلَا یَشْقٰی ۝ (طٰہٰ:۱۲۳)

میری طرف سے تمھارے پاس ضرور ہدایت آئے گی تو جو کوئی میری اس ہدایت کی پیروی کرے گا وہ بھٹکے گا نہ بدبختی میں مبتلا ہوگا۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝ (الاسراء:۹)

حقیقت میں یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو بالکل سیدھی ہے جو لوگ اسے مان کر بھلے کام کرنے لگیں انھیں یہ بشارت دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

اس طرح حدیث کے سلسلے میں وارد ہے کہ جو شخص اس کو پکڑے گا یعنی عمل کرے گا وہ گمراہ نہیں ہوگا۔ راہ راست پر رہے گا۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

ترکت فیکم ما ان تمسکتم بها لن تضلوا کتاب اللّٰه وسنتی (السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰ / ۱۱۴)

میں نے تمھارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم انھیں پکڑے رہو گمراہ نہیں ہوگے ایک قرآن ہے اور دوسری میری سنت۔

ایک دوسری روایت میں وارد ہے۔

قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم ألا ان اوتیت الکتاب و مثله معه (ابوداؤد کتاب السنۃ باب لزوم السنۃ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قرآن دیا گیا اور قرآن جیسی ایک چیز اور دی گئی (جو سنت) ہے۔

ان نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا و آخرت کی سعادتوں کو جاننے اور اختیار کرنے کے لیے قرآن و حدیث پر عمل ضروری ہے اس طرح شقاوتوں اور بدبختیوں سے بچنے کے لیے بھی انھی دونوں چیزوں سے رہنمائی حاصل کی جائے گی جن کا مجموعہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں صراحت سے فرمایا ہے کہ اسلام کو چھوڑ کر اور کوئی دین اور طریقہ یا نظریہ سعادت سے ہم کنار کرنے والا نہیں ہے۔ ارشاد ہے۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ (آل عمران:۸۵)

جو شخص دین اسلام کو چھوڑ کر کوئی اور دین تلاش کرے گا وہ ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور آخرت میں وہ ناکام و نامراد رہے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ہشتم

مہذب دین

اسلام کی متعدد خصوصیات و امتیازات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ دین اپنے ماننے والوں کو اخلاق و تہذیب سکھاتا ہے اور بد خلقی اور غیر شائستہ حرکات سے بچنے کی تلقین کرتا ہے اس کی یہ تعلیمات تمام شعبہ ہائے حیات پر محیط ہیں چاہے انفرادی زندگی ہو، یا اجتماعی، خوشی کا موقع ہو، یا غم کا، ہر موقع اور ہر معاملے میں اسلام نے کرامت انسانی کی حفاظت کی ہے اور ایسی ہدایات دی ہیں، جو اس کو نہ صرف عام حیوانات سے ممتاز کرتی ہیں بلکہ دیگر تمام مذاہب و نظریات کے ماننے والوں سے بہتر بناتی ہیں۔

قرآن وحدیث میں اخلاق کی عام تعلیمات دی گئی ہیں جن میں فضائل اخلاق، صدق سخاوت، عفت، دیانت داری، شرم وحیا، عہد کی پابندی، رحم، احسان، عفو و درگزر، حلم و بردباری، تواضع، خوش کلامی، ایثار، اعتدال، خودداری، استقامت، حق گوئی جیسی دیگر صفات و اوصاف حسنہ اپنے اندر پیدا کرنے کی ہر فرد مسلم کو تلقین کی گئی ہے اسی طرح رذائل اخلاق منکر، بغی، فحشاء، جھوٹ، خیانت، غیبت، چغل خوری، بدگمانی، بخل، فخر وغرور، ریا، حرص، بے ایمان، چوری، غیظ و غضب، حسد، بغض وکینہ، خوشامد اور ظلم جیسے ناپسندیدہ اوصاف سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے، ان اخلاقی تعلیمات پر عمل کرنے سے آدمی کافی حد تک مہذب وشائستہ ہو جاتا ہے مگر اس پر مستزاد اسلام میں بعض ایسی تعلیمات ملتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام اپنے ماننے والے کو انتہائی درجہ مہذب اور شائستہ بنانا چاہتا ہے۔ ذیل میں ان میں سے کچھ مثالیں درج کی جارہی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خودکشی تذلیلِ انسانیت ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی ہے اور اس کی تکریم کی ہے۔ اس اعتبار سے اس کی جان کی کافی قدر و قیمت ہے ہر شخص اس کی حفاظت کے لیے کسب معاش کرتا ہے اور دشمنوں سے مقابلہ کرتا ہے۔ لیکن اگر انسان خود ہی اپنی جان کے درپے ہو جائے اور اس کو ختم کر لے تو یہ اس کی ذلت و رسوائی ہے۔ عصر حاضر میں مختلف اسباب کے تحت خودکشی کرنے والوں کی ذلت آمیز موت اس کا ثبوت۔ اس لیے اسلام نے خودکشی کو حرام قرار دیا ہے اس سے جہاں بے شمار دیگر قباحتیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہیں انسان کی تذلیل و تحقیر بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ (النساء:۲۹)

اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ یقین مانو کہ اللہ تمھارے اوپر مہربان ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ○ (البقرہ:۱۹۵)

اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، احسان کا طریقہ اختیار کرو اللہ محسنوں کو پسند کرتا ہے۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

لا ینبغی للمومن ان یذل نفسہٗ (مسند احمد/۴۰۵، ترمذی نمبر ۲۲۵۴)

مومن کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے آپ کو ذلیل کرے۔

غیر اللہ کی عبادت کرنا بھی نفس کی ذلت ہے کیوں کہ انسان اس کے سامنے سر جھکاتا اور اپنی مرادیں مانگتا ہے جو اس کو نفع و نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر اس وقت اس کی ذلت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے جب وہ غیر اللہ کے لیے اپنی جان نچھاور کر دیتا ہے جیسا کہ جاپان میں بودھ مذہب کے بہت سارے لوگ محض اس لیے خودکشی کر لیتے ہیں کہ مرنے کے بعد وہ اللہ کے بیٹے بن جائیں گے۔ ۲۰۰۳ء میں ۳۴۴۲۷ افراد نے محض اس عقیدہ کی بنیاد پر خودکشی کر لی جن میں اکثر بیس سال کی عمر کے تھے۔[1] اس طرح ہندستان میں انسانوں کی خصوصاً بچوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی مختلف توہمات کی بنیاد پر بلی دی جاتی ہے۔[۲] قرآن میں اس صورت حال کو اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَاللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ○

(المائدہ:۶۰)

اے نبی کہہ دیجیے کیا میں ان لوگوں کی نشان دہی کردوں جن کا انجام خدا کے ہاں فاسقوں کے انجام سے بدتر ہے؟ وہ جن پر خدا نے لعنت کی، جن پر اس کا غضب ٹوٹا، جن میں سے بندر اور سور بنائے گئے، جنھوں نے طاغوت کی بندگی کی، ان کا درجہ اور بھی زیادہ برا ہے اور وہ سیدھے راستے سے بہت زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

انسانی اعضاء کو کھانا بھی تذلیل انسانیت ہے

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تکریم اس معنی میں بھی کی ہے کہ اس کے لیے نہ صرف پاکیزہ روزی فراہم کی بلکہ دنیا کی تمام چیزیں مسخر کردیں تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھائے مگر انسان نے اس پہلو سے بھی اپنے آپ کو ذلیل کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے صحیح طریقہ سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنے آپ ہی کو پکا کر یا تل کر کھانے لگ گیا جیسا کہ بعض ممالک میں انسانوں خصوصاً نوزائیدہ بچوں کے اعضا بھون کر یا تل کر کھائے جاتے ہیں۔ جیسے چین، تائیوان، تھائی لینڈ اور میانمار وغیرہ میں انسانی ڈش بہت مرغوب سمجھی جاتی ہیں۔ بعض ڈشوں کے نام اس طرح ہیں پورٹ روسٹ منٹ ایڈ ماس گریک، میٹ پالس اور بوائے اسکاوٹ ان جیسی سیکڑوں ڈشیں دنیا کی مختلف کمپنیاں تیار کرتی ہیں جن کی قیمت ۴ امریکی ڈالر سے ہزاروں امریکی ڈالر تک پہنچتی ہے۔[۳] ہندستان میں بعض علاقوں کے مرگھٹوں پر آباد بعض افراد وقوم میں بھی مردہ اور ادھ جلی لاشوں سے شوق فرماتی ہیں۔ اس کے برخلاف اسلام میں مردے کو مثلہ کرے اور اس کی توہین کرنے اور اس کے ساتھ برا سلوک کرنے سے منع کیا گیا ہے ساتھ ہی وہ ہر شخص کے اندر طبعی نفاست ونظافت کے شعور کو بیدار کرتا ہے تاکہ ایسے کریہہ فعل کے ارتکاب سے اجتناب کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شریعت اسلامیہ میں مرے ہوئے شخص کی ایذا رسانی اور اس کے جسم کے اعضاء کی توڑ پھوڑ کو زندہ کی ایذا رسانی اور زندگی میں توڑنے پھوڑنے کے مانند قرار دیا گیا ہے ارشاد ہے۔

عن عائشه قالت ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كسر عظم الميت ككسره حيا (ابوداؤد کتاب الجنائز)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے رسول اللہؐ نے فرمایا مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کے ہڈی کے توڑنے کے مانند ہے۔

سینہ کوبی بدتہذیبی ہے

انسان غم اور صدمہ کے موقع پر بھی ادب وتہذیب کے دامن کو چھوڑ دیتا ہے اور آہ وزاری اور سینہ کوبی کرنے لگتا ہے بلکہ بسا اوقات بال نوچنے اور کپڑے پھاڑنے لگتا ہے خاص طور سے عورتوں کی طرف سے ایسی حرکات زیادہ سرزد ہوتی ہیں۔ انسان کو غم لاحق ہو تو اس کے دل ودماغ کا متاثر ہونا فطری ہے مگر اسلام اس حالت میں بھی صبر وضبط کا حکم دیتا ہے اور ایسی باتوں سے منع کرتا ہے جن سے آدمی کا وقار مجروح ہو چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے۔

ليس منا من ضرب الخدود وشق الجيوب ودعا بدعوى الجاهلية (بخاری کتاب الجنائز ۱۲۹۴، ۱۲۹۷، ۱۹۲۸)

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو (غم میں) گال، پیٹے، دامن چاک کرے یا جاہلیت کی باتیں کرے۔

بعض اوقات اظہار غم کے لیے سر منڈوا دیے جاتے ہیں اور کوئی مخصوص حلیہ اختیار کر لیا جاتا ہے اسلام نے اس کو بھی تہذیب کے خلاف قرار دیا ہے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم برى من الصالقة والحالقة والشاقة (بخاری کتاب الجنائز ۱۲۹۶)

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت میں چیخنے چلانے والی عورت، بال حلق کرا لینے والی اور دامن چاک کرنے والی عورت سے بری ہیں۔

صبر وضبط کی اہمیت اس وقت ہے جب آدمی کو صدمہ اور غم کا لاحق ہو اس لیے اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اس کی بھی تعلیم دی ہے کہ اول مرحلہ میں غم پر قابو پایا جائے اور تہذیب کے دائرے سے تجاوز نہ کیا جائے۔ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے۔

الصبر عند الصدمة الاولیٰ (بخاری: ۱۲۸۳)

صبر کی اہمیت صدمہ لاحق ہونے کے وقت ہے۔

ہدیہ کی واپسی مکروہ ہے

سخاوت ایک اچھی صفت ہے جو شخص دوسرے کو نوازے وہ اعلیٰ ظرف کہلاتا ہے، قرآن وحدیث میں اس کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔مگر اس وصف کے ساتھ ایک انتہائی نازک مسئلہ جڑا ہوا ہے کہ ایک شخص کسی کو کوئی چیز تحفہ میں دے پھر اس کو واپس مانگ لے۔حدیث میں ایسے شخص کو اس کتے سے مثال دی گئی ہے جو قے کر کے پھر اسی کو دوبارہ چاٹ لے۔ارشاد نبویؐ ہے۔

عن ابن عباس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال العائدہ فی ھبتہ کالعائد فی قئیہ (ابوداؤد ۳۵۳۸، کتاب البیوع باب الرجوع فی الھبۃ)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے نبی کریمؐ نے فرمایا اپنے ہدیہ کردہ چیز کو واپس لینا والا اس (کتے) کی طرح ہے جو اپنا قے دوبارہ کھالیتا ہے۔

اس سے کم بدتہذیبی یہ ہے کہ آدمی عنایت کردہ چیز کو واپس تو نہ لے مگر اس کے بدلے میں اس شخص کی ایذا رسانی کرے یا احسان جتائے۔قرآن میں اس کی بھی مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ثُمَّ لَایُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّ لَآ اَذًی لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ○ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّ مَغْفِرَۃٌ خَیْرٌ مِّنْ صَدَقَۃٍ یَّتْبَعُھَآ اَذًی ط وَاللّٰہُ غَنِیٌّ حَلِیْمٌ○ (البقرہ: ۲۶۲-۲۶۳)

جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کر کے پھر احسان نہیں جتاتے، نہ دکھ دیتے ہیں ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذرا سی چشم پوشی اس خیرات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے بہتر ہے جس کے پیچھے دکھ ہو، اللہ بے نیاز اور بردبار ہی اس کی صفت ہے۔

بے ستری ناپسندیدہ ہے

انسان کے وقار و تہذیب کا ایک مظہر اس کا لباس ہے۔ بے لباسی اور عریانی فطری طور پر انسانی شرم و حیا کے خلاف ہے۔ اس لیے انسانوں کی اکثریت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اسلام نے بے لباسی کو ہر حال میں ناپسند کیا ہے حتیٰ کہ ان مواقع پر بھی جب بے لباسی ایک ضرورت ہو سکتی ہے جیسے غسل یا بیوی سے مباشرت کے وقت ایک موقعے پر ایک صحابی نے غسل کے حوالے سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص غسل کر رہا ہو تو کیا وہ عریاں ہو سکتا ہے تو اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اللّٰہ احق ان یستحیامنه من الناس

(بخاری کتاب الغسل باب من اغتسل عریانا وحدہ فی خلوۃ)

اللہ تعالیٰ لوگوں کے مقابلے میں اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے

بیوی سے مباشرت کے موقع پر بالکلیہ بے لباس ہو جانے سے متعلق مختلف احادیث میں ممانعت وارد ہے۔ ایک روایت ہے۔

اذا اتی احدکم اهله فلیستتر ولا یتجرد تجردّ العیرین

(ابن ماجہ ابواب النکاح باب التستر المن الجماع)

جب کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس جائے تو پردہ رکھے اور بالکل برہنہ نہ ہو جائے۔

بے ستری اور عریانیت ہر موقع پر ناپسندیدہ ہے۔ ایک دوسری روایت میں وارد ہے۔

ایاکم والتعریٰ فان معکم من لا یفارقکم الا عند الغائط وحین یفضی الرجل الی اهله فاستحیو هم واکرموهم

(ترمذی ابواب الادب باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع)

برہنگی سے بچو کیوں کہ تمھارے ساتھ ایسے فرشتے ہیں جو تم سے کبھی الگ نہیں ہوتے الا یہ کہ آدمی پیشاب و پاخانہ کر رہا ہو یا اپنی بیوی سے مباشرت کر رہا ہو۔ تو اس سے شرم کرو اور ان کا احترام کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بالکلیہ بے ستری و بے لباسی تہذیب و مروت کے خلاف تو ہے ہی۔ اس سے کم تر بے پردگی کو بھی اسلام میں پسندیدہ نہیں سمجھا گیا ہے جیسے مردوں کو جانگھ کھول کر رکھنا وغیرہ ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جگہ سے گزر ہوا۔ دیکھا کہ ایک صاحب اپنی جانگھ کھولے ہوئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔

غطّ فخذک فانها من العورة (ترمذی ابواب الادب ماجاء فی حفظ العورۃ)

اپنی جانگھ ڈھانک لو کیونکہ یہ بھی قابل شرم ہے۔

لباس کے ذریعہ جنس کی تبدیلی کی مذمت

بے لباس اور بے ستری کی طرح انسان کے وقار کو مجروح کرنے والی ایک چیز یہ بھی ہے کہ مرد عورت کا لباس پہنے اور عورت مردانہ لباس زیب تن کرے۔ دونوں صورتیں ناپسندیدہ ہیں اور ممنوع ہیں۔

عن ابن عباسؓ قال لعن رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهين من النساء بالرجال والمتشبهات من النساء بالرجال (بخاری کتاب اللباس ۵۸۸۵)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ایسے مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔

اسلام نے لباس کے مسئلے میں انسانی وقار کی رعایت اس درجہ میں کی ہے کہ اس نے آدمی کو ایسا حلیہ، ایسی وضع قطع اختیار کرنے سے منع کیا ہے جس کو دیکھ کر لوگ اس کا مذاق اڑائیں یا وہ مضحکہ خیز بن جائے جیسے ایک پاؤں میں جوتا پہننا وغیرہ۔ ایک حدیث وارد ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لایمشی احد کم فی نعل واحده لینعلهما جمیعاً او لیحفهما جمیعا (بخاری کتاب اللباس باب لایمشی فی نعل واحدۃ ۵۸۵۵)

تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے چاہیے کہ دونوں پہنے یا دونوں نکال دے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

استنجا کے شائستہ طریقے

اسلام میں پیشاب و پاخانہ کے مہذب طریقے بتائے گئے ہیں۔ عہد نبوی میں کفار و مشرکین جملے کستے تھے کہ یہ کیسے نبی ہیں جو لوگوں کو پیشاب پاخانہ کے طریقے بتاتے ہیں اس کے جواب میں کہا گیا کہ نبی اپنی قوم کے لیے باپ کے مانند ہوتا ہے جو اپنی اولاد کو مختلف آداب سکھاتا ہے۔

عن عبد الرحمٰن بن یزید قال قیل لسلمان قد علّمکم نبیکم صلی اللّٰہ علیہ وسلم کل شی حتی الخراء ۃ؟ فقال سلمان أجل، نھانا ان نستقبل القبلۃ بغائط او ببول وان نستنجی بالیمین او ان یستنجی احدنا باقل من ثلاثۃ احجار اوان نستنجی برجیع او بعظم

(ترمذی کتاب الطھارۃ باب الاستنجاء بالحجارۃ)

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت سلمان سے کہا گیا کہ تمھارے نبی نے تمھیں ہر چیز کی تعلیم دی ہے یہاں تک کہ پاخانے کی بھی، تو حضرت سلمان نے کہا کہ جی ہاں۔ آپ نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم قبلہ کی طرف پیشاب و پاخانہ کے وقت رخ کر کے بیٹھیں اور دائیں ہاتھ سے استنجا کریں اور ہم کو بتایا ہے کہ کم از کم تین پتھروں سے استنجا کریں۔ اور منع فرمایا ہے کہ ہم لید (گوبر) سے یا ہڈی سے استنجا کریں۔

پیشاب پاخانہ کرنے کے مختلف آداب ہیں لیکن موضوع کی مناسبت سے یہاں صرف دو آداب کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن کو برتنے سے انسانی وقار کی حفاظت ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ قضائے حاجت کے وقت آدمی بے ستر کب ہو؟ انسانی وقار کے حوالے سے اس پر غور کریں تو اس کا جواب ہوگا کہ جب وہ زمین پر بیٹھنے کے قریب ہو جائے۔ ٹھیک یہی تعلیم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔

عن انس انہ قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذا اراد الحاجۃ لم یرفع ثوبہ حتیٰ یدنو من الارض

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترمذی کتاب الطھارۃ باب ماجاء فی الاستتار عن الحاجۃ نمبر ۱۴)

حضرت انس سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قضائے حاجت کا ارادہ کرتے تو اپنا تہبند اس وقت اٹھاتے جب زمین کے بالکل قریب ہو جاتے تھے۔

پانی ذخیرہ کرنے کا ایک طریقہ تالاب ہے۔ اس سے لوگ اپنی مختلف ضرورتیں پوری کرتے ہیں جن میں غسل کرنا بھی شامل ہے۔ غسل کرتے وقت پانی کے اندر پیشاب کر دینا یا تالاب کے کنارے پیشاب کرنا کہ وہ پانی میں شامل ہو جائے تو یہ طہارت و نظافت کے خلاف ہونے کے ساتھ انسانی وقار کے بھی خلاف ہے اس لیے اس سے منع کیا گیا۔ ارشاد ہے۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی علیہ وسلم لا یبولنّ احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیہ

(بخاری کتاب الوضو باب البول فی الماء الدائم نمبر ۲۳۸)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز یہ ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے کیونکہ پھر اُسے پانی میں غسل کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

صفائی ستھرائی کا اعلیٰ شعور مطلوب ہے

عصر حاضر میں انسانیت کا ایک اہم مسئلہ گندگی ہے۔ شہروں اور خاص طور سے بڑے شہروں میں صفائی ستھرائی کا مسئلہ سنگین اور پیچیدہ ہوتا جا رہا ہے۔ کثیر آبادیاں گندے علاقوں اور صحت کے اعتبار سے انتہائی نامناسب ماحول میں جینے پر مجبور ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی صفائی ستھرائی سے متعلق عوام کا شعور بھی افسوس ناک ہے۔ گندگی اور کوڑا کرکٹ کو عوامی مقامات پر ڈال دینا اور صفائی ستھرائی کے اصولوں کی خلاف ورزی کرنا لوگوں کی عادت بن گئی ہے۔ اسلام اس بارے میں اپنے ماننے والوں کے شعور کو بیدار کرتا ہے اور ان کو تاکید کرتا ہے کہ ایسے مقامات پر گندگی نہ پھیلائی جائے جو عوام الناس کے لیے کسی بھی پہلو سے قابل استعمال ہوں جیسے عام گزر گاہیں، گلیاں اور دیگر عوامی مقامات وغیرہ۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے۔

اتقوا الملاعن الثلاثۃ: البراز فی الموارد وقارعۃ الطریق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والظل (ابوداؤد کتاب الطھارۃ باب المواضع التی نھی عن البول فیھا)

لعنت بھیجے جانے والے تین مقامات سے بچو وہ ہیں گھاٹ، عام راستہ، سایہ دار جگہ میں پاخانہ کرنا (یا گندگی پھیلانا)

اسلام ہر مرد مومن میں یہ شعور پیدا کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور مومن کو بھی پاک صاف رہنا چاہیے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ستودہ صفات، شریف، کریم اور جواد ہے لہٰذا اس پر ایمان رکھنے والوں کو بھی انھی صفات کا حامل ہونا چاہیے۔

(ترمذی ابواب الآداب باب ما جاء فی النظافۃ)

ظاہر ہے کہ اس شعور کا لازمی تقاضا ہے کہ مسلمان صفائی ستھرائی سے متعلق انتہائی حساس ہوں اور صحت کو نقصان پہنچانے والے طور طریقوں سے اجتناب کریں۔

گفتگو میں بدتہذیبی کے مظاہر

انفرادی زندگی میں فرد کے وقار و تہذیب کا ایک مظہر اس کی گفتگو بھی ہے کثرت گفتگو، بے فائدہ باتیں، جلدی جلدی بولنے کی عادت، چیخ چلا کر بات کرنا یا فحش گوئی اور سب و شتم کا لب ولہجہ اختیار کرنا یہ سب فرد کی شخصیت کو مجروح کرنے والی چیزیں ہیں۔ اسلام نے ان سے بچنے کی واضح ہدایات دی ہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے۔

وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ (لقمان:۱۹)

اپنی چال میں اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز پست رکھ، سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھوں کی آواز ہوتی ہے۔

ایک روایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کردار کا عملی نمونہ پیش کیا گیا ہے حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں۔

ماکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فاحشا، ولا لعّانا ولا سبّابا۔ کان یقول عند المعتبۃ "مالہ؟ ترب جبینہ" (بخاری کتاب الادب ما ینھی فی اسباب واللعن نمبر ۶۰۴۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ صلی علیہ وسلم لعنت بھیجنے والے اور گالی گلوچ کرنے والے نہیں تھے بلکہ کسی بات پر اگر کسی کو معتوب کرنا ہوتو آپ فرماتے ''اسے کیا ہوگیا ہے؟'' اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔

ایک روایت میں غصہ کو قابو میں رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب (بخاری کتاب الادب باب الحذر من الغضب)

پہلوان وہ نہیں ہے جو دوسروں کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔

صحیح بات یہ ہے کہ آدمی کو غصہ کے وقت اپنے وقار و شرافت کی حفاظت کی سخت ضرورت ہوتی ہے اس تعلق سے اسلام میں مختلف تدابیر بھی بتائی گئی ہیں جن کو کام میں لاکر غصے پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

گھروں میں داخلہ سے پہلے اجازت کی شرط

انسان کے ادب و تہذیب کا ایک مظہر یہ ہے کہ وہ جب کسی سے ملاقات کرنے جائے تو اس کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اس سے اجازت لے اور اس کو سلام کرے۔ پھر وہ اپنی آمد کی وجہ بتائے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ سیدھے گھر میں داخل ہوجائے اور اس طرح گھر والوں کو پریشانی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کی خصوصی ہدایت دی ہے۔ ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ (النور: ۲۷-۲۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو جب تک کہ گھر والوں کی اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ بھیج لو، یہ طریقہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمھارے لیے بہتر ہے۔ توقع ہے کہ تم اس کا خیال رکھو گے۔ پھر اگر وہاں کسی کو نہ پاؤ تو داخل نہ ہو جب تک کہ تم کو اجازت نہ دیدی جائے اور اگر تم سے کہا جائے کہ واپس چلے جاؤ تو واپس ہو جاؤ یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔

احادیث میں اس سلسلے میں مزید تفصیلات بیان کی گئی ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ کسی شخص کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہوا جائے حتیٰ کہ قریبی رشتہ داروں کے گھروں میں بھی داخلے سے قبل اجازت لے لی جائے ایک روایت میں وارد ہے۔

سأل رجل حذيفة فقال أ أستاذن على امي؟ فقال ان لم تستاذن عليها رايت ماتكره (ادب المفرد للبخاری ۲/ باب یستاذن علی امہ)

ایک شخص نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کیا میں اپنی اماں سے بھی ان کے گھر میں داخل ہونے کے لیے اجازت لوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر تم اجازت نہیں لو گے تو تمھیں وہ چیز دیکھنی پڑ سکتی ہے جو تمھارے لیے ناگوار ہو۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ آدمی اپنے والدین سے بھی اجازت لے گا اگر چہ وہ بوڑھے ہوں اور اپنے بھائی بہن سے بھی اجازت لے گا۔

(حوالہ سابق ۲/ ۵۰۱ باب یستاذن علی ابیہ وولدہ)

آدمی کسی ضرورت سے بازار جائے تو وہاں بھی مختلف آداب کو ملحوظ رکھے خصوصا نگاہوں کی حفاظت کرے تا کہ راستہ چلنے والوں کے لیے اس سے کوئی پریشانی نہ ہو اس بارے میں احادیث میں واضح تعلیم دی گئی ہے۔

عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال "ایاکم والجلوس بالطرقات فقالوا یا رسول اللّٰہ مالنا من مجالسنا بدٌ نتحدث فیھا فقال فاذا ابیتم الا المجلس فاعطوا الطریق حقہ قالوا وماحق الطریق یا رسول اللّٰہ؟ قال غض البصر وکف الاذی ورد السلام والامر بالمعروف والنھی عن المنکر

(بخاری کتاب الاستئذان نمبر ۶۲۲۹، ۲۴۶۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا ''گزرگاہوں پر بیٹھنے سے احتراز کرو۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارا وہاں بیٹھنا ضروری ہے کیونکہ ہم وہاں باتیں کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اگر بیٹھنا مجبوری ہے تو راستے کا حق ادا کرو لوگوں نے دریافت کیا کہ راستے کا حق کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: نگاہیں نیچی رکھنا راستہ گزرنے والوں کی ایذا رسانی سے بچنا، سلام کا جواب دینا اور معروف کا حکم دینا اور منکر سے منع کرنا۔

سرگوشی کے ناپسندیدہ پہلو

مجلس کے بھی بعض آداب ہیں جنھیں ملحوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک اہم ادب یہ ہے کہ اگر کسی مجلس میں تین افراد ہوں تو ایک فرد کو تنہا چھوڑ کر دو لوگ آپس میں سرگوشی نہ کریں کیوں کہ اس طرح اس شخص کے اندر بدگمانی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ ارشاد ہے۔

ان رسول اللّٰہ علیہ وسلم قال اذا کانوا ثلاثة فلا یتنا جی اثنان دون الثالث (بخاری کتاب الاستئذان ۶۲۸۸)

رسول اللہؐ نے فرمایا جب تین لوگ ہوں تو دو لوگ تیسرے کو چھوڑ کر سرگوشی نہ کریں۔

اسلام نے کھانے پینے کے بھی بعض آداب بتائے ہیں، اگر آدمی ان پر عمل کرے تو اس کے وقار و وجاہت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اگر ان پر عمل نہ کرے تو بہت سی بدتہذیبیاں رونما ہوتی ہیں۔ ذیل میں بعض اہم آداب بیان کیے جاتے ہیں۔

کھانے پینے کے بعض آداب

انسان کے دو ہاتھ ہیں ان میں سے کھانے پینے کے لیے وہ کوئی بھی ہاتھ استعمال کرسکتا ہے مگر بائیں ہاتھ کو عام طور پر پیشاب و پاخانہ میں پاکی وصفائی حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کھانے پینے میں آدمی اپنا دائیں ہاتھ استعمال کرے۔ اسلام نے یہی تعلیم دی ہے۔ ارشاد ہے۔

عن عمر بن ابی سلمة قال کنت غلاما فی حجر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وکانت یدی تطیش فی الصفحة فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یاغلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمّ اللّٰہ و کل بیمینک و کل مما یلیک

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب ۲ نمبر ۵۳۷۶)

حضرت عمر بن ابوسلمہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر پرورش ایک نوخیز لڑکا تھا کھانے کے دوران میرا ہاتھ برتن کے ادھر ادھر گردش کرتا رہتا تھا آپؐ نے مجھ سے فرمایا اے بچے اللہ کا نام لو۔ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور تمھارے قریب جو چیز ہو وہی کھاؤ۔

کھانے کا ایک ادب یہ ہے کہ آدمی ٹیک لگا کر نہ کھائے۔ یہ کھانے کا نامناسب ڈھنگ ہے اور اس سے متعدد قباحتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ٹیک لگا کر کھا رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا۔

لا آکل وانا متکی (بخاری کتاب الاطعمۃ باب الاکل متکیا)

میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا

اسی طرح کھڑے ہو کر کھانا پینا بھی تہذیب و مروت کے خلاف ہے اس سے بھی منع کیا گیا ہے ارشاد ہے۔

عن انس ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم زجر عن الشرب قائماً (مسلم کتاب والاشربہ باب فی الشرب قائما)

حضرت انس سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے پر ڈانٹ لگائی ہے۔

ایک دوسری روایت میں وارد ہے۔

عن انس عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم انہ نھی ان یشرب الرجل قائما قال قتادۃ فقلنا فا لاکل فقال ذاک اشراو اخبث

حضرت انس سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا ہے حضرت قتادہ نے حضرت انس سے پوچھا کہ کھڑے ہو کر کھانا کیسا ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ زیادہ برا اور ناپسندیدہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح حدیث میں پینے کے برتن میں سانس لینے سے بھی اجتناب کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ارشاد ہے۔

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم نھی ان یُتنفس فی الاناء

(مسلم کتاب الاشربۃ باب کراھیۃ التنفس فی الاناء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ برتن میں سانس لیا جائے۔

کھانے پینے کی بعض اشیاء میں ناپسندیدہ بو پائی جاتی ہے ان کو کھا کر عوامی مقامات پر آنا تہذیب کے خلاف ہے اس لیے حدیث میں ایسی چیزوں کو کھا کر مسجد میں آنے سے منع کیا گیا ہے۔

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال من اکل ثوما او بصلا فلیعتزلنا او یعتزل مسجدنا

(بخاری کتاب الاطعمۃ باب فی الثوم والبقول ۵۴۵۲)

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جس نے لہسن یا پیاز کھایا ہو تو وہ ہم سے یا ہماری مسجدوں سے دور رہے۔

فضول گوئی کی مذمت

آدمی کے وقار و تہذیب کا ایک مظہر اس کی سنجیدگی اور فضولیات سے اجتناب بھی ہے۔ اگر آدمی ہر وقت غیر سنجیدہ رہے یا اپنے آپ کو فضول باتوں میں لگائے رکھے تو اس سے اس کی شخصیت بری طرح مجروح ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے ان سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ ارشاد ہے۔

وکان ینھی عن قیل وقال وکثرۃ السؤال و اضاعۃ المال، ومنع وھات وعقوق الامھات ووأد البنات

(بخاری کتاب الرقاق باب ما یکرہ من قیل وقال)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیل قال، کثرت سوال، اضاعت مال، لاؤ، مت لاؤ، والدین کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کی اور بھی بعض باتیں ہیں جن سے آدمی کی شخصیت مجروح ہوتی ہے جیسے دورخاپن، چغل خوری، خوشامد، حرص، ریانمود کی خواہش اور ہر وقت بآواز قہقہے لگانا وغیرہ احادیث میں ان سے صریح طور پر روکا گیا ہے۔

خلاصۂ بحث

شریعتِ اسلامیہ نے ایسی بے شمار تعلیمات دی ہیں جن سے آدمی ایک مہذب و باوقار اور سنجیدہ فرد بنتا ہے اور ایسی باتوں سے روکا ہے جن سے اس کی شخصیت مجروح ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دین لوگوں کو تہذیب وادب سکھانے والا دین ہے اگر اس کی تعلیمات پر آدمی عمل کرے تو مہذب بنتا ہے اور اگر ان کو ترک کردے تو تہذیب کے دائرہ سے نکل جاتا ہے جیسا کہ آج اسلام سے دور قوموں میں بدتہذیبی کے آثار دیکھے جاتے ہیں۔

حواشی

[۱] المستقبل الاسلامی برطانیہ (عربی) ستمبر ۲۰۰۴ نمبر شمار ۱۵۹

[۲] عالمی سہارا ہفت روزہ، نئی دہلی ۱۹ اپریل ۲۰۰۵

[۳] تفصیل کے لیے دیکھئے مہذب دنیا کی آدم خوری از مونسہ بشریٰ عابدی، ماہنامہ اللہ کی پکار، نئی دہلی، صفحہ ۹۵، اگست ۲۰۰۵، جلد ۱۳، شمارہ ۸۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب نہم

مکمل دین

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ جب یہ بات کہی جاتی ہے تو بعض لوگ اس کو اسلام کی سیاسی تعبیر قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اسلام کو ایک نظام کی حیثیت سے پیش کرنا درست نہیں ہے۔ اس سے اس کی روحانیت مجروح ہوگی اور دین محض اقتدار اور کرسی کے حصول کا اکھاڑہ بن کر رہ جائے گا۔ بظاہر یہ بات درست معلوم ہوتی ہے، لیکن اگر گہرائی سے اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کیا جائے تو اسلام کے ایک مکمل نظام حیات ہونے سے کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا، کیوں کہ اسلام نے انسانی زندگی کے تمام شعبوں میں رہ نمائی فراہم کی ہے۔ اس بارے میں قرآن وحدیث میں بہت سے دلائل ہیں اور علماء نے اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ فی الحال ان سے بحث نہیں ہے۔ یہاں محدثین کرام کی کتابوں کے صرف تراجم ابواب کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔ اس سے معلوم ہوگا کہ اسلام کے ایک مکمل نظام حیات ہونے کا تصور تمام محدثین کے یہاں موجود رہا ہے۔ اسی بنیاد پر انھوں نے اپنی معرکہ آرا کتب احادیث مرتب فرمائی ہیں۔

تمام کتب احادیث کا تجزیاتی مطالعہ طوالت کا باعث ہوگا، اس لیے یہاں صرف مشہور ومتداول کتب احادیث 'صحاح ستہ' کا مطالعہ پیش کیا جاتا ہے۔ صحاح ستہ میں صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ شامل ہیں۔ ان کتب کے تراجم ابواب کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے مرتبین نے اسلام کو ایک مکمل نظام حیات ہی کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ ان میں کتاب الایمان سے لے کر کتاب الآداب تک انسانی زندگی میں پیش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آنے والے انفرادی، اجتماعی، دینی اور دنیوی سارے موضوعات شامل ہیں، یا ان میں سے اکثر کا احاطہ ہو گیا ہے۔

شعبہ ہائے زندگی

زندگی کے مختلف شعبہ جات کو الگ الگ عنوانات میں تقسیم کیا جائے تو عام طور پر ان کی تقسیم اس طرح ہوگی: عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت (نکاح، طلاق، وراثت)، سیاست وحکومت، صلح و جنگ، صحت و مرض، قانون، تاریخ و سیرت اور اخلاق و آداب۔ یہ شعبہ ہائے زندگی کی بہت مجمل و مختصر تقسیم ہے۔ محدثین کے یہاں یہ تقسیم کافی وسیع ہے۔ انھوں نے زندگی کے ایسے شعبے بھی دریافت کیے ہیں اور اس بارے میں ہدایات نبویؐ جمع کی ہیں جن کی طرف عام طور پر لوگوں کے ذہن منتقل نہیں ہوتے۔ اس سے ان کی باریک بینی اور حقائقِ زندگی سے انتہائی درجہ واقفیت کے ساتھ اسلامی تعلیمات کی ہمہ گیری کا بھی پتا چلتا ہے، جیسے کتاب التعبیر، کتاب التمنی وغیرہ ہے۔ اگرچہ یہ انفرادی معاملات ہیں، مگر ان کا تعلق انسانی زندگی سے بہر حال ہے۔ یعنی آدمی کو جو خواب نظر آتے ہیں ان کا کیا حکم ہے اور ان کی تعبیر کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسی طرح انسان کے دل و دماغ میں مختلف تمنائیں اور آرزوئیں پرورش پاتی ہیں، ان کا کیا حکم ہے؟ اس بارے میں شریعت کی کیا رہ نمائی ہے؟ وغیرہ۔ محدثین نے اس طرح کے اور بھی بہت سے نفسیاتی پہلوؤں پر تراجم ابواب قائم کیے ہیں۔

کتب ستہ کے تراجم ابواب پر ایک نظر

کتب ستہ کے محدثین نے اپنی کتب میں جو تراجم ابواب قائم کیے ہیں ان کی تفصیلی فہرست نقل کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ پہلے ان کی اجمالی فہرست درج کی جارہی ہے، پھر ان کا تجزیاتی مطالعہ پیش کیا جائے گا۔ صحیح بخاری کی فہرست کتب یہ ہے:

۱	کتاب بدء الوحی	وحی کا آغاز کیسے ہوا؟
۲	کتاب الایمان	ایمان سے متعلق مباحث
۳	کتاب العلم	شرعی احکام کا علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴	کتاب الوضوء	صفائی ستھرائی کی بحث
۵	کتاب الغسل	پاکی حاصل کرنے کی بحث
۶	کتاب الحیض	عورتوں کے مخصوص مسائل سے متعلق
۷	کتاب التیمم	پانی نہ ہونے کی صورت میں پاکی حاصل کرنا
۸	کتاب الصلاۃ	نماز کی بحث
۹	ابواب سترۃ المصلی	نماز ادا کرنے کے ابتدائی آداب
۱۰	کتاب مواقیت الصلاۃ	نمازوں کے اوقات کی بحث
۱۱	کتاب الاذان	اذان سے متعلق بحث
۱۲	کتاب الجمعۃ	جمعہ کے بارے میں احکام
۱۳	ابواب صلاۃ الخوف	حالت جنگ میں پڑھی جانے والی نماز
۱۴	کتاب العیدین	عیدین کی نماز کی بحث
۱۵	ابواب الوتر	نماز وتر کے احکام
۱۶	ابواب الاستسقاء	قحط سالی میں بارش کے لیے نماز
۱۷	ابواب الکسوف	سورج اور چاند گرہن کے موقع پر نماز
۱۸	ابواب سجود القرآن	سجدۂ تلاوت کے بیان میں
۱۹	ابواب تقصیر الصلاۃ	سفر میں قصر نماز کے احکام
۲۰	کتاب التہجد	تہجد کی نماز کے بارے میں
۲۱	ابواب التطوع	نوافل سے متعلق بحث
۲۲	کتاب فضل الصلاۃ فی مسجد مکہ والمدینہ	مکہ اور مدینہ میں نماز کے فضائل
۲۳	ابواب العمل فی الصلاۃ	نماز میں کون سے اعمال انجام دیے جاسکتے ہیں
۲۴	کتاب السہو	سجدۂ سہو کے بیان میں
۲۵	کتاب الجنائز	جنازے کے احکام
۲۶	کتاب الزکاۃ	زکوٰۃ کے احکام
۲۷	ابواب صدقۃ الفطر	صدقۃ الفطر کی بحث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۸	کتاب الحج	مناسک حج کے احکام
۲۹	ابواب العمرۃ	عمرہ سے متعلق بحث
۳۰	ابواب المحصر	حج وعمرہ کی راہ میں رکاوٹوں سے متعلق بحث
۳۱	کتاب جزاء الصید	حج میں شکار کرنے کا کفارہ
۳۲	کتاب فضائل المدینۃ	مدینہ کے فضائل
۳۳	کتاب الصوم	روزہ کے احکام
۳۴	کتاب صلاۃ التراویح	تراویح سے متعلق بحث
۳۵	کتاب فضل لیلۃ القدر	شب قدر کی فضیلت
۳۶	ابواب الاعتکاف	اعتکاف کے احکام
۳۷	کتاب البیوع	کاروبار سے متعلق احکام
۳۸	کتاب السلم	تجارت کی ایک قسم
۳۹	کتاب الشفعۃ	تجارت میں ہم سائیگی کا لحاظ کرنے کے بارے میں
۴۰	کتاب الاجارۃ	اجرت سے متعلق ضوابط
۴۱	کتاب الحوالات	کوئی معاملہ دوسرے کے حوالے کرنا
۴۲	کتاب الکفالۃ	کسی کی کفالت کرنا
۴۳	کتاب الوکالۃ	کاروباری معاملات میں وکالت کرنا
۴۴	کتاب الحرث والمزارعۃ	کھیتی باڑی کے معاملات
۴۵	کتاب المساقاۃ	کھیتوں کی سینچائی کے معاملات
۴۶	کتاب فی الاستقراض وأداء الدیون والحجر والتفلیس	قرض لینا اور اس کی ادائیگی کے معاملات
۴۷	کتاب الخصومات	معاملات میں اختلافات وخصومات کا حل
۴۸	کتاب اللقطۃ	لاوارث شے کے بارے میں
۴۹	کتاب المظالم	معاملات میں ظلم وغصب کے بارے میں
۵۰	کتاب الشرکۃ	شراکت ومضاربت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۵۱	کتاب الرھن	گروی کے احکام
۵۲	کتاب العتق	غلام آزاد کرنے سے متعلق بحث
۵۳	کتاب المکاتب	غلام سے عہد و پیمان کرنے سے متعلق بحث
۵۴	کتاب الھبۃ وفضلھا والتحریض علیھا	ہبہ کے احکام
۵۵	کتاب الشھادات	معاملات میں گواہیوں سے متعلق بحث
۵۶	کتاب الصلح	آپس میں صلح کرنا
۵۷	کتاب الشروط	معاملات میں شرائط طے کرنا
۵۸	کتاب الوصایا	میراث میں وصیت کرنا
۵۹	کتاب الجھاد والسیر	جہاد کے فضائل، احکام، شروط وغیرہ
۶۰	کتاب فرض الخُمس	مال غنیمت تقسیم کرنے سے متعلق بحث
۶۱	کتاب الجزیۃ والموادعۃ	جزیہ کے احکام
۶۲	کتاب بدء الخلق	کائنات سے متعلق بنیادی عقائد
۶۳	کتاب احادیث الانبیاء	انبیاء ورسل کی سیرت
۶۴	کتاب المناقب	اصحاب رسولؐ کی سیرت
۶۵	کتاب فضائل اصحاب النبیؐ	اصحاب رسولؐ میں فرق مراتب کی بحث
۶۶	کتاب مناقب الانصار	انصار کے مناقب
۶۷	کتاب المغازی	عہد نبوی میں پیش آمدہ جنگوں کی تفصیلات
۶۸	کتاب التفسیر	قرآن کی سورتوں اور آیتوں سے متعلق تفسیر وتشریح
۶۹	کتاب فضائل القرآن	قرآن کی سورتوں کے الگ الگ فضائل
۷۰	کتاب النکاح	شادی بیاہ کے احکام
۷۱	کتاب الطلاق	طلاق کے احکام
۷۲	کتاب النفقات	بیوی بچوں کے نان ونفقہ سے متعلق بحث
۷۳	کتاب الاطعمۃ	کھانے کے احکام
۷۴	کتاب العقیقۃ	نومولود کی پیدائش پر جانور ذبح کرنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۷۵	کتاب الذبائح والصید	جانور ذبح کرنے اور جانور شکار کرنے کے بارے میں
۷۶	کتاب الاضاحی	قربانی کے احکام
۷۷	کتاب الاشربۃ	پینے سے متعلق احکام
۷۸	کتاب المرضیٰ	بیماروں کے احکام
۷۹	کتاب الطب	علاج کے احکام
۸۰	کتاب اللباس	لباس کے کے احکام
۸۱	کتاب الادب	انفرادی آداب کی بحث
۸۲	کتاب الاستئذان	دوسرے کے گھر میں داخلہ کے لیے اجازت لینا
۸۳	کتاب الدعوات	دعاؤں کی بحث
۸۴	کتاب الرقاق	آخرت کو ترجیح دینے کی بحث
۸۵	کتاب القدر	تقدیر کی بحث
۸۶	کتاب الایمان والنذور	قسم اور نذر کے بارے میں
۸۷	کتاب کفارات والایمان	قسم توڑنے کے کفارہ کے بارے میں
۸۸	کتاب الفرائض	وراثت سے متعلق بحث
۸۹	کتاب الحدود	وہ جرائم جن پر شرعی حدود قائم کیے جاتے ہیں
۹۰	کتاب المحاربین من أہل الکفر والردۃ	مرتد کے احکام
۹۱	کتاب الدیات	وہ جرائم جن کی سزا سے مال دے کر بچا جاتا ہے
۹۲	کتاب استتابۃ المرتدین المعاندین وقتالہم	مرتد کو توبہ واستغفار کی مہلت کی بحث
۹۳	کتاب الاکراہ	مجبور کر کے کوئی جرم کرانے کی بحث
۹۴	کتاب الحیل	احکام کی انجام دہی میں حیلہ سازی کی حیثیت
۹۵	کتاب التعبیر	خوابوں کی تعبیر کی بحث میں
۹۶	کتاب الفتن	زمانے کے فتنہ وفساد کے احکام
۹۷	کتاب الاحکام	شرعی احکام کی حیثیت سے متعلق بحث
۹۸	کتاب التمنی	تمنا وآرزو سے متعلق بحث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۹	کتاب اخبار الاحاد	شخص واحد کی خبر کی حیثیت
۱۰۰	کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ	دین میں کتاب وسنت کی حیثیت
۱۰۱	کتاب التوحید	عقائد سے متعلق کلامی مباحث

یہ ترتیب صحیح بخاری کی ہے۔ صحیح مسلم کے ابواب مجموعی طور پر یہی ہیں، مگر ترتیب میں جزوی فرق ہے۔ بعض مباحث کا اضافہ ہے تو بعض مباحث کم ہیں، جیسے صحیح بخاری میں کتاب اللعان، کتاب الامارۃ والقضا، کتاب السلام، کتاب الشعر اور کتاب التوبۃ نہیں ہیں (واضح رہے کہ یہ کمی صرف تبویب میں ہے، فی نفسہٖ یہ مباحث اس میں موجود ہیں) جب کہ صحیح مسلم میں ان مباحث کا اضافہ ہے۔ اس کے برعکس بعض مباحث صحیح مسلم میں نہیں ہیں، مگر صحیح بخاری میں ہیں۔ سنن ابوداؤد میں مباحث وہی ہیں، مگر چونکہ اس کا موضوع سنن اور احکام بیان کرنا ہے اس بنا پر اس میں عقائد کے مباحث اور کتاب الایمان جیسے ابواب نہیں ہیں۔ جامع ترمذی کے ابواب تقریباً وہی ہیں جو ابوداؤد کے ہیں۔ ترتیب میں جزوی فرق ہے۔ البتہ اس میں کچھ ابواب سنن ابوداؤد سے زائد ہیں، جیسے کتاب الامثال، کتاب العلل وغیرہ۔ سنن نسائی کے مباحث سابقہ کتب کے مماثل ہیں۔ اس میں جامع ترمذی کے مقابلے میں چند ابواب کا اضافہ ہے۔ جیسے کتاب الامامۃ، کتاب الافتتاح، کتاب التطبیق، کتاب الاحباس وغیرہ۔ سنن ابن ماجہ کے ابواب سنن ابوداؤد کے مماثل ہیں۔ جامع ترمذی وسنن نسائی کے مقابلے میں اس کے ابواب کم ہیں۔ مجموعی طور پر تمام کتب ستہ کے مباحث ملتے جلتے ہیں، مگر جامعیت کے اعتبار سے صحیحین اور ترمذی کو فوقیت حاصل ہے۔

ابواب کا تجزیاتی مطالعہ

ان ابواب کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں انسان کے دینی و دنیوی اور انفرادی و اجتماعی مسائل وضروریات کا بہت ہی جامعیت کے ساتھ احاطہ کیا گیا ہے اور ان کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پیش کی گئی ہیں، جن سے زندگی کی راہیں روشن ہوتی ہیں اور آدمی کسی بھی مرحلہ یا موڑ پر رہ نمائی سے محروم نہیں رہتا۔ سہولت کی خاطر ان ابواب کی تفہیم کے لیے انھیں دینی اور دنیوی دو بڑے عنوانات میں تقسیم کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا سکتا ہے۔ انسانی زندگی کے کچھ مسائل دین سے متعلق ہیں اور کچھ دنیا سے۔ مثلاً عقائد، ایمان، عبادات وغیرہ، یہ دین سے متعلق ابواب ہیں۔ بیع وشراء، نکاح وطلاق، وراثت، حدود، اکل و شرب اور طب وغیرہ، یہ دنیا سے متعلق مسائل ہیں۔ پھر ان میں کچھ انفرادی نوعیت کے مسائل ہیں اور کچھ مسائل اجتماعی نوعیت کے ہیں، جیسے ایمان، عقائد، اکل وشرب، طب وغیرہ خالص انفرادی معاملات ہیں، جب کہ عبادات کی ادائیگی، بیع وشراء، نکاح وطلاق اور حدود کا نفاذ وغیرہ اجتماعی معاملات ہیں، ان میں ایک سے زائد افراد کا شامل ہونا فطری ہے۔ ان تمام اقسام کے مسائل کے ذیل میں محدثینِ کتب ستہ نے تراجم ابواب قائم کیے ہیں اور ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رہ نمائی فراہم کی ہے، اس سلسلے میں کتب ستہ کی تفصیلی فہرست ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ اجمالی فہرست بھی نتیجہ اخذ کرنے کے لیے کافی ہے، جیسا کہ اوپر کے صفحات میں مختصراً ان کی فہرست دی گئی ہے۔

دینی مسائل پر تراجم ابواب

دین کا آغاز عقیدے سے ہوتا ہے۔ ایمان ویقین کا نام عقیدہ ہے۔ تمام محدثین نے سب سے پہلے کتاب الایمان کا ذکر کیا ہے۔ اس کے ذیل میں ایمانیات سے متعلق جملہ تفصیلات درج کی ہیں۔ ایمان کیا ہے؟ اس کی کتنی شاخیں ہیں؟ اس کی کیا شرائط ہیں؟ کن کن باتوں پر ایمان لانا واجب ہے؟ کیا ایمان گھٹنے بڑھنے والی چیز ہے؟ ایمان وعمل میں باہم کیا تعلق ہے؟ اس کی نشانیاں کیا ہیں؟ ایمان کے منافی کون سے اعمال ہیں؟ وغیرہ۔ اس طرح کی تمام تفصیلات درج ہیں۔

دین میں ایمان کے بعد عبادات کی اہمیت ہے۔ اس بنا پر تمام محدثین ایمان کے بعد عبادات کے ابواب لائے ہیں۔ لیکن چونکہ عبادات کی ادائیگی ظاہری صفائی ستھرائی کے بغیر نہیں ہو سکتی، اس وجہ سے کتاب الایمان وکتاب الصلوٰۃ کے درمیان کتاب الطہارۃ (پاکی) کے ابواب ہیں، جن میں وضو، غسل، تیمّم وغیرہ کے مسائل بیان ہوئے ہیں۔ طہارت کا تعلق عورتوں سے بھی ہے، اس لیے اس ضمن میں عورتوں کے مخصوص مسائل جیسے حیض اور نفاس وغیرہ کا ذکر آیا ہے۔ اس سے اسلام کی ہمہ گیری کا اندازہ ہوتا ہے۔ عبادات میں سب سے زیادہ اہمیت نماز کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس وجہ سے کتاب الصلاۃ سب سے پہلے لائی گئی ہے۔ اس ضمن میں نماز سے متعلق تمام تفصیلات درج ہیں، جس کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ قرآن میں نماز کے ساتھ زکوۃ کا ذکر کیا گیا ہے۔ محدثین نے بھی اس ترتیب کو باقی رکھا ہے۔ کتاب الزکاۃ کے ذیل میں اموال زکوۃ، نصاب، مقدار، مصارف اور مستحقین کا ذکر ہوا ہے۔ نماز بدنی عبادت ہے اور زکوۃ مالی عبادت۔ حج مالی اور جسمانی دونوں ہے۔ بنا بریں عبادات میں تیسرے نمبر پر حج کا ذکر ہے۔ مناسک حج کی بہت سی تفصیلات ہیں۔ ان سب کا احاطہ کیا گیا ہے اور دین پر چلنے والا کہیں رہ نمائی سے محروم نہیں رہتا۔ حج کے بعد صیام/صوم (روزہ) کا ذکر ہے اور اس سے متعلق جملہ تفصیل مذکور ہیں۔ دینی امور میں اخلاقیات کی بھی خاص اہمیت ہے۔ محدثین نے کتاب الآداب یا کتاب البر والصلۃ کے عنوان سے اخلاق کی تفصیلات فراہم کی ہیں۔ خاص طور سے انفرادی طور پر آدمی کو کن صفات کا حامل ہونا چاہیے اور کن مذموم عادات و اوصاف سے بچنا چاہیے ان کا مفصل ذکر کیا گیا ہے جن میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے سے لے کر تمام متعلقین کے حقوق تک کا ذکر ہوا ہے۔ دین و دنیا میں اصل اہمیت کس کی ہے اور کون قابل ترجیح ہے۔ اس ضمن میں کتاب الزہد والرقائق کے عنوان سے تفصیلات مندرج ہیں۔ آدمی کو اپنی عاجزی و بے بسی اور مختلف آفات، بلاؤں اور مصائب و مشکلات کے پس منظر میں دعاؤں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس ضمن میں کتاب الدعوات کا باب قائم کیا گیا ہے۔ دینیات میں تقدیر کا مسئلہ بھی اہم ہے، اس لیے کتاب القدر کے نام سے ایک باب قائم کیا گیا ہے۔ دین میں کتاب وسنت کی اتباع اور احکام الٰہی کی حیثیت کی وضاحت کے لیے کتاب الاحکام اور کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ عقائد کے ضمن میں بعض مسائل میں اختلافات ہو سکتے ہیں۔ اختلاف چونکہ استثنائی صورت ہے اور محمود نہیں ہے، اس لیے اس کا ذکر کتاب التوحید کے عنوان سے آخر میں دیا گیا ہے۔ دینی موضوعات کے ذیل میں انبیاء و رسل کی سیرت و واقعات اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کے اصحابؓ کی سیرت کی اہمیت واضح ہے، اس کے لیے کتاب الانبیاء اور کتاب المناقب کے مباحث ہیں۔ دین کا بنیادی ماخذ و مرجع قرآن ہے۔ قرآن اور اس کی مختلف سورتوں کے فضائل اور اس کی تفسیر اہم اجزاء ہیں، اس کے لیے کتاب التفسیر، کتاب فضائل القرآن کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ یہ تراجم ابواب کا اجمالی تجزیہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تفصیلی طور پر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محدثین نے پیش آمدہ تمام مسائل کی جزئیات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے لیے تفصیلی فہرست ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

دُنیوی مسائل پر تراجم ابواب

جہاں تک دنیوی مسائل کا سوال ہے تو یہ بات جاننی چاہیے کہ شریعت میں دین و دنیا کی تفریق نہیں ہے۔ لیکن محض تقریب فہم کے لیے یہاں اس کو الگ سے بیان کیا گیا ہے۔ دنیوی مسائل میں محدثین نے سب سے پہلے معاملات کے مسائل لیے ہیں۔ اس ضمن میں سب سے پہلے کتاب البیوع ہے۔ ظاہر ہے کہ زندگی کا کارواں خرید و فروخت اور باہمی لین دین (کاروبار) کی بنیاد پر رواں دواں ہے۔ صحیح بخاری میں کتاب البیوع میں ایک سو تیرہ ابواب قائم کیے گئے ہیں، جن میں بیع و شراء کی تمام قسموں اور نوعیتوں سے متعلق ہدایات نبوی جمع کی گئی ہیں۔ مگر معاملات زندگی کی کچھ نوعیتیں اور ہیں جن کا بھی ذکر ہونا چاہیے تھا۔ محدثین نے اس طرح کے تمام پہلوؤں پر الگ الگ عنوانات کے تحت تراجم ابواب قائم کیے ہیں۔ جیسے کتاب الاجارۃ (اجرت سے متعلق مباحث) کتاب الحوالات (کاروباری طریقے سے کوئی چیز کسی کے حوالے کرنے سے متعلق) کتاب الکفالۃ (کسی کی کفالت سے متعلق) کتاب الوکالۃ (لین دین میں وکالت سے متعلق) کتاب الحرث والمزارعۃ (کھیتی باڑی سے متعلق) کتاب المساقاۃ (سینچائی) کتاب الاستقراض (قرض کا لین دین) کے ابواب قائم کیے ہیں۔ یہ معاملات طے کرتے وقت فریقین میں اختلاف و خصومت کی صورت بھی پیدا ہوسکتی ہے۔ اس ضمن میں کتاب الخصومات کا باب قائم کیا گیا ہے۔ لاوارث اشیاء ایک معاملاتی مسئلہ ہے۔ اس کے لیے کتاب اللقطۃ (گری پڑی چیز سے متعلق) کے تحت تعلیمات درج ہیں۔ انسان کے اندر حرص و لالچ کی وجہ سے ظلم و زیادتی کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے۔ اس کے لیے کتاب المظالم کے عنوان سے باب قائم کیا گیا ہے۔ معاملات کے ذیل میں شرکت و مضاربت، گروی رکھنا یا لینا، غلام کی آزادی و مکاتبت، ہدایا کا لین دین، گواہی پیش کرنا، صلح و صفائی، یا لین دین میں شرائط طے کرنا، اور موت سے پہلے زمین جائیداد سے متعلق وصیت کرنا ان سب مباحث کے لیے بالترتیب کتاب الشرکۃ، کتاب الرھن، کتاب العتق، کتاب المکاتب، کتاب الھبۃ، کتاب الشھادات، کتاب الصلح، کتاب الشروط اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب الوصایا کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

معاملات کے بعد معاشرت کا درجہ ہے۔ اس بارے میں شریعت کی پوری رہ نمائی موجود ہے۔ کتاب النکاح سے لے کر کتاب العقیقہ تک معاشرت کے ہر پہلو کا تفصیلی ذکر ہوا ہے۔ کتاب النکاح میں سب سے پہلے نکاح کی فضیلت و اہمیت بیان کر کے نوجوانوں کو تجرد کی زندگی سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ بعدہ لڑکا اور لڑکی کو آپس میں پسند و ناپسند کا اختیار دیا گیا ہے، جو کہ ایک فطری بات ہے۔ پھر معاشرت کے دیگر اصول و آداب اور شرائط بیان ہوئے ہیں۔ زوجین کے حقوق بھی اس ضمن میں مذکور ہیں۔ ہر شادی کامیاب نہیں ہوتی، بعض وقت میاں بیوی کے درمیان علاحدگی ضروری ہو جاتی ہے، اس بنا پر شریعت میں طلاق کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس کے لیے محدثین نے کتاب الطلاق کے عنوان سے باب قائم کیا ہے۔ بیوی بچوں پر مال خرچ کرنا اور ان کے نان و نفقہ کی ذمہ داری اٹھانا ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس کے لیے کتاب النفقات کے تحت تفصیلات درج ہیں۔ نکاح کا ایک مقصد تناسل اور طلب اولاد ہے۔ اولاد کی پیدائش پر کن چیزوں کا اہتمام ہونا چاہیے اور نومولود کے کیا حقوق ہیں؟ اس بارے میں کتاب العقیقہ و کتاب الرضاع کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔

تغذیہ انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور زندگی کی بہار کھانے پینے کے دم سے قائم ہے۔ اس لیے محدثین نے کتاب الاطعمۃ، کتاب الاشربۃ اور کتاب الذبائح والصید وغیرہ میں کھانے پینے سے متعلق جملہ تفصیلات بیان کی ہیں۔ حلال و حرام کی تفصیل سے لے کر منہ میں لقمہ ڈالنے کے آداب تک بیان ہوئے ہیں۔ انسان کی بنیادی ضروریات میں لباس بھی ہے۔ کتاب اللباس میں اس ضمن کی ضروری باتوں کی طرف رہ نمائی کی گئی ہے۔ انسان کے ساتھ صحت و مرض اور موت و حیات جڑی ہوئی ہے۔ اس کے احکام کے لیے کتاب المرضی، کتاب الطب اور کتاب الجنائز کے ابواب قائم کیے گئے ہیں۔ اور ان کے بارے میں ہدایات نبویؐ جمع کی گئی ہیں۔ ان ابواب کی ترتیب میں بھی حکمت پیش نظر رکھی گئی ہے۔ کھانے پینے کے ساتھ مرض ہے، مرض کے بعد علاج و معالجہ کی ضرورت ہوتی ہے اور مرض کے ساتھ موت جڑی ہوتی ہے۔ لہٰذا پہلے کھانے پینے کا ذکر ہوا اور آخر میں تکفین و تدفین کا۔ کسی کی موت ہو جانے پر وراثت کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے، وراثت میں کس کو کتنا حصہ ملنا چاہیے، کون کون وارث ہوگا اور وراثت کیسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم کی جائے گی۔ کتاب الفرائض میں ان سب باتوں سے متعلق ہدایات منقول ہیں۔

انسانوں میں سبھی نیک نہیں ہوتے، کچھ مجرم اور جرائم پیشہ ہوتے ہیں۔ جرائم اور مجرموں کا قلع قمع کیسے کیا جائے؟ کس جرم پر کون سی سزا دی جائے؟ جرائم کے اثبات کے کیا طریقے ہیں؟ کتاب الحدود میں اس کی تفصیلات درج ہیں۔ جرائم سے متاثرین کی دل داری کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مجرم کو اس کے جرم کے مطابق سزا دی جائے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مال کے ذریعہ اس کی تلافی کی جائے۔ اس ضمن میں کتاب الدیات کا عنوان قائم کیا گیا ہے جس میں دیت کی صورتوں، شرائط اور اس کا نصاب مفصل مذکور ہے۔

مذکورہ بالا احکام حالتِ امن سے متعلق ہیں۔ بعض وقت جنگ کی صورت حال پیدا ہوجاتی ہے اور اسلامی ریاست کو عسکری اقدام کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلے میں فوج کو منظم کرنا اور لوگوں کو قتال و جہاد کے لیے آمادہ کرنا جیسے مسائل کتاب الجھاد والسیر میں مذکور ہیں۔ جنگ و صلح کے اصول وضوابط، جنگ میں کس کو نشانہ بنایا جائے اور کس کو نشانہ نہ بنایا جائے؟ مال غنیمت کی تقسیم، قیدیوں اور شہیدوں کے پس ماندگان کے مسائل، مغلوب قوم کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا جائے؟ مفتوحہ علاقوں کی تنظیم ونگرانی کیسے ہو؟ ان امور سے متعلق تفصیلات کتاب المغازی، کتاب فرض الخمس اور کتاب الجزیۃ وغیرہ میں مذکور ہیں۔

خود ریاست کی تشکیل، اس کی تنظیم اور اس کے مختلف اداروں جیسے عدلیہ، مقننہ، منتظمہ، نافذہ (ادارۂ پولیس) اور شوریٰ وغیرہ کا قیام، عہدوں اور مناصب سے متعلق اسلامی نقطۂ نظر، بیت المال کے مصارف، راعی اور رعایا (حکمراں اور عوام) کے حقوق وواجبات کی تفصیل کتاب الامارۃ والقضاء اور کتاب الاحکام وغیرہ میں بیان ہوئی ہیں۔ اس طرح کتاب الطھارۃ سے لے کر کتاب الامارۃ تک تمام امور ومسائل سے متعلق رہ نمائی فراہم کی گئی ہے۔

مسائل کی انفرادی واجتماعی تقسیم

مسائل کی ایک تقسیم انفرادی اور اجتماعی کی ہے۔ اس پہلو سے تراجم ابواب کا مطالعہ کیا جائے تو یہاں بھی دونوں قسموں کے حوالے سے پوری رہ نمائی موجود ہے۔ انفرادی طور پر پیش آنے والا شاید ہی کوئی ایسا مسئلہ ہو جس کے بارے میں شریعت کی رہ نمائی نہ ہو۔ اسی طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجتماعی امور سے متعلق جملہ مسائل میں ہدایت فراہم کی گئی ہے۔ اس ضمن میں گذشتہ تفصیل سے نتیجے تک پہنچا جا سکتا ہے۔

دینی امور میں عقائد و ایمانیات انفرادی مسائل ہیں، جب کہ عبادات انفرادی ہونے کے ساتھ اجتماعیت کا رنگ لیے ہوئے ہیں، جیسے نماز کی مساجد میں جماعت کے ساتھ ادائیگی، زکوٰۃ کا بیت المال میں جمع ہونا، روزے میں سحری افطار اور تراویح کی ادائیگی اجتماعیت کے ساتھ ہوتی ہے۔ حج اسلام میں اجتماعیت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ اس میں دنیا کے کونے کونے سے مختلف رنگ و نسل اور عمر و جنس کے لوگ یک جا ہو کر ایک ساتھ مناسکِ حج ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح اخلاقیات اور آداب میں کچھ امور کا تعلق فرد سے ہے اور کچھ کا اجتماعیت سے۔ جیسے عطر لگانا، ناخن کاٹنا، کنگھی کرنا، انگوٹھی پہننا وغیرہ۔ ان سب باتوں کا تعلق فرد سے ہے، جب کہ غیبت، چغلی، حسن سلوک، صلہ رحمی، راستہ میں چلنا، مجلس میں بیٹھنا، حفظ لسان، دوسروں کے گھروں میں داخل ہونے کے لیے اجازت لینا وغیرہ کا تعلق اجتماعیت سے ہے۔ تلاوت قرآن، زہد وغیرہ انفرادی امور ہیں، جب کہ جنازہ میں شریک ہونا اجتماعی معاملہ ہے۔

دنیوی امور میں کھانا پینا اور صحت و مرض انفرادی مسائل ہیں، جب کہ نکاح و طلاق اجتماعی مسائل ہیں۔ بیع و شراء بعض پہلو سے انفرادی مسائل ہیں تو بعض پہلو سے اجتماعی ہیں۔ اسی طرح دیگر معاملات کی بھی یہی نوعیت ہے۔ تمناؤ آرزو، خوابوں کی تعبیر وغیرہ انفرادی امور ہیں تو حدود و قوانین کا نفاذ اور امارت و حکومت اور عدلیہ و قضاء یہ سب اجتماعی ہیں۔ غرض کتب احادیث میں ان تمام پہلوؤں سے ارشادات نبوی پر مشتمل نصوص و ہدایات جمع کی گئی ہیں، جن سے دین پر چلنے والا کبھی اور کسی مرحلے میں رہ نمائی سے محروم نہیں رہتا، بلکہ ہر مرحلہ میں شریعت اس کی دست گیری کرتی ہے اور اس کو صراط مستقیم روز روشن کی طرح نظر آتا ہے۔

اسلامی نظامِ حیات کی بعض خصوصیات

اسلام ایک نظام بھی ہے اور ایک عقیدہ بھی۔ اس پہلو سے اس کی بعض خصوصیات ہیں، جو دوسرے نظام ہائے زندگی میں نہیں پائی جاتیں: ان میں سب سے پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، کسی انسان کا مرتب کردہ نہیں ہے۔ اس پر عمل کرنے والا عنداللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجر کا مستحق ہوگا۔ اسی لیے امام بخاری نے سب سے پہلے وحی آنے کی کیفیت اور ''انما الاعمال بالنیات'' والی روایات بیان کی ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تعلیمات وحی پر مبنی ہیں اور اگر ان پر حسن نیت کے ساتھ عمل کیا جائے تو بندہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یقیناً سرخرو ہوگا اور دنیا میں بھی اسے کامیابی ملے گی۔ اس کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام 'یُسر' یعنی آسانی پر مبنی ہے۔ دین میں سختی اور تکلیف مالا یطاق نہیں ہے، ہر شخص کے لیے اس کی واقعی استطاعت وطاقت کے مطابق احکام ہیں۔ محدثین نے اس نکتے کو بھی واضح کیا ہے۔ اس کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانی فطرت کے مطابق ہے جس میں انسان کی خواہشات وجذبات کی پوری رعایت کی گئی ہے، انسانی فطرت کو کچل کر احکام نہیں دیے گئے ہیں۔ اسلامی تعلیمات کے تفصیلی مطالعہ سے یہ بات واضح طور پر اجاگر ہوتی ہے۔ چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ یہ نظام اعتدال وتوازن پر مبنی ہے اس میں افراط وتفریط نہیں ہے۔ اس کی جو تعلیمات ہیں وہ متوازن ومعتدل ہیں، اس پر عمل کرنے والا کہیں بھی افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوسکتا۔ ہر شعبہ حیات میں یہ توازن موجود ہے۔ اس نظام حیات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا عملی نمونہ خود اس کے بیان کرنے والے (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیش کر دیا ہے۔ اس لیے اب یہ سوال پیدا نہیں ہوسکتا کہ یہ قابل عمل نہیں ہے۔ اور اس پر چل کر انسانیت فلاح نہیں پاسکتی، بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا عملی نمونہ پیش کر کے ان سوالات کا جواب دے دیا ہے۔

کتابیات

[۱] القرآن الکریم، منزل من اللہ عزوجل۔

تفاسیر عربی

[۱] التفسیر الکبیر او مفاتیح الغیب امام فخر الدین محمد بن عمر بن الحسینی ابن علی التمیمی الرازی شافعی المکتبہ التوفیقیہ القاہرۃ مصر۔

[۲] کتاب جامع البیان عن تاویل آی القرآن محمد بن جریر الطبری طبع اول مطبعۃ الکبریٰ الامیریۃ ببولاق ۱۳۲۸ھ

[۳] تفسیر القرآن العظیم، الحافظ ابی الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر القرشی الدمشقی۔

[۴] احکام القرآن القاضی ابی بکر محمد بن عبداللہ محمد بن عبداللہ بن احمد المعروف بابن العربی مطبعۃ السعادۃ بجوار محافظۃ مصر ۱۳۳۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۵] الاتقان فی علوم القرآن، العلامہ جلال الدین السیوطی۔
[۶] المفردات فی غریب القرآن، الراغب الاصفہانی دار المعرفۃ بیروت ۱۹۹۹
[۷] المعجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم، محمد فؤاد عبدالباقی۔

تفاسیر اردو

[۸] تفہیم القرآن، سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔

کتب احادیث

[۹] الجامع الصحیح الامام الحافظ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری۔
[۱۰] صحیح مسلم، الامام الحافظ ابی الحسین مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیسابوری۔
[۱۱] سنن ابی داؤد، الامام الحافظ ابی داؤد سلیمان بن الاشعب بن اسحاق الازدی السجستانی۔
[۱۲] جامع الترمذی، الامام ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ ابن موسیٰ الترمذی۔
[۱۳] سنن النسائی، الامام ابی عبدالرحمان احمد بن شعیب بن علی ابن سنانی النسائی۔
[۱۴] سنن ابن ماجہ، الامام ابی عبداللہ محمد بن یزید الربعی القزوینی ابن ماجہ۔
[۱۵] المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث، الامام الحافظ الکبیر ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ معروف بالحاکم۔
[۱۶] مسند امام احمد بن حنبل۔

کتب شروح احادیث

[۱۷] فتح الباری شرح صحیح البخاری، الحافظ ابن حجر العسقلانی، دار المعرفۃ بیروت۔
[۱۸] شرح النووی لجامع صحیح مسلم، الحافظ محی الدین ابوزکریا یحییٰ ابن شرف بن انحرامی الشافی۔
[۱۹] التمہید، لابن عبدالبر القرطبی
[۲۰] اعلام الحدیث، ابوسلیمان الخطابی مطبوعہ مرکز احیاء التراث الاسلامی مکہ مکرمہ
[۲۱] النہایۃ فی غریب الحدیث والاثر شیخ الاسلام مجدالدین ابی السعادات المبارک ابن محمد بن الجزری المعروف بابن الاثیر۔
[۲۲] لسان العرب لابن منظور افریقی۔
[۲۳] اظہار الحق، العلامہ رحمت اللہ الکیرانویؒ۔
[۲۴] کتاب تحقیق ماللھند ابوریحان البیرونی اردو ترجمہ سیّد اصغر علی ترقی اردو بیورو۔
[۲۵] جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر القرطبی۔
[۲۶] منہاج السنۃ النبویۃ فی نقض کلام الشیعہ والقدریۃ، الشیخ الاسلام امام ابن تیمیہ الحرانی الدمشقی۔
[۲۷] کتاب الروح، ابن قیم الجوزیۃ۔
[۲۸] درء تعارض العقل والنقل شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ، تحقیق الدکتور محمد رشاد سالم۔
[۲۹] المعرفۃ فی الاسلام مصادرھا ومجالاتھا، عبداللہ بن محمد القرنی دار عالم الفوائد ۱۴۱۹ھ
[۳۰] الادلۃ العقلیۃ النقلیۃ علی اصول الاعتقاد، سعود بن عبدالعزیز محمد العریفی دار عالم الفوائد ۱۴۱۹۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[۳۱] المغنی لابن قدامۃ المقدسی، ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، مکتبہ ریاض الحدیثیہ۔
[۳۲] حجۃ اللہ البالغۃ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی طبع اول ۱۳۸۳ھ فیصل پبلی کیشنز، دیوبند۔
[۳۳] مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ۔
[۳۴] الموافقات فی اصول الشریعۃ، ابواسحاق الشاطبی المطبعۃ الرحمانیۃ مصر۔
[۳۵] اعلام الموقعین عن رب العالمین ابن قیم الجوزیۃ دار الجیل بیروت،
[۳۶] المستصفیٰ فی علم الاصول حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی بولاق مصر ۱۳۲۴ھ
[۳۷] الموسوعۃ الفقہیۃ وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ الکویت۔
[۳۸] الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح، الامام ابن تیمیہ

کتب اُردو

[۱] خدا اور رسولؐ کا تصور اور اسلامی تعلیمات، مولانا سیّد جلال الدین عمری، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی
[۲] سیرۃ النبیؐ علامہ شبلی نعمانی دار المصنفین اعظم گڑھ۔
[۳] دائرۂ معارف اسلامیہ لاہور پنجاب یونیورسٹی لاہور۔
[۴] رحمۃ للعالمین، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری فرید بک ڈپو، دہلی ۱۹۹۹
[۵] جمع وتدوین قرآن، سیّد صدیق حسن، دار المصنفین، اعظم گڑھ۔
[۶] تاریخ القرآن، مفتی عبداللطیف رحمانی شاہ ابوالخیر اکادمی، دہلی۔
[۷] وید کا تعارف، محمد فاروق خاں صاحب، مرکزی مکتبہ اسلامی، نئی دہلی۔
[۸] وید اور اس کی قدامت، اکبر شاہ نجیب آبادی، حواشی سیّد حامد علی۔
[۹] ادیان ومذاہب کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر عبدالرشید صاحب مطبوعہ کراچی۔
[۱۰] تفہیمات، سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرکزی، مکتبہ اسلامی نئی دہلی۔
[۱۱] علم جدید کا چیلنج، مولانا وحید الدین خاں، ہندستان پبلی کیشنز۔
[۱۲] قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، ڈاکٹر ہلوک نوباتی (ترجمہ) سیّد محمد فیروز شاہ، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی۔
[۱۳] غلط فہمیوں کا ازالہ، ڈاکٹر ذاکر نائک مدھر سندیش سنگم، نئی دہلی۔
[۱۴] غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، مولانا سیّد جلال الدین عمری ادارہ تحقیق وتصنیف اسلامی ۱۹۹۸
[۱۵] امام شاطبی کے ذکر کردہ مقاصدی قواعد، ڈاکٹر عبدالرحمٰن کیلانی۔
[۱۷] مقاصد شریعت، ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، مرکزی مکتبہ اسلامی ۲۰۰۹

رسائل وجرائد

[۱] عالمی سہارا ہفت روزہ، نئی دہلی۔
[۲] عالمی سہارا ہفت روزہ، نئی دہلی۔
[۳] ماہنامہ اللہ کی پکار، ڈاکٹر خالد حامدی، نئی دہلی۔

Book No.
2029
www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مولانا محمد جرجیس کریمی (پ:۲۔۱۹۷۲ء) جھارکھنڈ کے ایک گاؤں ڈابھا کیند میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی، پھر اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ اسلامیہ فیض عام مئو ناتھ بھنجن میں داخلہ لیا، جہاں سے عالمیت اور فضیلت کی اسناد حاصل کیں۔ وہ ۱۹۸۸ء میں جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ (سعودی عرب) کی طرف سے منعقد دورۂ تدریبیہ (جامعہ دارالسلام عمر آباد) سے بھی مستفید ہو چکے ہیں۔ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ بہار سے فوقانیہ اور مولوی، عربک اینڈ پرشین بورڈ الٰہ آباد، یوپی سے منشی، مولوی، عالم، فاضل، جامعہ اردو علی گڑھ سے ادیب ماہر اور ادیب کامل اور مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی سے پوسٹ گریجویٹ ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ سے تصنیفی تربیت حاصل کرنے کے بعد اسی ادارہ سے بہ حیثیت رفیق وابستہ ہو کر تحقیقی و تصنیفی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا جرجیس کی مختلف موضوعات پر چار کتابیں شائع ہو چکی ہیں: 'جرائم اور اسلام'، 'مسلمانوں کی حقیقی تصویر'، 'قرآن اور مستشرقین' اور 'تفہیمات قرآن'۔ اول الذکر کتاب 'جرائم اور اسلام' کا مراٹھی ترجمہ بھی منظر عام پر آ چکا ہے۔ اب تک ان کے سو سے زائد مقالات و مضامین اور دو درجن سے زائد کتب پر تبصرے شائع ہو چکے ہیں۔ وہ دس سے زائد قومی اور بین الاقوامی سیمیناروں میں مقالے پیش کر چکے ہیں۔ سادہ اور عام فہم انداز بیان اور بحث کے ہر نکتے پر قرآن، حدیث اور علمائے سلف کے اقوال سے استدلال ان کے اسلوبِ تحریر کی خصوصیت ہے۔

زیرِ نظر کتاب 'اسلام کی امتیازی خصوصیات' میں اسلام کی چند اہم اور نمایاں خصوصیات کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں میں اسلام کی خصوصیات اور محاسن کی تلاش اور مطالعہ کا رجحان پیدا ہو اور اس پر ان کا اعتماد و ایمان بحال ہو، تاکہ وہ اپنے دین کی حقانیت و صداقت اور ہمہ گیری کے بارے میں کسی شک و شبہ میں مبتلا نہ ہوں۔

ISBN: 81-8088-331-8
9 798180 883315

MARKAZI MAKTABA ISLAMI PUBLISHERS
NEW DELHI
مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز

PN-1205

₹ 100.00